بصری ائمۂ نحات

(نحاتِ بصرہ کے طبقات، خدمات اور حالات)

متقدمین نحات بصرہ کے تراجم وطبقات پر مرجع اور سند کی حیثیت
رکھنے والی کتاب أخبار النحويين البصريين کا اردو ترجمہ

زیر سرپرستی:
امیر ملت، نمونۂ اسلاف حضرت اقدس مفتی **ابوالقاسم نعمانی** صاحب دامت برکاتہم
شیخ الحدیث ومہتمم دارالعلوم دیوبند

ترجمہ وتقدیم
کفیل احمد
معین المدرسین دارالعلوم دیوبند

ناشر
الفلاح اکیڈمی، دہلی

☆تفصیلات☆

- نام کتاب:......بصری ائمۂ نحات: ترجمۂ أخبار النحويين البصريين
- مصنف:.......قاضی ابوسعید سیرافی
- مترجم:.........کفیل احمد میواتی (معین المدرسین دارالعلوم دیوبند)
- اشراف:........حضرت اقدس مفتی ابوالقاسم نعمانی صاحب دامت برکاتہم (شیخ الحدیث و مہتمم دارالعلوم دیوبند)
- تصحیح:............حضرت مولانا مفتی محمد صابر صاحب قاسمی میواتی

(استاذ دارالعلوم دیوبند)

ڈاکٹر مفتی محمد مشتاق صاحب تجاروی

(اسسٹنٹ پروفیسر اسلامک اسٹڈیز جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی)

- صفحات:........۲۳۵صفحات
- اشاعتِ اول:...۱۴۴۳ھ/۲۰۲۲ء

ملنے کے پتے:

الفلاح اکیڈمی، دہلی

اور دیوبند واطراف کے سبھی مشہور کتب خانے

فہرست

قاضی ابو سعید سیرافی حیات و سوانح (۳۳-۴۷)

أخبار النحویین البصریین : تعارف وتبصرہ (۴۷-۵۵)

طبقات نحات ایک تعارف (۵۶-۸۱)

متقدمین (۶۰-۶۶)

متأخرین (٦٦-٧٠)

اشاریہ حواشی (۲۰۶-۲۳۵)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتساب

☆ تمام محسنین کے نام (و في مقدمهم سید المرسلین ﷺ۔)
بالخصوص اساتذہ، مادر علمی، والد محترم جناب ماسٹر شیر محمد صاحب اور والدہ محترمہ کے نام

تقریظ

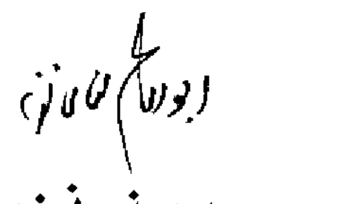
امیر ملت، نمونۂ اسلاف حضرت اقدس مفتی **ابوالقاسم نعمانی** صاحب دامت برکاتہم
شیخ الحدیث و مہتمم دارالعلوم دیوبند

اہل علم واقف ہیں کہ عراق کے دو بڑے شہر کوفہ اور بصرہ علم نحو کے دو بڑے مراکز کے طور پر معروف ہوئے۔ ان دونوں مقامات پر بڑے بڑے نحوی پیدا ہوئے اور انھوں نے ائمۂ نحو کی حیثیت اختیار کر لی۔ کافیہ اور نحو کی بڑی کتابوں میں کوفی اور بصری ائمۂ نحو کے اقوال بطور اصول ذکر کیے جاتے ہیں۔

پیش نظر کتاب بصرہ سے تعلق رکھنے والے ائمۂ نحاۃ کے تعارف، ان کے حالات اور واقعات کا ایک مرقع ہے۔ اصل کتاب قاضی ابوسعید سیرافی کی عربی تصنیف ''اخبار النحويين البصريين'' کے نام سے معروف ہے۔ اس کا ترجمہ عزیز گرامی مولانا کفیل احمد میواتی معین المدرسین دارالعلوم دیوبند نے کیا ہے۔ یہ ایک سلیس، با محاورہ اور مطلب خیز ترجمہ ہے۔

اصل کتاب سے پہلے ایک مفصل مقدمہ ہے جس میں علم نحو کی ضرورت اور اہمیت کے علاوہ عربی زبان و ادب میں علم نحو کے مقام و مرتبہ کو واضح کیا گیا ہے۔

مجموعی طور پر کتاب بہت مفید اور معلومات افزاء ہے، اللہ تعالیٰ مترجم موصوف کے علم میں برکت فرمائے اور ان کی اس خدمت کو شرف قبولیت سے نوازے۔



ابوالقاسم نعمانی غفرلہ
مہتمم دارالعلوم دیوبند
۱۶/۳/۱۴۴۳ھ = ۲۳/۱۰/۲۰۲۱ء

تقریظ

حضرت اقدس مولانا عبد الخالق صاحب مدراسی

استاذ حدیث دار العلوم دیو بند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ حقیقت ہے کہ نحوی صرفی اعتبار سے عربی زبان کی جتنی خدمت کی گئی ہے، کسی اور زبان کی نہیں ہوئی، علمائے عربیت نے عربی زبان کی خدمت کر کے مصادر اسلامیہ (قرآن اور حدیث) کے فہم کی راہ آسان کی ہے، لیکن عربی زبان کے ان خدام کے احوال، ان کی علمی خدمات اور طبقات وغیرہ سے عموماً واقفیت نہیں ہوتی ہے اور علم نحو کی تاریخ اور ائمۂ نحو کے حالات پر اردو زبان میں کوئی قابل ذکر کام بھی موجود نہیں ہے؛ اس لئے اس موضوع پر اردو میں کام کی ضرورت تھی۔

باعث مسرت ہے کہ عزیزم مولوی کفیل احمد میواتی (معین المدرسین دار العلوم دیو بند) نے پیش قدمی کی اور ائمۂ نحو کے معرکۃ الآراء تذکرے ''أخبار النحویین البصریین'' کا عمدہ ترجمہ کیا ہے۔ اکثر جگہ اس پر طبع زاد ہونے کا گمان ہوتا ہے۔ موصوف نے ساتھ ہی کتاب کی تحقیق بھی کی ہے اور کتاب کا اشاریہ بھی تیار کیا ہے۔ جس کی وجہ سے کتاب کی اہمیت میں اضافہ ہوگیا ہے۔ نیز شروع میں پرمغز مفصل مقدمہ بھی تحریر کیا ہے، جس سے کتاب کی افادیت مزید بڑھ گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کی محنت کو قبول فرمائے اور نافع عام بنائے۔ آمین

خیر خواہ:

عبد الخالق مدراسی

نائب مہتمم دار العلوم دیو بند

تقریظ

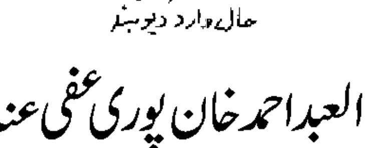
حضرت اقدس مفتی احمد خان پوری صاحب دامت برکاتہم

خلیفۂ اجل حضرت فقیہ الامتؒ، شیخ الحدیث جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل ورکن شوریٰ دارالعلوم دیوبند

شارح کتاب سیبویہ قاضی ابو سعید سیرافیؒ کی تصنیف ''اَخبار النحویین البصریین''، ائمۂ نحو کے تراجم وطبقات پر قدیم ترین کتاب اور قابل اعتماد مرجع ہے جس سے بعد کے سبھی ماہرین سِیَر نے استفادہ کیا ہے، چناں چہ ابن الندیمؒ ''الفہرست'' میں، قفطیؒ ''اِلانباہ'' میں، ابن خلکانؒ ''وفیات الأعیان'' میں، یاقوت حمویؒ ''معجم الأدباء'' میں اور علامہ سیوطیؒ ''بغیۃ الوعاۃ'' میں اس سے نقل واستفادہ کرتے اور اس کا تذکرہ کرتے نظر آتے ہیں۔

زیر نظر کتاب شیخ سیرافیؒ کی اسی تصنیف کا اردو ترجمہ ہے۔ اردو زبان میں محدثین وفقہاء کے حالات وخدمات پر تو بہت مواد ہے، مگر ائمۂ نحو کے حالات و طبقات پر کوئی مستند کتاب نہیں ہے؛ اس لئے ایسی کتاب کی ضرورت تھی۔ خوشی کی بات ہے کہ عزیزم مولوی کفیل احمد سلمہٗ (معین المدرس دارالعلوم دیوبند) نے مذکورہ کتاب کا رواں اور سلیس ترجمہ کرکے اس سمت قدم بڑھایا ہے۔ موصوف نے کتاب پر حواشی لکھنے کا بھی اہتمام کیا۔ اردو زبان میں ائمۂ نحو کے حالات پر ان شاء اللہ یہ مفید کتاب شمار ہوگی۔ مطالعے کے بعد اس کا فائدہ آپ بہ چشمِ خود ملاحظہ فرمائیں گے۔

اللہ تعالیٰ ان کی محنت کو نافع بنائے اور اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت سے نوازکر اس کتاب کی افادیت کو عام وتام فرمائے۔ آمین یارب العالمین!



العبد احمد خان پوری عفی عنہٗ

مؤرخہ ۹؍شعبان ۱۴۴۲ھ (حال وارد دیوبند)

تقریظ

خطیب وقت، نواسہ وخلیفۂ شیخ الحدیثؒ،

حضرت مولانا سید محمد شاہد الحسنی سہارنپوری

امین عام جامعہ مظاہر علوم سہارن پوری

الحمد لله وحده، و الصلاة و السلام على من لا نبي بعده۔

درس نظامی میں شامل دیگر علوم وفنون کی طرح ''علم النحو'' اور ''علم الصرف'' کو بھی خصوصی مقام حاصل ہے، چنانچہ دونوں فن کی اہم اور وقیع کتابیں سالہا سال تک طلبۂ علوم اسلامیہ کے زیر درس رہتی ہیں، اور مدارس عربیہ کے اساتذۂ کرام ان علوم پر طلبۂ عزیز کو عبور حاصل کرنے یا کم از کم اپنی نحوی وصرفی استعداد کو مضبوط سے مضبوط کرنے کے لیے شوق ورغبت دلاتے رہتے ہیں۔

علم نحو کی اہمیت کا اندازہ عربی کے اس قدیم مقولہ سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ ''النحو فی الکلام کالملح فی الطعام ''یعنی نحو میں رسوخ اور عبور حاصل کئے بغیر علم کی تکمیل کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ بغیر نمک کے کھانا، کہ وہ بے مزہ بھی ہوتا ہے اور بے ذائقہ بھی۔ متقدمین علماء نے علم نحو اور علم صرف کی اس بنیادی اہمیت کو سمجھ کر جس طرح ان دونوں فنون کے لیے اصول وضوابط متعین فرمائے اور بہت سی کتابیں مدوّن کیں۔ ایسے ہی مؤرخین اور تاریخی ذوق رکھنے والے علماء نے علم نحو اور علم صرف سے وابستہ اہم اور نمایاں شخصیات کے احوال بھی بڑی وسعت اور فراخ دلی کے ساتھ مرتب فرمائے ہیں، شہروں اور ملکوں کے اعتبار سے بھی ایسے علماء کے حالات مرتب کئے گئے ہیں جو اپنے، اپنے وقت میں اپنے اپنے علاقوں میں نمایاں اہمیت رکھتے تھے۔

اس سلسلہ میں قاضی ابو سعید سیرافیؒ کی مشہور کتاب ''أخبار النحویین البصریین'' بھی قدیم نحاتِ بصرہ کے احوال پر ایک مستند تاریخی مأخذ کے طور پر دیکھی جاتی رہی ہے، یہ کتاب عربی زبان میں ہونے کی وجہ سے بہت سے طالبان علوم نبوت کی دسترس سے باہر تھی۔ ضرورت تھی کہ اس کی صاف ستھری سلیس زبان میں اردو ترجمانی کی جائے۔

مولانا مفتی کفیل احمد سلمہٗ (معین المدرسین دار العلوم دیوبند) نے اس دقیق علمی کتاب کا ترجمہ کر کے اردو داں طبقہ کے لیے سہولت اور آسائش پیدا کر دی ہے۔ نیز کتاب کے شروع میں ایک مقدمہ اور کتاب کے آخر میں بڑی محنت و جانفشانی سے حروف تہجی کے اعتبار سے اشاریہ بھی ترتیب دیا ہے، جس میں شخصیات کے ساتھ مقامات اور کتابیات کو بھی شامل کر لیا ہے۔

اللہ تعالیٰ مترجم کی اس علمی خدمت کو قبول فرمائے اور طلبۂ علوم اسلامیہ کے لئے مفید و نافع بنائے، فقط والسلام۔

محمد شاہد غفرلہ

بندہ محمد شاہد غفرلہٗ

امین عام جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

۱۱ر ربیع الثانی ۱۴۴۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

- ☆ علم نحو کی ضرورت واہمیت
- ☆ قاضی ابوسعید سیرافی (حیات وخدمات)
- ☆ أخبار النحویین البصریین (تعارف وتبصرہ)
- ☆ طبقات نحات (ایک تعارف)
- ☆ عرضِ احوال اور گذارش
- ☆ کچھ ترجمے کے بارے میں
- ☆ تشکر وامتنان

(۱)

علم نحو کی ضرورت واہمیت

کسی بھی زبان کی درست ادئیگی کے لئے فنِ نحو کی رعایت ضروری ہے، فنِ نحو کی اسی غیر معمولی اہمیت کے پیشِ نظر اسے نمک سے تشبیہ دی گئی ہے۔ علمِ نحو کی حیثیت تمام علوم کے باپ کی سی ہے؛ کیوں کہ ہر علم وفن کو سیکھنے کے لیے فنِ نحو سے واقفیت ضروری ہے، چناں چہ قرآن وحدیث، فقہ وتفسیر اور منطق وفلسفے کو علمِ نحو جانے بغیر نہیں سمجھا جا سکتا، معلوم ہوا کہ علمِ نحو تمام علوم کی کنجی ہے۔ ذیل میں علم نحو کی اسی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔

علم نحو کی لغوی تعریف:

لغت میں لفظ نحو کے سات معانی آتے ہیں: (۱) قصد وارادہ۔ يقال نحوتُ الشّيئَ، إذا قصدتَه ۔ (۲) تحریف کرنا، يقال نَحا الشيَئ، ينحَاه وينحُوه: إذا حرّفَه. (۳) گھمانا، پھیرنا۔ يقال: نحوتُ بصري إليه، أي صرّفتُه. (۴) مثل اور مماثل۔ تقول: مررتُ برجل نحوِک، أي مثلِک . (۵) مقدار۔ تقول: له عندي نحوُ ألفٍ، أي مقدارُ ألف ۔ (۶) سمت اور جہت۔ تقول: سرتُ نحوَ البيتِ، أي جهتِه۔ (۷) نوع، قسم .تقول: هذا علَى سبعةأنحاءٍ، أي أنواع.

امام داؤدی نے لفظ نحو کے ان ساتوں معانی کو ان اشعار میں جمع فرما دیا ہے:

لِلنّحو سَبعُ معانٍ قد أتتْ لغةً　　　جَمَعْتُها ضِمنَ بَيتٍ مفردٍ كَمُلا

قصدٌ ومثلٌ،ومقدار،وناحيةٌ نَوْع، وَبعض،وحَرْف، فاحفَظْ المَثَلا

درج ذیل اشعار میں لفظ نحو کے ان سات معانی کا استعمال بھی موجود ہے:

نحَوْنا نحوَ دارِک يا حَبِيبي لَقِينَا نحوَألفٍ مِنْ رَقِيبٍ

وجَدناهم مِرَاضًانحوَ كلبٍ تَمَنَّوا مِنْکَ نحوًا مِنْ زَبِيبي

نحو کے ان سات معانی میں سے پہلے معنیٰ یعنی قصد وارادے کو اصطلاحی معنیٰ سے زیادہ مناسبت ہے۔(الملائینی به حوالۂ جمهرة اللغه۱/ ۵۷۵)مقاییس اللغہ، مادۂ نحا(۵/۴۰۳)

علم نحو کی اصطلاحی تعریف:

النحو علم بأصول يعرف بها أحوال أواخر الكلم إعرابا وبناء. (شرح کتاب الحدود فی النحو۵۴-۵۱)

علمائے امت نے فن نحو کو ہر زمانے میں علمًا بڑی اہمیت دی ہے، ذیل کے اقوال سے اس کا اندازہ کیا جاسکتا ہے:

فنِ نحو کے بارے میں علمائے امت کے اقوال:

حضرت عمرؓ کا مشہور مقولہ ہے: تعلموا النحو كما تعلمون السنن والفرائض. البيان والتبين للجاحظ(ج:۲/ ۱۵۱)

حضرت مصعب بن سعد فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ تیر اندازی سیکھ رہے تھے، حضرت عمرؓ ان کے پاس سے گزرے، ان میں سے کسی کا نشانہ چوک گیا، وہ کہنے لگے: امیر المومنین! ابھی ہم نو آموز ہیں (اس لیے نشانہ خطا کر گیا) حضرت عمرؓ نے فرمایا نشانہ بازی میں غلطی کے بالمقابل تمہاری لفظی غلطی میرے نزدیک زیادہ بھاری ہے۔(۱)

فنِ نحو کے بانی ابوالأسود دوَلیؒ فرماتے تھے کہ مجھے لفظی غلطی میں سے سڑے

ہوئے گوشت کی سی بدبو آتی ہے۔(۲)

حبر الأمہ عبداللہ بن المبارک اور امام اصمعیؒ فرماتے تھے کہ علم نحو سیکھا کرو؛ کیوں کہ بنی اسرائیل ایک مشدد کلمے کو مخفف سمجھنے کی وجہ سے کافر ہوئے تھے۔(۳)

امام اصمعی مزید فرماتے تھے کہ فن نحو نہ جاننے والے پر مجھے حدیث نبوی: **من كذب عليّ متعمدا فليتبوّأ مقعده من النار** . کی زد میں آنے کا شدید خوف لگا رہتا ہے۔(۴)

یاقوت حموی معجم الأدباء میں لکھتے ہیں کہ فن نحو کی ضرورت، اہمیت اور افادیت پر دلیل دینا ایسا ہی ہے جیسے آگ کے محرق ہونے، دن کے روشن ہونے اور سورج کے مشرق ہونے پر دلیل دینا یعنی علم نحو کی اہمیت وافادیت ظاہر وباہر ہے۔(۵)

امام شعبیؒ فرماتے ہیں: **النحو في العلم كالملح في الطعام لايُستغنى عنه**۔(٦)

عبدالملک بن مروان فرماتے ہیں کہ ایک اچھے آدمی کے کلام میں لفظی غلطی، چہرے کی پھنسیوں کی طرح بھدّی معلوم ہوتی ہے۔

اسی طرح عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ چہرے پر چیچک کے نشانات اتنے بھونڈے نہیں لگتے جتنی بھونڈی لفظی غلطی محسوس ہوتی ہے۔ (۷)

امام خلیل بن احمد فراہیدیؒ نے بہت ہی قیمتی بات ارشاد فرمائی؛ فرمایا کہ "کوئی بھی بقدر ضرورت فنِ نحو اس وقت نہیں حاصل کرسکتا جب تک کہ زائد از ضرورت فنِ نحو حاصل نہ کرلے؛ گویا کہ زائد از ضرورت فنِ نحو بھی ضرورت میں داخل ہے۔" **بهجة المجالس** (۱/٦۷)

ایک رائے یہ پائی جاتی ہے کہ فن نحو بقدر ضرورت حاصل کرنا کافی ہے؛ امام خلیلؒ کے مذکورہ مقولے سے اس رائے کا سقم ظاہر ہے۔

مشہور ادیب جاحظ، ایوب سختیانی کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ علم نحو حاصل کرو؛ کیوں کہ فنِ نحو معمولی آدمی کو جمال وکمال عطا کردیتا ہے۔ جب کہ شریف انسان کے

لیے فن نحو نہ سیکھنا عیب اور قباحت کی چیز ہے۔

ثعلب (متوفی ۲۹۱ھ) فرماتے ہیں: **تعلموا النحو فإنه أعلى المراتب**۔ (مجالس ثعلب: ۱/۳۱۰)

ابن خلدون نے اپنے مقدمے میں ''**الفصل الخامس والأربعون في علوم اللسان العربي**'' کے تحت لکھا ہے کہ عربی زبان کے چار ارکان ہیں:

(۱) لغت (۲) نحو (۳) بیان (۴) ادب

عربی زبان شریعت اسلامیہ کا ماخذ ہے اگر اسے حاصل کرنا ہو تو ان چاروں علوم کو حاصل کرنا پڑے گا۔ (مقدمۂ ابن خلدون (۲/۲۹۴)

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ فنِ نحو میں مہارت کے بعد تمام علوم شرعیہ آسان ہو جاتے ہیں۔ اسی لیے میں بھی بیس سال تک علمِ نحو حاصل کرتا رہا۔ یہ علمائے عربیت (نحات وغیرہ) انسانی جنات ہیں، انہیں وہ چیزیں بھی نظر آتی ہیں جنہیں دوسرے نہیں دیکھ پاتے۔ (۸)

مشہور نحوی ابو البرکات الأنباری نقل کرتے ہیں کہ باجماعِ علمائے مجتہدین کے لیے فن نحو کو جاننا ضروری ہے، اگر کوئی فن نحو کے علاوہ دوسرے تمام علوم حاصل کر لے تب بھی اسے مجتہد نہیں کہا جا سکتا۔ (۹)

علامہ جلال الدین سیوطیؒ اپنی شرح الألفیہ میں فرماتے ہیں کہ باتفاقِ علما تمام علوم وفنون کے حصول میں فن نحو کی ضرورت پڑتی ہے خاص طور پر حدیث اور تفسیر میں۔ (۱۰)

عبارت فہمی میں علم نحو کی ضرورت:

فن نحو کا تعلق چونکہ ہر لفظ اور ہر جملے سے ہوتا ہے، اس لیے تمام علوم وفنون میں فنِ نحو کی ضرورت پڑتی ہے، خاص طور سے تفسیر وحدیث میں، چناں چہ مفسر قرآن ابو حیان توحیدی لکھتے ہیں کہ جسے علم تفسیر کا شوق ہو وہ کتابِ سیبویہ کو اپنا مرکز

توجہ بنالے، کیوں کہ اس معتبر اور مستند کتاب میں مفسر کو درپیش تمام مشکلات کا حل موجود ہے۔(**تفسیر البحر المحیط، لمحمد بن یوسف معروف بہ ابوحیان** اندلسی (ج:۱/۱۱)

اسی طرح فقہ وحدیث میں بھی فنِ نحو کے بغیر ایک گام نہیں چلا جاسکتا۔ معلوم ہوا کہ فنِ نحو کا عبارت فہمی سے گہرا تعلق ہے، چناں چہ بہت سے فُقہا نے کتاب سیبویہ سے فتاویٰ دیے ہیں، اور بہت سے فقہی ضوابط کا نحوی قواعد پر منحصر ہونا تو ظاہر ہے۔

ذیل میں ایسی مثالیں دی جارہی ہیں جن سے عبارت فہمی میں فن نحو کا کردار واضح ہوتا ہے:

(۱) **ماأحسن زیدًا** اور **ماأحسن زیدٌ**: میں صرف ایک حرکت کا فرق ہے۔ لیکن دونوں صورتوں میں معنی تبدیل ہوجائیں گے۔ چناں چہ زید کو منصوب پڑھنے کے صورت میں " ما" تعجبیہ ہوگا، اور پورا جملہ فعلِ تعجب کے قبیل سے ہوگا۔ جب کہ زید کو مرفوع پڑھنے کی صورت میں " ما " نافیہ ہوگا، جس کی بنا پر زید سے حسن کی نفی ہوجائے گی، اور معنی بالکل بدل جائیں گے۔

(۲) **لاتأکل السمک و تشرب اللبن**:

اس جملے میں واو کی حیثیتوں کے بدلنے سے تین احتمال پیدا ہوجائیں گے:

(۱) واو کو معیت کے لیے مان کر" **تشرب** " کو اَن ناصبہ مقدرہ کی وجہ سے منصوب پڑھیں۔ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ ایک ساتھ مچھلی اور دودھ کھانے سے منع کیا گیا ہے، یعنی یہ اختیار باقی ہے کہ فردًا، فردًا فاصلہ دونوں کھائی جائیں، یا کوئی بھی نہ کھائی جائے۔

(۲) واؤ کو عاطفہ مان کر "**تشــــرب**" کو صیغۂ نہی ہونے کی وجہ سے مجزوم پڑھیں۔ اب مطلب ہوگا کہ نہ مچھلی کھاؤ اور نہ دودھ پیو یعنی دونوں میں سے کسی کو

کھانے کا اختیار نہیں ہے۔

(۳) واؤ کو مستأنفہ مان کر "تشـــرب" کو بر بنائے ابتدا مرفوع پڑھیں۔ اب کھانے کی ممانعت ہوگی اور دودھ پینے کی اجازت ہوگی اور تفسیری عبارت ہوگی: لاتأكل السمک ولک شربُ اللبن . (الکتاب لسیبویہ: ج:۳/ص:۴۳-۴۱) تحقیق: عبدالسلام محمد ہارون۔ط: مکتبہ خانجی/ قاہرہ، مغني اللبيب عن كتب الأعاريب لجمال الدين ابن هشام الأنصاری (متوفی ۷۶۱ھ) (ج:۱/ ۴۷۴) تحقیق: د، مازن المبارک۔ محمد علی رحمۃ اللہ، ط: دار الفکر/ دمشق

(۳) "بلی" حرف ایجاب ہے، جو ماقبل کے کلام منفی کو مثبت بنانے کے لیے وضع کیا گیا ہے۔اس کی اصل؛ "بل" ہے؛ الف کی زیادتی اس لیے کی گئی ہے تا کہ اس پر وقف کرنے میں حسن پیدا ہوجائے۔اس کا حکم یہ ہے کہ اگر یہ "ألا"، أما ، ألم، اور "أليس" کے بعد واقع ہو تو نفئ ماقبل کو ختم کرکے کلام کو مثبت بنا دیتا ہے، لیکن اگر "بلی" کے بہ جائے "نعم" استعمال کیا جائے تو "نعم" نفئ ماقبل کو پختہ اور ثابت کر دیتا ہے ؛ اسی لیے حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) نے آیت أَلَسْتُ بِرَبِّكُم؟ کی تفسیر میں فرمایا کہ اگر "عهد الست" میں لوگ "بلی" کے بہ جائے "نعم" کہتے تو کافر ہو جاتے؛ اس لیے کہ "نعم" استفہام کو ختم کرکے نفئ ماقبل کو ثابت کر دیتا، جو (العیاذ باللہ) کفر ہے۔اس لیے یہاں صحیح استعمال "بلی" کا ہی ہے جو فنِ نحو سے معلوم ہوا۔(علی طریق التفسیر البیانی (ج:۱/ ۹) بحوالۂ مغنی اللبیب (۱/۱۱۳)

(۴) ایک شخص نے اپنے اوپر کسی چیز کا اقرار کیا تھا۔ابوبکر ابن الأنباری نحوی اور دوسرے کچھ لوگ اس کے اقرار پر گواہی دینے کے لیے گئے۔ایک گواہ نے اس شخص سے پوچھ لیا کہ ألا نشهد علیک؟ اس شخص نے جواب دیا: نعم! ابن الانباری نحوی کے ساتھیوں نے اِسے مشہود علیہ کی رضامندی سمجھا اور اس کے اقرار پر

گواہی دی ، لیکن ابن الانباری نے گواہی نہیں دی، اور کہا کہ اس شخص نے ” ألا نشهد عليك کے جواب میں ” نعم“ کہہ کر اپنے اقرار پر گواہی دینے سے منع کیا ہے، اس لیے کہ اس کے جواب کی تقدیری عبارت ” لاتشهد وا عليّ “ ہے۔

اس واقعے میں ابن الأبناری نے عبارت کا صحیح مفہوم فنِ نحو کی وجہ سے ہی سمجھا تھا۔

(۵) مشہور واقعہ ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں نحو سے ناواقف ایک قاری نے کسی اعرابی کو ” أن الله برئٌ من المشركين ورسوله“ میں رسول کے لام پر ضمہ پڑھوادیا۔ حضرت عمر فاروقؓ کو جب اس واقعے کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا: لا يُقرِئُ الناس إلا عالم باللغة العربية “ اور ابوالاسود کو عربی زبان کے قواعد متعین کرنے کا حکم فرمایا۔

اس واقعے میں بھی فنِ نحو سے ناواقفیت کی بنا پر شرکیہ معنی پیدا ہو گئے۔(۱۱)

(۶) آیتِ قرآنی: قل أحل لكم الطيبات و ما علمتم من الجوارح مكلبين تعلمونهن ممّا علمكم الله فكلوا مما أمسكن عليكم و اذكروا اسم الله عليه. میں الفاظ کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ طیبات کے ساتھ کلب معلم (شکاری کتے) بھی حلال ہیں؛ وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے طیبات کو حلال قرار دیا ہے، اور اس پر ” كلب معلم “ کا عطف کیا گیا ہے۔ جس سے پتا چلتا ہے کہ طیبات اور کلب معلم دونوں حلال ہیں، ظاہر ہے کہ یہ مفہوم غلط ہے، اس لیے مفہوم کو صحیح کرنے کے لیے نحو کے مشہور قاعدے کے تحت مضاف محذوف ماننا پڑے گا اور تقدیرِ عبارت ہوگی: أحِلَّ لكم الطيبات و صيد ما علمتم من الجوارح. اس تقدیرِ مضاف پر آیت کا آخری حصہ ” فكلوا مما أمسكن عليكم “ دلالت کر رہا ہے۔ اب بات واضح ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ نے طیبات کو اور کلبِ

معلم کے شکار کو حلال قرار دیا ہے۔

یا ” وما علّمتم من الجوارح......“ میں واؤ کو مستأنفہ مان کر مابعد کو نیا کلام مانیں جو مبتدا ہونے کی بنا پر حالتِ رفعی میں ہوگا۔اور اس کی خبر ” فکلوا مما أمسکن علیکم“ ہوگی۔اس صورت میں بغیر حذف واضمار کے کلام کا مفہوم درست ہو جائے گا۔

غور کیجیے کہ اگر کوئی فنِ نحو سے واقف نہ ہوتو کیا وہ مذکورہ آیت کا صحیح مفہوم سمجھ سکتا ہے؟(الملائینی بحوالہ الکشاف. التبیان في إعراب القرآن (ج: ۱/ ۴۱۹)

اس لیے صحیح اعراب پڑھنا اور درست ترکیبِ نحوی کرنا انتہائی اہم امر ہے؛ اس لیے کہ بسا اوقات ایک، ایک اعرابی غلطی کفر تک پہنچا دیتی ہے۔ذیل میں ایسی ہی چند مثالیں درج کی جارہی ہیں:

(۷) إنما یخشی اللّٰہ من عبادہ العلماءُ (الفاطر:۲۸)اس آیت میں اسمِ جلالت پر رفع اور العلماء پر نصب پڑھنے سے کفریہ معنی پیدا ہو جاتے ہیں۔

(۸)خلق اللہ الناس جمیعًا اس آیت میں اسم جلالت پر نصب اور الناس پر رفع پڑھنا بھی کفر ہے۔

(۹) ھو اللّٰہ الخالق البارئ المصوِّر: (الحشر:۲۴) یہاں المصوّر کے واؤ پر فتحہ پڑھنا کفر ہے۔

خیر القرون میں فنِ نحو کی اہمیت:

خیر القرون میں محدثین کے لیے فنِ نحو پڑھنے کو ضروری سمجھا جاتا تھا، چناں چہ امام وکیع فرماتے ہیں کہ میں امام اعمش کے پاس حدیث پڑھنے کے لیے گیا، میں عبارت میں غلطی بہت کرتا تھا،اس پر امام اعمش نے فرمایا: یا أبا سفیان! ترکت

ما ھو أو لي بک عن الحدیث . میں نے پوچھا کہ (میرے لیے) حدیث سے بھی زیادہ اہم کوئی چیز ہے؟ امام اعمش نے جواب دیا: ”النحو“. اس کے بعد انہوں نے مجھے پہلے فنِ نحو پڑھایا پھر علمِ حدیث پڑھایا۔

لفظی غلطی کی قباحت:

ایک شخص نے ابراہیم نخعی کے دروازے پر آ کر دستک دی: أبا عمران في الدار ؟ اندر سے کوئی جواب نہیں آیا؛ اس نے دوسری بار أبي عمران کہہ کر پکارا۔ تو ابراہیم نخعی نے فرمایا کہ ابوعمران پر تیسرا اعراب پڑھو اور اندر آ جاؤ! (معجم الأدباء: ۱/ ۱۷)

اس دور میں لفظی غلطی کے خوف سے لوگوں کے بال سفید ہو جاتے تھے، چناں چہ عبدالملک بن مروان سے پوچھا گیا کہ آپ کے بال بڑی جلدی سفید ہو گئے؟ فرمانے لگے کہ خطبہ دینے کے لیے بار، بار منبر پر چڑھتا ہوں تو غلطی کا خوف رہتا ہے، جس کی وجہ سے میرے بال سفید ہو گیے۔ (أخبار في النحو، ص: ۱۵)

امام محمدؒ اور امام فراءؒ کا دلچسپ واقعہ:

فنِ نحو سے فقہی مسئلہ مستنبط کرنے سے متعلق مفسر قرآن ابوحیان توحیدی نے ”محاضرات العلماء“ میں امام محمد اور امام فراء کا ایک دلچسپ واقعہ بیان کیا ہے، چناں چہ لکھتے ہیں:

امام فراءؒ ایک مرتبہ امام محمد بن حسن شیبانیؒ کے پاس تھے، دونوں میں باہم فقہ ونحو پر مذاکرہ چل نکلا، امام فراءؒ نے فن نحو کو اور امام محمدؒ نے علم فقہ کو فوقیت دی۔ ہوتے ہوتے امام فراءؒ نے فرمایا: اگر عربیت پر اچھی نظر ہو، زبان وادب میں مہارت ہو تو دوسرے تمام علوم آسان ہو جاتے ہیں، امام محمدؒ نے فرمایا: آپ عربیت میں ماہر ہیں، میں آپ کے سامنے فقہی مسئلہ پیش کرتا ہوں، امام فراءؒ نے فرمایا: جی فرمایئے! امام محمدؒ

نے فرمایا: آپ درجِ ذیل مسئلے میں کیا فرماتے ہیں؟

کسی سے نماز میں بھول ہوگئی، اس نے سجدۂ سہو کرلیا، اس سے پھر سہو کے سجدوں میں بھول ہوگئی؟

امام فراءؒ نے تھوڑی دیر غور و فکر کے بعد فرمایا: اس پر کچھ نہیں آئے گا۔ امام محمدؒ نے دریافت فرمایا: کیسے معلوم ہوا؟ امام فراءؒ نے فرمایا: اس مسئلے کو میں نے فن نحو سے جانا؛ اس طرح کہ فن نحو میں مصغر کی تصغیر نہیں آتی اور سجدۂ سہو سے نماز مکمل ہوجاتی ہے اور مکمل کی دوبارہ تکمیل نہیں ہوتی۔ امام محمدؒ نے فرمایا: میں نہیں سمجھتا کہ کسی کے گھر آپ جیسا زیرک و دانا انسان پیدا ہوگا۔ (**معجم الأدباء** ج:۱/ص:۱۷)

علمِ نحو کی اہمیت پر اشعار:

شعراء نے بھی مختلف پہلوؤں سے فن نحو کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے،
چنانچہ ایک شاعر نے اس طرح نحو کی تعریف کی:

اقتبِسْ الـنّـحـوَ ونعْم المقتبَس — والنّحوُ زينٌ وجمالٌ وملتَمَس
صـاحبُـه مـكـرَّم حيث جَلَس — مـنْ فـاتَـه فقد تعمّى وانتكس
كـأنّـمـا فيــه مـن العَيّ الخرَس — شتّـان مـابين الحمار والفرَس

ایک دوسرے شاعر نے درجِ ذیل کلام کہا:

لـو لاكـم لـكان كلّ ذي خطل — لـلـنّـحـو مُـدّعيا بينَ النّحارير
لِـمَ لاأشُـدُّ عـلى مَنْ لا يَقُوْم بِهَا — مِنُ وَقْعَةِ السُّمر والبِيض المآثير

اسحاق بن خلف بہرانی نے یہ اشعار کہے:

الـنّحو يبسط من لسان الألكن — والـمـرءُ نُـعْظمه إذا لم يلحن
والـنّـحـو مثل الملح إن ألقيته — فـي كلّ ضدّ من طعامك يحسن

وإذا طلبتَ من العلوم أجلّها فأجلّها عندي مقيم الألسن
بهجة المجالس(۱/۶۲) بحواله الجامع في بيان العلم(۱/۱۲۵)وغيره

عنبسہ بن النضر نے یہ اشعار کہے:

إِنَّمَا النَّحْوُ قِيَاسٌ يُتَّبَعُ وَبِهِ فِي كُلِّ أَمْرٍ يُنْتَفَعُ
فَإِذَا مَا أَبْصَرَ النّحْوَ الْفَتَى مَرَّ فِي الْمَنْطِقِ مَرًّا فَاتَّسِعْ
فَاتَّقَاهُ كُلُّ مَنْ جَالَسَهُ مِنْ جَلِيْسٍ نَاطِقٍ أَوْ مُسْتَمِعْ
وَإِذَا لَمْ يُبْصِرِ النّحْوَ الْفَتَى هَابَ أَنْ يَنْطِقَ جُبْناً فَانْقَطَعْ
فَتَرَاهُ يَرْفَعُ النَّصْبَ وَمَا كَانَ مِنْ خَفْضٍ وَمِنْ نَصْبٍ رَفَعْ
يَقْرَأُ الْقُرْآنَ لَايَعْرِفُ مَا صَرَّفَ الإِعْرَابُ فِيْهِ وَصَنَعْ
وَالَّذِي يَعْرِفُهُ يَقْرَؤُهُ فَإِذَا مَاشَكَّ فِيْ حَرْفٍ رَجَعْ
نَاظِرًا فِيْهِ وَفِيْ إِعْرَابِهِ فَإِذَا مَاعَرَفَ اللَّحْنَ صَدَعْ
فَهُمَا فِيْهِ سَوَاءٌ عِنْدَكُمْ لَيْسَتِ السُّنَّةُ فِيْنَا كَالْبِدَعْ

بهجة المجالس (۱/۶۹، ۶۸)

نحو کی فضیلت میں یہ اشعار بھی وارد ہوئے ہیں:

أَيُّهَا الطَّالِبُ الْفَصَاحَةَ بِالشِّعْـ ـرِ وَلَمْ يَلْتَمِسْ مِنَ النّحْوِ حظًّا
كَيْفَ تَسْتَحْسِنُ الرِّوَايَةَ لِلشِّعْـ ـرِ إِذَا كُنْتَ لَا تَفْهَمُ لَفْظًا؟!

ابوعثمان سعید بن حکم قرشی نے نحو پر یہ اشعار کہے ہیں:

النَّحْوُ بَرٌّ بِالْفَتَى يُكْرِمُهُ حَيْثُ أَتَى
مَنْ لَمْ يَكُنْ يُحْسِنُهُ فَحَسْبُهُ أَنْ يَسْكُتَا

فضیلتِ نحو پر یہ اشعار بھی اہم ہیں:

النحو قنطرة إلى العلوم فهل — يجاوز البحر إلا بالقناطير
إن الكلام بلا نحو يقا و مه — نبح الكلاب وأصوات السنا نير
لو تعلم الطير ما في النحو من شرف — حنت ، ورنت، ودقت بالمنا قير

يا حَبَّذا النَّحو مِنْ مَطلبِ — تَعالىٰ به قدرُ طُلَّابِهٖ
كأَنَّ العُلومَ له عسكرُ — خُضُوعٌ ، وُقُوفٌ عَلى بابهٖ

شیخ المعرہ فصیح کلام کی فضیلت پر فرماتے ہیں:

مِنَ النَّاسِ مَنْ لفظه لؤ لؤٌ — يُبَادِرهُ اللَّفظُ إذْ يُلفِظُهُ
و بعضُهم قولُه كا لحَصَا — يُقالُ فيُلغَى و لا يُحفَظُ

---

(۲)

قاضی ابو سعید سیرافی

(سوانح و تجزیہ)

فن نحو اسلامی علوم میں بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔ نص فہمی میں نحو و صرف کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔ اس لیے فن نحو کو نمک سے تشبیہ دی ہے جس طرح کھانے میں نمک نہ ہو تو بدمزہ اور بے حیثیت رہتا ہے، اسی طرح کلام میں نحوی قواعد کی رعایت نہ کی جائے (۱۲) تو غیر واضح اور غلط رہتا ہے۔

جب دائرہ اسلام کے بڑھنے کے ساتھ عجمی بھی اسلام میں داخل ہوئے جو عربی زبان کو برتنے میں غلطی کرنے لگے حتی کہ قرآن کریم میں بھی فاش غلطیاں ہونے

لگیں۔ چناں چہ حضرت علیؓ نے عربی قواعد کے سلسلے میں کچھ راہ نما خطوط طے کر کے اپنے شاگرد ابوالاسود دؤلی (متوفی ۶۹ھ) سے فرمایا: انح هذا النحو يا أبا الاسود. اور ابوالاسود کے سامنے اسم، فعل، حرف، رفع، نصب اور جر وغیرہ کی تشریح کی۔ (۱۳)

علم نحو کی وضع وتدوین میں حضرت علیؓ کے بعد ابوالاسود (متوفی ۶۹ھ)، نصر بن عاصم (متوفی ۸۹ھ) عبدالرحمٰن بن ہرمز (متوفی ۱۱۷ھ) جیسے اکابر امت شامل تھے، ان کے بعد فن نحو کے ارتقاء وکمال میں امام النحو واللغہ خلیل بن احمد فراہیدی (متوفی ۱۷۴ھ) اور ان کے تلامذہ کا خاص کردار رہا؛ چناں چہ ان کے شاگرد رشید امام سیبویہ (متوفی ۱۸۰ھ) نے ''الکتاب'' کے نام سے فن نحو کی سب سے اہم کتاب تصنیف کر کے دادِ تحقیق دی، جسے ''قرآن النحو'' کی حیثیت سے جانا جاتا ہے۔ ''الکتاب'' بلاشبہ فن نحو کی ام الکتاب ہے، جسے علمائے امت نے تحقیق وتشریح کا مرکز بنایا ہے۔ لیکن مکمل کتاب کی شرح لکھنے کا امتیاز شیخ قاضی ابوسعید سیرافیؒ کو حاصل ہے اور ان کی شرح ''الکتاب'' کی سب سے مفصل اور اہم شرح بھی ہے۔ ذیل میں ہم شارح الکتاب (لسیبویہ) کے حالاتِ زندگی بیان کرنے کے ساتھ، تراجم نحات بصرہ پر مرجع اور سند سمجھی جانے والی ان کی تصنیف '' أخبار النحويين البصريين'' کا تعارف پیش کریں گے۔

نام ونسب:

ابوسعید سیرافی (۱۴) کا پورا نام ابوسعید حسن بن عبداللہ بن مرزبان سیرافی ہے۔ ان کے والد پہلے مجوسی تھے۔ جن کا نام بہزاد تھا، اسلام قبول کرنے کے بعد ان کا نام عبداللہ نام رکھا۔ (۱۵)

ولادت:

سیرافی کی تاریخ ولادت میں اختلاف ہے، چناں چہ علامہ جلال الدین

سیوطیؒ نے بغیۃ الوعاۃ میں لکھا ہے کہ ان کی ولادت ۲۹۰ھ سے قبل ہوئی۔ جب کہ سیرافی کے شاگرد ابوحیان توحیدی نے " الإمتاع والموانسة " میں اور یاقوت حموی نے معجم الأدباء میں لکھا ہے کہ ان کی ولادت ۲۸۰ھ سے قبل ہوئی اور وفیات الأعیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا سن ولادت ۲۸۴ھ ہے۔(۱۶)

وطن:

شیخ ابوسعید کا وطن ایران کا مشہور شہر سیراف (بکسر السین) ہے۔ جو کرمان سے متصل ساحلِ سمندر پر واقع ہے۔ ابن خلکان کے بہ قول سیراف زرخیز علاقہ ہے، وہاں بہت علماء پیدا ہوئے ہیں۔

صاحب تلخیص الآثار نے شہر سیراف کے بارے میں لکھا ہے کہ بحر فارس کے ساحل پر واقع شہر سیراف خوش حال شہر ہے، جہاں باغات کی کثرت ہے، پہاڑ سے اترتی نہریں اس کی خوبصورتی میں چار چاند لگاتی ہیں، یگانۂ روزگار ابوسعید سیرافی یہیں کے باشندے ہیں۔ انہوں نے" الکتاب" کی شرح لکھی جو بیس جلدوں پر مشتمل ہے۔(۱۷)

حصول تعلیم:

ابوسعید سیرافی کی ابتدائی تعلیم وطن میں ہوئی، چناں چہ پہلے قرآن کریم حفظ کیا، اس کے بعد شیخ ابوذکوان اور شیخ عسل بن ذکوان سے علم حاصل کیا۔ انہوں نے قرأت کی تعلیم شیخ ابوبکر بن مجاہد سے اور زبان وادب کی تعلیم ابن درید سے حاصل کی اور فنِ نحو شیخ ابوبکر محمد بن السری معروف بہ ابن السراج اور شیخ ابوبکر محمد بن علی معروف بہ "مُبرْمَان" سے حاصل کیا تھا، چناں چہ" أخبار النحویین البصریین" میں سیرافی لکھتے ہیں کہ ابن السراج اور مبرمان دونوں سے میں نے علم نحو پڑھا ہے۔ کتاب سیبویہ بھی انہی سے پڑھی ہے۔(۱۸)

ابوسعید سیرافی نے مختلف اقوال کے مطابق بیس تا تیس سال کی عمر میں عمان کا سفر (۱۹) کیا، اور وہاں ایک مدت تک مقیم رہ کر کئی بڑے حنفی فقہا سے فقہ کی تعلیم حاصل کی ،ان کے علاوہ دو شافعی محدث: شیخ ابوعبید علی بن حسن حربویہ (متوفی ۳۲۹ھ) اور شیخ ابوبکر عبید اللہ بن محمد بن زیاد واصل (متوفی ۳۱۴ھ) سے علم حدیث پڑھا۔ پھر عسکر جا کر معتزلی متکلم محمد بن عمر صیمری (متوفی ۳۱۵ھ) سے استفادہ کیا۔ صیمری معتزلہ کے بڑے امام تھے۔ ابوعلی جبائی کے بعد معتزلہ کے سرخیل یہی سمجھے جاتے تھے۔ (۲۰)

اساتذہ:

ابوسعید سیرافی نے اپنے عہد کے متعدد کبار علماء سے استفادہ کیا اور ائمۂ فن سے مختلف فنون حاصل کیے۔ ان کے چند اساتذہ حسبِ ذیل ہیں:

(۱) ابواسحاق ابراہیم بن السری (۲۳۰ تا ۳۱۱ھ) نحوی، انہیں امام مبرد کی شاگردی کا شرف حاصل ہے۔ ''الکتاب'' پر بھی ان کا کام ہے۔ انہوں نے اور بھی کئی کتابیں لکھی تھیں۔ سیرافی نے ان سے "فصيح ثعلب" اور القوافي (لأبي عمر الجرمي) روایت کی ہے۔

(۲) ابوعبداللہ ابراہیم بن محمد بن عرفہ معروف بہ ''نفطویہ'' مشہور نحوی ہیں۔ انہیں متعدد علوم وفنون میں مہارت تھی۔ سیرافی نے ان سے اُخبار النحویین میں ایک روایت کی ہے۔

(۳) شیخ القراء ابوبکر احمد بن حوسی بن عباس بن مجاہد معروف بہ ''ابن مجاہد'' قرائے سبعہ میں سے ہیں۔ ان سے سیرافی نے قرأت کی تعلیم حاصل کی ہے۔ یونس نحوی، کسائی نحوی، ابوعبیدہ لغوی اور امام مبرد کی روایتیں سیرافی کو ان سے پہنچی ہیں۔

(۴) ابوعلی اسماعیل بن محمد بن اسماعیل الصنار (متوفی ۲۴۷ھ تا ۳۴۱ھ) ان سے اُخبار النحویین میں پانچ روایتیں منقول ہیں۔

(۵) ابوعلی حسین بن قاسم بن جعفر کوکبی (متوفی ۳۲۸ھ) ادیب واخباری تھے۔" أخبار النحويين البصريين " میں ان سے ایک روایت ہے۔

(۶) عبیداللہ بن عبدالرحمٰن السکری (متوفی ۳۲۳ھ) اخباری اورادیب تھے۔

(۷) کاتب ابوعبداللہ محمد بن سہل: ایک روایت ان سے بھی مروی ہے۔

(۸) ابوبکر محمد بن السّری معروف بہ ابن السرّاج بڑے نحوی تھے انہیں لغت اور شعروادب میں بھی مہارت تھی فنِ نحو میں انہوں نے کئی مفید اور اہم کتابیں لکھی تھیں۔ سیرافی نے ان سے قرآن النحو: " الكتاب" (امام سیبویہ متوفی ۱۸۰ھ) پڑھی تھی۔

(۹) ابواحمد محمد بن احمد جریری (متوفی ۳۲۵ھ) نحوی، ادیب اور اخباری تھے۔ ان سے بھی ایک روایت ہے۔" أخبار النحويين البصريين" میں ایک جگہ سیرافی نے ان کی تحریر کو بطورِ استشہاد پیش کیا ہے۔

(۱۰) مُبرْ مان: ابوبکر محمد بن علی بن اسماعیل معروف بہ" مبرمان" (متوفی ۳۲۶ھ) فن نحو کے بڑے امام تھے۔ انہوں نے فنِ نحو میں کئی کتابیں بھی لکھی تھیں، ان سے سیرافی، ان کے مشہور معاصر ابوعلی فارسی اور ان دونوں کے ہم طبقہ حضرات نے علم حاصل کیا۔(۲۱)

(۱۱) ابوبکر محمد بن حسن معروف بہ ابن درید، شاعر ادیب اور نحوی تھے۔ "جمهرة أنساب العرب " ان کی عمدہ تصنیف ہے۔ سیرافی اور ان کے صاحب زادے دونوں ان کے شاگرد ہیں۔ سیرافی نے ان سے علم لغت پڑھا ہے۔

(۱۲) ابوبکر محمد بن قاسم معروف بہ " ابن الأنباری" (۲۷۱ھ تا ۳۲۸ھ) ادیب، نحوی، قاری اور محدث تھے۔ انہوں نے کئی کتابیں بھی لکھی ہیں۔ ان سے سیرافی نے یعقوب بن سکیت کی " اصلاح المنطق" روایت کی ہے۔

(۱۳) ابوبکر محمد بن مزید معروف بہ ابن ازہر سے بھی سیرافی نے اخذ و استفادہ کیا ہے۔ چناں چہ " أخبار النحويين البصريين "میں ان سے

چار روایتیں مذکور ہیں۔

(۱۴) محمد بن عبد الواحد معروف بہ ''مطرز'' اور معروف بہ ''غلام ثعلب'' (۲۶۱ھ تا ۳۴۵ھ) سے سیرافی نے '' فصيح ثعلب '' روایت کی ہے ۔

(۱۵) ابو مزاحم موسی بن عبد اللہ خاقانی (متوفی ۳۲۵ھ) قاری اور محدث تھے۔ سیرافیؒ نے '' أخبار النحو يين البصريين '' میں ان سے متعدد روایتیں نقل کی ہیں۔(۲۲)

سیرافی کے مذکورہ چند اساتذہ ہی سے اندازہ ہوتا ہے کہ سیرافی کو ائمۂ فن اور اساطین علم سے تعلیم حاصل کرنے کا موقع ملا۔ سیرافی کے دیگر اساتذہ کا تذکرہ اختصاراً ترک کر کے انھی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

تلامذہ:

سیرافیؒ کو تعلیم و تعلم سے بڑا گہرا شغف تھا، چناں چہ عمر کا بیشتر حصہ درس و تدریس میں گذرا، جس کے نتیجے میں ان کے بہت سے شاگرد ہوئے ؛ جن میں سے چند مشہور تلامذہ یہ ہیں:

(۱) ابو اسحاقؒ: ابراہیم بن سعید بن طیب (متوفی ۴۲۲ھ) انھوں نے سیرافی سے ''الكتاب '' کی شرح (لأبي سعيد نفسه) پڑھی۔

(۲) ابو اسحاقؒ: ابراہیم بن علی فارسی، انھوں نے سیرافی سے خوب استفادہ کیا ہے۔

(۳) ابو طالبؒ: احمد بن بکری عبدی (متوفی ۴۲۲ھ)

(۴) احمد بن عبد الرحمانؒ عبسی: انھوں نے سیرافی کی ''أخبار النحويين البصريين '' روایت کی ہے۔

(۵) ابو عبد اللہؒ: حسین بن محمد بن جعفر الخالع (متوفی ۴۲۲ھ)

(۶) ابن خالویہؒ: ابو عبد اللہ حسین بن محمد بن خالویہ (المتوفی ۳۷۰ھ) انہوں نے اگر چہ سیرافی کے معاصر ابو علی فارسی سے بھی پڑھا ہے مگر ''قفطی'' کے بہ قول

ان کا رجحان ابوعلی فارسیؒ کے مقابلے میں سیرافیؒ کی طرف تھا۔

(۷) ابوالعلاءؒ: صاعد بن حسن بن عیسی بغدادی (متوفی ۴۱۰ھ) انھوں نے سیرافیؒ سے "الکتاب" اور "اصلاح المنطق" پڑھی۔

(۸) طلحہ بن کردان نجدیؒ: یہ سیرافی کے مشہور شاگردوں میں سے ہیں۔

(۹) ابومحمدؒ: عبداللہ بن حمود زبیدی اشبیلی (متوفی ۳۷۲ھ) یہ صاحبِ "طبقات النحویین البصریین والکوفیین" ابوبکر محمد بن حسن زبیدیؒ کے چچازاد بھائی تھے، سیرافیؒ کی وفات کے بعد انہوں نے ابوعلی فارسیؒ سے بھی پڑھا، ابوعلیؒ جہاں: قال الأندلسي اور سألني الأندلسي۔ فرماتے ہیں وہاں یہی مراد ہوتے ہیں۔

(۱۰) ابن جماعۃ: عزالدین بن ابوبکر معروف بہ ابن جماعۃ، مختلف علوم وفنون میں انتہا کو پہنچے ہوئے تھے۔ یہ دیارِ مصر کے نامور اور باکمال عالم تھے۔ انہوں نے بھی سیرافی سے استفادہ کیا ہے۔ ان کی تصانیف ایک ہزار سے زائد ہیں۔ (۲۳)

(۱۱) ابوالحسنؒ: علی بن عیسی الربعی (۳۲۸ھ تا ۴۲۰ھ) انہوں نے سیرافی سے فنِ ادب پڑھا ہے، نیز "الکتاب" اور ابن السراجؒ کی "الأصول" بھی پڑھی ہے۔

(۱۲) ابوحیان توحیدیؒ: علی محمد بن عباس (المتوفی ۴۰۰ھ) یہ سیرافیؒ کے اہم ترین شاگرد ہیں، انہوں نے سیرافیؒ سے "شرح کتاب سیبویہ" پڑھی تھی۔ سیرافیؒ کے تعارف اور مناقب میں جو کچھ ابوحیان توحیدیؒ نے کہا ہے وہ سب سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے، انھوں نے اپنے شیخ سیرافیؒ کا امام کی حیثیت سے تعارف کرایا ہے۔ نیز "الإمتاع والموانسہ" میں شیخ سیرافیؒ کے تفصیلی حالات ذکر کیے ہیں۔

(۱۳) ابن ندیمؒ: ابوالفرج محمد بن اسحاق المعروف بہ "ابن الندیم" (متوفی ۴۳۸ھ)۔ ابن الندیم سیرافی کے مشہور شاگردوں میں سے ہیں، ان کی "الفہرست لابن الندیم" مشہور ومتداول ہے۔

(۱۴) ابوالعباس محمد بن عبداللہؒ نحوی: معروف بہ ابن ورّاق (متوفی ۳۱۸ھ)۔

ابن وراق کئی قیمتی کتابوں کے مصنف اور مشہور نحوی ہیں، امام سیرافیؒ کے داماد بھی ہیں۔

(۱۵) ابوعبداللہ محمد بن احمد زہری اندلسی (متوفی ۶۱۷ھ)

یہ ادیب نحوی، لغوی اور محدث تھے۔ انہوں نے کئی قیمتی کتابیں تصنیف فرمائیں تھیں۔ جیسے شرح الإيضاح لأبي علي الفارسي في النحو (۱۵/جلدیں)، شرح المقامات، أقسام البلاغة و أحكام الصناعة (۲/جلدیں)۔ (۲۴)

(۱۶) ابوعبداللہ محمد بن محمد (متوفی ۳۴۴ھ) علم قرات کے شناور ہیں انہوں نے بھی کئی کتابیں تصنیف فرمائیں۔ انہوں نے سیرافی سے فن نحو پڑھا تھا۔ (۲۵)

تصانیف:

ابوسعید سیرافی نے زبان وقلم دونوں سے یکساں طور پر خدمات انجام دی ہیں، ان کی کتابیں علمی دنیا میں بہت مقبول ہوئیں، مثال میں صرف سیرافیؒ کی ''شرح الکتاب'' ہی کافی ہے۔

(۱) شرح كتاب سيبويه : شرح کتاب سیبویہ، لابی سعید سیرافی علم نحو کا قابل افتخار سرمایہ ہے، مصنفین و محققین اس شرح سے استفادہ کرتے رہے ہیں۔ خاص طور پر متقدمین علمائے نحو جیسے: ابن یعیش کی المفصل اور فارقی کی ''شرح اللمع'' کے بارے میں متقدمین کا کہنا ہے کہ انہوں نے بکثرت سیرافی کی اس شرح سے استفادہ کیا ہے۔ (۲۶)

سیرافی کے شاگرد رشید ابوحیان توحیدی اس شرح کے بارے میں لکھتے ہیں:

بعض لوگوں نے (۲۷) سیرافی کی شرح الکتاب پر تنقید کر کے اس میں خامیاں نکالنی چاہیں اور اس کا رد لکھنا چاہا، مگر ان کا زور سیرافی پر طعن و تشنیع کرنے تک تھا۔ وہ کوئی ٹھوس علمی تحقیقات نہیں تھیں۔ بالآخر ان کے پاس سرِ تسلیم خم کر دینے کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا۔ (۲۸)

سیرافی کی شرح الکتاب کے بارے میں ایک جگہ یاقوت حموی لکھتے ہیں:

سیرافی کی شرح الکتاب تقریباً تین ہزار اوراق پر مشتمل ہے۔ (جو آج کل

رائج طرز کے حساب سے تقریباً تیس جلدوں میں آئے گی۔)الکتاب کا کوئی دوسرا شارح، سیرافی کے قریب بھی نہیں ہے، ان کی یہ شرح متفقہ طور پر الکتاب کی سب سے اچھی شرح ہے، اگر ان کے حصے میں کتابِ سیبویہ کی شرح کے علاوہ اور کچھ نہ ہوتا تو صرف یہ شرح سیرافی کے فضل وکمال کے لیے کافی تھی۔ اس کی شرح کو ایک یہ امتیاز حاصل ہے کہ ان سے پہلے کسی نے الکتاب کی مکمل شرح نہیں لکھی تھی۔ یہ فضیلت بھی اسی شرح کے حصے میں آئی۔(۲۹)

(۲)شرح شواھد کتاب سیبویه : الکتاب میں جوشواہد اور دلائل ہیں، نیز جو آیات واحادیث، آثار واقوال اور اشعار وامثال وغیرہ بطور استشہاد پیش کیے گیے ہیں، اس کتاب میں ان کی بہترین تشریح کی گئی ہے۔(۳۰)

(۳) المدخل إلى كتاب سيبويه : اسے ایک طرح سے شرح الکتاب کا مقدمہ سمجھنا چاہیے۔ الکتاب پڑھنے والے کو جن چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ انہیں اس میں بیان کیا گیا ہے۔

(٤) الإقناع في النحو: قفطی اور حموی نے تو اس کتاب کی نسبت سیرافی کی طرف ہی کی ہے۔ جیسا کہ سیرافی کے صاحب زادے محمد بن یوسف لکھتے ہیں:

وضع أبي النحو في المزابل بالإقناع (يعني كتابه الإقناع) (۳۱)

لیکن ابوالعلاء نے یہ اضافہ کیا ہے کہ بغدادیوں کے بہ قول سیرافی نے اپنی مشہور کتاب" مقنع يا إقناع " باب تصغیر تک لکھی تھی۔ ان کی وفات کے بعد اسے ان کے صاحب زادے ابومحمد یوسف نے پورا کیا۔(۳۲)

(۵) ألفات الوصل و القطع : یہ کتاب بھی مفصل ہے۔ چناں چہ قفطی لکھتے ہیں کہ الفات الوصل والقطع تین سو (۳۰۰)اوراق پر مشتمل ہے۔

(٦) كتاب الوقف و الابتداء : یہ کتاب فنِ قرأت میں ہے۔ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے۔

(۷) كتاب صنعة الشعر و البلاغة: ابن ندیم اور یاقوت نے اس کو

سیرافی کی مصنفات میں ذکر کیا ہے۔

(۸) شرح مقصورة ابن درید

(۹) جزیرة العرب

(۱۰) شرح إصلاح المنطق

(۱۱) کتاب الإغراب في الإعراب

(۱۲) أخبار النحويين البصريين: اس کتاب میں نحات بصرہ کے تراجم وطبقات کو بیان کیا گیا ہے۔اس میں سیرافی نے اپنے اساتذہ تک تمام نحاتِ بصرہ کو بڑی خوش اسلوبی اور استناد کے ساتھ بیان کیا ہے۔ بیانِ احوال میں فرقِ مراتب کوبھی ملحوظ رکھا ہے۔یہ کتاب جتنی مختصر ہے اتنی ہی مستند ہے۔(۴۳)

مسلک:

شیخ سیرافی اہل سنت والجماعت میں سے حنفی المسلک تھے۔انہوں نے عمان کے متعدد بڑے حنفی فقہا سے علم فقہ حاصل کیا تھا، اور بعد میں جامع ''رصافة'' میں تقریباً پچاس سال فقہِ حنفی کے مطابق فتاویٰ لکھتے رہے۔ان کے مذہباً حنفی ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے؛ لیکن چوں کہ ان کے ایک استاد محمد بن صیمری معتزلی تھے، اس لیے بعض لوگوں نے ان کو کلامًا معتزلی کہہ دیا ہے۔ جب کے بعض دوسرے تذکرہ نگاروں نے ان سے اعتزال کی نفی کی ہے، یہی صحیح بھی ہے کہ وہ معتزلی نہیں تھے؛ اس لیے کے صیمری سے تلمذ کے باوجود صراحتا سیرافی کی طرف منسوب کوئی چیز ایسی نہیں ملتی جو اعتزال کے مطابق ہو؛ اس لیے ان کو معتزلی کہنا درست نہیں معلوم ہوتا۔(۴۴)

ذوق مناظرہ:

شیخ سیرافی میں جہاں اور بہت سی خوبیاں تھیں۔وہیں ان کو زبان وبیان میں مہارت، منطقی انداز میں بات کو ثابت کرنے کا ملکہ اور فریق مخالف کو زیر کرنے کی زبردست قدرت عطا ہوئی تھی، جس کے ساتھ علمی گہرائی وگیرائی مہمیز کا کام کرتی

تھی۔ مذکورہ خوبیوں کے ساتھ جب یہ کلام کرتے تو لوگ حیران وششدررہ جاتے۔ چناں چہ انہوں نے بارہا مدمقابل کو شکست دے کر اپنی فتح کے جھنڈے گاڑے ہیں۔ ان کے دو مناظرے مشہور ہیں۔

(۱) وزیر ابو الفتح فضل بن جعفر بن فرات کے دربار میں ۳۲۰ھ میں ایک مناظرہ متی بن یونس سے ہوا جس میں وقت کے بہت سے بلند پایہ علما موجود تھے۔ جیسے: ابو بشر، ابن رباح ، ابن کعب، ابوعمر وقدامہ بن جعفر، زہری، علی بن عیسی نحوی، ابوفراس، ابن رشید، ابن عبد العزیز الہاشمی، ابن یحییٰ علوی، رسول بن طغج مصری اور مرزبانی وغیرہ۔

جس کا خلاصہ یہ ہے کہ متی بن یونس کہتا تھا کہ حق و باطل، صدق وکذب اور خیر وشر میں امتیاز کرنے والی چیز صرف منطق ہے۔ منطق ہی کے ذریعہ حق کی معرفت ہوسکتی ہے۔ منطق سے تمام علوم کو حاصل کیا جاسکتا ہے۔

وزیر نے دربار میں علماء سے کہا کہ کوئی متی بن یونس سے مناظرہ کرکے حق واضح کرے۔ مجلس میں سے کوئی کھڑا نہیں ہوا، جب وزیر نے دوبارہ کہا اور علما کو ان کی ذمہ داری کا احساس دلایا تو سیرافی کھڑے ہوئے اور متی بن یونس فلسفی کو شکست دی۔

اس مناظرے کی روداد علی بن عیسیٰ نحوی نے قلم بند فرمائی۔ تفصیل کے لیے ''الإمتاع والموانسۃ لأبی حیان توحیدی'' ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) ابو الفتح ابن العمید کے دربار میں ۳۶۴ھ میں فلسفی ابوالحسن عامری نیشاپوری سے بھی سیرافی کا ایک مناظرہ ہوا تھا جس میں سیرافی نے انہیں شکست دی تھی۔ (۳۵)

درس وتدریس اور فتوی نویسی:

سیرافی کی زندگی کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ کئی لوگ مل کر جتنا کام کرتے ہیں وہ اکیلے ہی اتنا کام کر گیے۔ ایسا لگتا ہے جیسے وہ اپنی ذات میں ایک

انجمن ہوں ، وہ بہ یک وقت محدث، قاضی، فقیہ، قاری، متکلم، لغوی، نحوی، شاعر، مہندس، ماہر علم الفرائض اور حساب داں تھے اور انہوں نے یہ سارے علوم پڑھائے بھی ہیں۔ وہ روزانہ بہت سارے اسباق پڑھاتے تھے۔ سیرافی کا ایک کارنامہ یہ بھی ہے کہ انہوں نے جامع رصافہ میں پچاس سال فقہِ حنفی کے مطابق فتاویٰ لکھے جن میں کبھی ان کی کوئی غلطی یا لغزش نظر نہیں آئی۔

عہدۂ قضا:

سیرافی اپنے استاد قاضی ابو محمد بن معروف کے بعد بغداد کے قاضی ہوئے۔ اوّلاً صرف مشرقی بغداد کے قاضی تھے۔ پھر مشرق و مغرب دونوں اطراف کے قاضی بن گئے۔ آخر میں پھر سے صرف مشرقی بغداد کے قاضی رہے۔ انہوں نے امورِ قضا کی انجام دہی پر کبھی کوئی اجرت نہیں لی بلکہ لوجہ اللہ یہ خدمت انجام دیتے رہے۔ (۳۶)

زہد و عبادت:

شیخ سیرافی متدین، پرہیز گار، زاہد و عابد خاشع انسان تھے۔ ان کا معمول تھا کہ دن میں تلاوتِ کریم اور دوسری ذمہ داریوں میں مصروف رہتے۔ جب کہ رات میں اذکار و نوافل کا شغل رہتا۔ ان کے سامنے جب بھی موت اور مابعد الموت کا تذکرہ ہوتا تو ان پر گریہ طاری ہو جاتا اور کھانا پینا چھوڑ دیتے تھے۔ سیرافی جوانی کے گذر جانے پر بڑا افسوس کرتے تھے، لیکن اگر کسی معاصر کے بال سفید ہوتے دیکھتے تو اسے دیکھ کر ان کو تسلی ہوتی تھی۔

خطیب بغدادی لکھتے ہیں کہ سیرافی متقی اور پرہیز گار تھے۔ انہوں نے کبھی امورِ قضا پر اجرت نہیں لی بل کہ اپنے دستِ ہنر سے کما کر گذارہ کرتے تھے۔ چناں چہ روزانہ دس اوراق کی کتابت کر کے قضاء کی ذمہ داریوں کو انجام دیتے تھے۔ اپنے لکھے ہوئے اوراق معمولی قیمت پر فروخت کرتے تھے۔ چناں چہ دس اوراق دس درہم میں بیچتے تھے۔

عبادت کا یہ عالم تھا کہ سیرافی نے چالیس سال یا اس سے بھی زیادہ روزے رکھے۔(۳۷)

سیرافی اپنی مجالس میں آئندہ کل پر یہ اشعار بہ کثرت پڑھتے تھے۔

اسکُن اِلی سَکَنٍ تُسَرُّ بِہ ذھب الزّمان وأنت منفردُ

ترجُوُ غَداً وغدٌ کحاملة في الحيِّ لایدرون ماتلدُ!

سیرافی کبارِ علماء کی نظر میں:

سیرافی کے بارے میں علمائے امت نے بڑے وقیع تبصرے فرمائے ہیں ،چناں چہ مفسر قرآن ابو حیان توحیدی ''تقریظ الجاحظ'' میں رقم طراز ہیں کہ ابوسعید سیرافی امام الائمہ، بہترین نحوی، فقیہ، لغوی، قاری، محدث، متکلم، شاعر، حساب داں اور مہندس تھے۔

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

...فقہ، حدیث، عربیت اور قضا میں سیرافی مرجع خلائق تھے۔ وہ معتدل مزاج اور میانہ رو انسان تھے، کئی بادشاہ ان کو تعظیمی خطوط لکھتے اور مسائل دریافت کرتے تھے۔ ان سے ایک سرکاری عہدہ قبول کرنے کی فرمائش ہوئی تو سیرافی باز رہے اور فرمایا کہ اس کام کے لیے بڑی جرأت وجسارت اور سیاست کی ضرورت ہے اور یہ دونوں چیزیں میرے اندر نہیں ہیں۔

سیرافی کے بارے میں ابن فرات لکھتے ہیں:

قاضی ابوسعید سیرافی بے مثال عالم و فاضل تھے، خاص طور پر علمِ نحو میں ان کی نظیر نہ تھی۔ (۳۸)

سیرافی کو اللہ تعالیٰ نے ہر اعتبار سے نوازا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ہر چھوٹا، بڑا ان کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ ان کے اساتذہ بھی ان کو بڑی اہمیت دیتے تھے۔ جیسے شیخ

تقی الدین شمنی، صیمری، فقیہ کرخی، رئیس الرؤساء ابوالقاسم علی بن حسن وغیرہ ان سے خصوصیت کا معاملہ فرماتے تھے۔ (۳۹)

معاصرین کے درمیان سیرافی کا مقام:

معاصرین ہر کامیاب انسان سے مقابلہ آرائی کرتے رہے ہیں اور یہ سچ بھی ہے کہ معاصرت میں عمومًا منافست پیدا ہو ہی جاتی ہے، لیکن مستقل مزاج اور یکسو انسان اس نازک وادی کو بخوبی قطع کر کے کامیابی کی منازل طے کر لیتا ہے، جب کہ یہی چیز کچھ لوگوں کے لیے مزلّۃ الاقدام ثابت ہوتی ہے۔

شیخ سیرافی سے سب سے زیادہ منافرت اور منافست رکھنے والے معاصر شیخ ابوعلی فارسی (۴۰) ہیں جنہوں نے سیرافی کی "شرح الکتاب" کا رد لکھنے کی بھی کوشش کی تھی۔ ان کے علاوہ سیرافی کے ہم عصر علما میں علی بن عیسیٰ رمانی، ابن اطراغی، ابن شاذان، ابن وراق اور ابن حیوہ وغیرہ تھے۔ ابوسعید ان سب میں فائق تھے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیے: معجم الأدباء (ج:۲/ص:۸۸۸-۷۹۳)

سیرافی کے مذکورہ بالا حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک عبقری اور مثالی شخصیت تھے، اس لیے کہ علم وعمل، فضل وکمال، زہد وورع، عبادت وتلاوت، بصیرت و انائی اور خلوص وللّٰہیت وغیرہ میں نمونۂ عمل تھے۔ کم ہی شخصیات اس قدر گوناگوں صلاحیتوں کی مالک ہوتی ہیں۔ **ذلک فضل اللہ یؤتیه من یشاء.**

وفات:

یہ عالم تاب آفتابِ علم وعرفان تقریبًا ۸۴/سال کی عمر میں بروز پیر، قبل العصر، ۲/رجب ۳۶۸ھ میں غروب ہو گیا۔ إنا للہ وإنا إلیہ راجعون

ان کی تاریخِ وفات میں اختلاف ہے، ایک قول کے مطابق ان کا سنِ وفات ۳۶۴ھ ہے جب کہ دوسری روایت کے مطابق ۳۶۵ھ ہے۔ پہلا قول زیادہ

صحیح ہے۔واللہ أعلم۔

سیرافی کی وفات طائع باللہ بن محمد مطیع اللہ کے دورِ خلافت میں بغداد میں ہوئی۔اور تدفین مقام خیزران کے قبرستان میں ہوئی۔(۴۱)

مرثیے کے چند اشعار:

ان کی وفات پر رضی موسوی نے ان کا مرثیہ لکھا تھا۔جس کے چند اشعار یہ ہیں:

لـم يَـنسـنـا كافي الكُفاةِ مَصابَه — حتّى دهانا فيک خطَب مُضلعُ

قَـرَحٌ عَـلَـى قرحٍ تقاربَ عَهده — اِنَّ القُروحَ عَلَى الْقُرُوحِ لأوجعُ

وَتَلاحُـن الـفُضَلاء أعدَلُ شاهدٍ — أنّ الـحـمـام بـكـلّ علقٍ مُولعُ

(۳)

أخبار النحويين البصريين

(تعارف وتبصرہ)

اسلامی میراث میں دوسرے علوم وفنون کی طرح نحو اور نحات پر بھی بہت کچھ لکھا گیا ہے، اور متنوع طریقہ سے لکھا گیا ہے چنانچہ کچھ معاجم میں طبقاتِ نحات کو سنینِ وفات کی ترتیب پر جمع کیا گیا ہے؛ جب کہ کچھ کتابوں میں تراجم نحات حروف تہجی کی ترتیب پر لکھے گیے ہیں، اس میں بھی بعض حضرات نے اولاً ''محمدین'' اور'' أحمدين ''کو جمع کیا ہے، اس کے بعد حروف تہجی کے اعتبار سے دوسرے نحات کو ذکر کیا ہے۔

اس سلسلے کی چند اہم اور قابلِ ذکر کتابیں ترتیبِ زمانی کے حساب سے درج ذیل ہیں:

(۱) سب سے پہلے محمد بن یزید معروف بہ امام مبردؒ نے نحات کے حالات پر کتاب لکھی تھی جو اب تک کی دستیاب کتابوں میں سب سے پرانی کتاب ہے۔

(۲) **مراتب النحويين:** لأبي الطيب عبدالواحد بن علی الحلبي اللغوی (متوفی ۳۵۱ھ)۔ ۱۳۷۵ھ میں محمد ابوالفضل ابراہیم مصریؒ کی تحقیق سے دار نہضۃ مصر/ قاہرہ سے اس کتاب کی اشاعت ہوئی۔

(۳) **أخبار النحويين البصريين:** للقاضی أبی سعید سیرافیؒ (متوفی ۳۶۸ھ)۔ اس کتاب کو سب سے پہلے ۱۹۳۶ء میں مستشرق محقق فریتس کرنکو نے قلمی مخطوطے کی مدد سے مرتب کر کے شائع کیا۔

(۴) **طبقات النحويين واللغويين:** لأبی بکر محمد بن حسن بن عبداللہ زُبیدیؒ اندلسی (المتوفی ۳۷۹ھ یا ۳۸۰ھ)۔ محمد ابوالفضل ابراہیمؒ ہی نے ۱۳۷۳ھ میں یہ کتاب بھی شائع کی۔ یہ بھی اپنے موضوع پر بہترین کتاب ہے۔

(۵) ابومحمد عبداللہ بن جعفر بن درستویہ نے ایک کتاب لکھی، یہ بھی قیمتی کتاب رہی ہوگی۔ ہمیں یہ کتاب دستیاب نہ ہوسکی اور نہ ہی نام معلوم ہوسکا، البتہ اس کا تذکرہ ملتا ہے۔

(۶) ابوعبداللہ محمد بن عمران مرزبانی نے ”**المقتبس في أخبار النحاة والأدباء والشّعراء والعلماء**“ کے نام سے ۱۹؍جلدوں پر مشتمل ضخیم کتاب لکھی، اس میں ضخامت کے باوجود تراجم کی کثرت نہیں ہے؛ کیوں کہ اس میں تراجم بہت لمبے ہیں۔ ابوعبداللہ مرزبانی کا یہ کارنامہ چوتھی صدی ہجری کا ہے۔ یہ کتاب مطبوع نہیں ہے۔ اس کا تین مرتبہ اختصار کیا گیا ہے، جس کی تفصیل اس طرح ہے:

(۱) ”**المنتخب**“ یہ ساتویں صدی ہجری کے اوائل میں لکھا گیا جو موجود نہیں ہے۔

(۲) ”**المختار**“ یہ بھی ساتویں صدی ہجری کے اوائل میں لکھا گیا، یہ موجود ہے۔

(۳) اصل کتاب ”**المقتبس**“ اور ”**المنتخب**“ کو ملا کر ”نور

القبس ‘‘ کے نام سے اختصار کیا گیا۔ یہ اختصار ابوالمحاسن یوسف ابن احمد یغموری نے ساتویں صدی کے نصف اول میں لکھا اور ’’ دار النشر / فرانس، شتا یز، قیسباڈن‘‘ سے متشرق رُودُولف زلہایم کی تحقیق سے ۱۳۸۴ھ/ ۱۹۶۴ء میں شائع ہوا۔ (۴۲)

(۷) تاریخ العلماء النحویین من البصریین والکوفیین وغیرھم: للقاضی مفضل بن محمد بن مِسْعَر (متوفی ۴۴۲ھ)۔ دکتور عبدالفتاح الحلوؒ کی تحقیق سے ۱۴۰۱ھ/ ۱۹۸۱ء میں ادارۃ الثقافۃ والنشر بجامعہ الإمام محمد بن سعود الاسلامیہ/ ریاض سے اس کی اشاعت ہوئی۔

(۸) شجرة الذهب في أخبار أهل الأدب: لعلي بن فضال مجاشعي، اس کتاب پر یاقوت حمویؒ نے درج ذیل تبصرہ کیا ہے:

وَجَدتُه كثير التّراجم قليل الفائدة؛ لكونه لايعني بالأخبار ولا يعبأ بالوفيات والأعمار۔ یہ کتاب بھی عام دستاب نہیں ہے۔

(۹) نزهة الألباء في طبقات الأدباء أي النّحاة: لأبي البركات عبدالرحمان بن محمد الأنباري (المتوفی ۵۷۷ھ) اپنے موضوع پر یہ شاندار کتاب ہے، اس میں ابن الانباریؒ نے ۴۸۵ نحات کا تذکرہ کیا ہے۔ سب سے آخر میں ’’ابن الشجر ی‘‘ متوفی ۵۴۲ھ کے حالات ہیں۔ یہ کتاب دار الفکر العربی/ قاہرہ سے ۱۴۱۸ھ/ ۱۹۹۸ء میں ابوالفضل ابراہیمؒ ہی کی تحقیق سے شائع ہوئی۔

(۱۰) إنباه الرواة على أنباء النّحاة: للوزير جمال الدين أبي الحسن على بن يوسف القفطى (المتوفی ۶۲۴ھ)۔ یہ کتاب تین جلدوں پر مشتمل ہے، جس میں ۹۷۶ نحات کے سوانحی حالات درج ہیں، استاد محمد ابوالفضل ابراہیمؒ ہی کی تحقیقات سے ۱۳۶۹ھ سے ۱۳۸۰ھ کے درمیان مختلف مرحلوں میں دار الفکر العربی/ قاہرہ مصر سے شائع ہوئی۔

(۱۱) إشارة التعيين وتراجم النحاة والنحويين: لعبدالباقی بن عبد

الحمید کافی (٦٨٠ھ تا ٧٤٣ھ) اس کتاب میں چوتھی صدی ہجری سے آٹھویں صدی ہجری تک کے ٢٤٦ نحات کا تذکرہ ہے۔ عبدالباقی کافی نے اپنی کتاب کی ابتدا احمد بن ابراہیم شیبانیؒ (المتوفی ٢٩٧ھ) کے حالات سے اور اختتام عبداللہ بن ہشام بن یوسف (متوفی ٧٦١ھ) پر کیا ہے۔ یہ کتاب دکتور عبدالمجید دیاب کی تحقیق سے مرکز لملک فیصل للبحوث والدراسات الإسلامیہ سے ١٤٠٦ھ میں پہلی بار شائع ہوئی۔

(١٢) البُلغة في تراجم أئمة النّحو واللّغة: للعلامه مجد الدین أبی طاهر محمد بن یعقوب بن محمد إبراهیم فیروز آبادیؒ (المتوفی ٨١٧ھ) اس میں ٤٢٤ نحات ولغویین کا تذکرہ ہے۔ ١٤٢١ھ/ ٢٠٠٠ء میں استاد محمد مصری کی تحقیق سے دار سعد الدین سے پہلی مرتبہ شائع ہوئی۔

(١٣) طبقات النّحاة واللّغویین: للعلاّمہ تقی الدّین ابوبکر بن احمد بن محمد اسدی شہبی المعروف بہ ابن قاضی شہبۃ (٧٧٩ھ تا ٨٥١ھ) یہ کتاب طبقات ابن قاضی شہبہ کے نام سے بھی جانی جاتی ہے۔ ١٣٧٢ھ/ ١٩٧٤ء میں دکتور محسن غیاض کی تحقیق سے مطبوعۃ النعمان/ نجف سے شائع ہوئی۔

(١٤) بغیة الوعاة في طبقات اللّغویین والنّحاة: للعلامۃ جلال الدین سیوطیؒ (المتوفی ٩١١ھ)۔ یہ پہلی بار ١٣٢٦ھ میں شیخ احمد بن امین شنقیطیؒ کی تحقیق سے مطبعۃ عیسیٰ البابی الحلبی / مصر سے شائع ہوئی۔ تراجم نحات پر ان کے علاوہ بھی کتابیں لکھی گئیں ہیں، جیسے: قریبی زمانے میں بھی "المدارس النحویة اور النحو والنحاة" وغیرہ لکھی گئیں۔ (٤٣)

اخبار النحویین البصریین:

"أخبار النحویین البصریین" کو مصنفین واصحاب معاجم نے مختلف ناموں سے ذکر کیا ہے، چناں چہ تاریخ بغداد (ج:٨/ص:٧٥) اور الإنباه (ج:١/ص:٣٤٩) میں اس کا نام أخبار النّحاة ذکر کیا ہے۔ روضة الجنات (ج:٣/ص:٧٢) میں أخبار

النّحاة البصريين ؛ الفهرست میں ’’أخبار النحويين ‘‘اوروفیات الاعیان، بغية الوعاة اورمعجم الادباء میں أخبار النحويين البصريين کے نام سے ذکر کیا ہے۔

کتاب کی محقق اشاعتیں:

أخبار النحويين البصريين اب تک کئی محققین کی تحقیق سے شائع ہو چکی ہے:

(۱) پہلی مرتبہ ۱۹۳۶ء میں جاپانی مستشرق اسکالر فریتس کرنکو (۱۸۷۲ء تا ۱۹۵۳ء) نے بیروت کے کیتھولک مکتبے سے شائع کی۔

(۲) ۱۳۷۴ھ مطابق ۱۹۵۵ء میں مصطفیٰ البابی حلبی کے مطبع واقع مصر سے اساتذۂ جامعہ ازہر: دکتور طٰہٰ محمد زینی اور دکتور عبدالمنعم خفاجی کی تحقیق سے شائع ہوئی۔

(۳) ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۹۸۵ء میں مکتبہ دارالاعتصام/مصر سے دکتور ابراہیم البناء کی تحقیق سے شائع ہوئی۔

جس میں چھوٹی تقطیع کے ۱۵۶؍صفحات ہیں، شروع میں محقق کی طرف سے ۱۸؍صفحات پر مشتمل طویل معلوماتی اور تحقیقی مقدمہ ہے، جس میں مصنف کی زندگی سے سیر حاصل بحث کرنے کے علاوہ سابقہ محققین کی تحقیقات کا بھی ذکر ہے، دکتور محمد ابراہیم بناء نے کتاب کے دو مخطوطوں پر اعتماد کیا ہے، ایک قاہرہ میں ہے اور دوسرا مکہ میں ہے، جو مکمل نہیں ہے۔ (یہ دونوں نسخے انٹرنیٹ پر بھی دستیاب ہیں۔)

دکتور ابراہیم نے شخصیات اور روات کا مختصر تعارف پیش کرنے کا التزام کیا ہے، نیز اشعار وغیرہ کے مراجع کے حوالے بھی درج کیے ہیں، آخر میں مختلف طرح کی فہرستیں درج کی ہیں، جن میں اولا آیات قرآنیہ، احادیث شریفہ کی فہرست ہے، اس کے بعد اشعار کی فہرست بحر کی تعیین کے ساتھ ہے، پھر اعلام، قبائل و جماعات اور اماکن و بلدان کی فہرست ہے۔

(۴) مکتبہ الثقافة الدينية نے علماء کی ایک جماعت کی تحقیق سے شائع کی،

نیٹ پرصرف اس کا سرِ ورق دستیاب ہوسکا ہے۔

(۵) مرکز تراث البصر ہ سے شیخ رافد الفتال کی تحقیق سے بھی یہ کتاب شائع ہوئی ہے، کتاب بڑے سائز کے ۳۰۰/ سے زائد صفحات پر مشتمل ہے، اس ایڈیشن میں محقق نے واقعی تحقیق وتطویل سے کام لیا ہوگا، نیٹ پرصرف اس کا سرِ ورق دستیاب ہے۔

طریقۂ محققین:

کتاب پر محنت صرف کرنے والے محققین نے پہلے کتاب کے مخطوطوں تک رسائی حاصل کی، پھر مخطوطوں کا مقارنہ کر کے عبارت کو چھان پھٹک کر قاری کے سامنے پیش کیا ہے، نسخوں کے اختلاف کی حاشیے میں وضاحت کی ہے، اگر اصل میں کوئی غلطی ہے، تو اس کی نشان دہی کی ہے، محرف اور مصحف الفاظ کی تصحیح کی ہے۔ نیز روایات کے تعددِ طرق کو بھی ذکر کیا ہے۔ کسی، کسی نے معروف طریقے کے مطابق کتاب میں آنے والے رواۃ اور شخصیات کا مختصر تعارف دیا ہے۔ اوران کے احوال کے لیے کہیں، کہیں مصادر و مراجع بھی ذکر کیے ہیں۔

کتاب کے اشعار کی تخریج کے ساتھ، ساتھ الفاظ کی تشریح کا بھی اہتمام کیا ہے، پیچیدہ مقامات کی مناسب سی تشریح بھی کی ہے۔ اس میں سب سے اہم کام مختلف نسخوں کا مقارنہ اور عبارت کی تصحیح ہے۔

مختلف قلمی نسخے:

کتاب کے دو ہی مخطوطے پائے جاتے ہیں:

(۱) ایک مخطوطہ مکتبہ شہید اندراج نمبر ۱۸۴۲/ کا عکس جو معہد المخطوطات العربیہ/قاہرہ میں ہے، یہ مخطوطہ ۱۹۱/ صفحات پر مشتمل ہے، جو خط کوفی جلی میں لکھا ہے۔ آں جہانی کرنکو نے اسی مخطوطے کو بنیاد بنا کر شائع کیا ہے۔

(۲) دوسرا مخطوطہ مرکز البحث العلمی بجامعۃ ام القری/مکہ مکرمہ (زادہا اللہ شرفا

وعظمتہ) میں ہے، جو مکمل نہیں ہے۔

أخبار النحويين البصريين علماء کی نظر میں:

أخبار النحويين البصريين تراجمِ نحات پر قدیم ترین کتاب اور قابلِ اعتماد مرجع ہے۔ محققین اور سیرت نگار ہر زمانے میں اس کتاب سے نقل کرتے رہے ہیں؛ جیسے: ابن ندیم الفهرست میں، قفطی الإنباه میں، یاقوت حمویؒ معجم الأدباء میں، ابوالبرکات انباری نزهة الألباء میں، ابن خلکان وفيات الأعيان میں اور سیوطیؒ بغية الوعاة میں، علامہ مرزا محمد باقر اصفہانی روضات الجنات في أحوال العلماء والسادات میں اس سے نقل کرتے ہیں، جیسا کہ یاقوت حمویؒ نے صراحت کی ہے: نقلنا أيضاً فوائدهُ إلى هذا الكتاب. (معجم الادباء ج: ۱/ ص: ۶)

قفطیؒ فرماتے ہیں: كتاب أخبار النّحاة لطيف. (إنباه الرّواة على أخبار النّحاة ج: ۱/ ص: ۳۴۹)

علامہ سیوطیؒ نے بھی کئی جگہ "أخبار النحويين البصريين" کا تذکرہ کیا ہے۔

ابن خیرؒ اشبیلی الفهرست میں ذکر کرتے ہیں کہ ابومحمد عبداللہ بن اسماعیل لخمیؒ نے سیرافیؒ کی اس کتاب کو اور طبقاتِ زبیدی کو ملا کر طبقات نحات پر ایک کتاب لکھی۔

مذکورہ بالا اقوال سے سیرافیؒ کی اس کتاب کی اہمیت اور استناد کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔

ترتیب کتاب:

قاضی ابوسعید سیرافی نے اولا وضع وتدوین نحو کے اسباب پر کلام کیا ہے، اس سلسلے میں وارد مختلف روایتیں بیان کی ہیں، اس کے بعد درجہ بہ درجہ دوسری اور تیسری صدی کے اعلام نحاتِ بصرہ کو بیان کیا ہے، اعلام سے بحث کرنے میں ان کے مراتب

کا خیال کیا ہے، ایک خاص چیز جو سیرافی کے یہاں واضح طور پر نظر آتی ہے، یہ ہے کہ وہ "**أخذ بعضهم عن بعضهم**" کو خصوصیت کے ساتھ بیان کرتے ہیں، مثلا: اس طرح بیان کرتے ہیں کہ فلاں نے کن سے استفادہ کیا ہے اوران کے رفقاء میں کون زیادہ ماہر ہوئے یا مثلا فلاں کے شاگردوں میں کون زیادہ باکمال ہوا۔

بہت سے علماء ایسے ہوئے ہیں جو ایک سے زائد فنون میں شہرت رکھتے ہیں (جیسا کہ خود سیرافیؒ بھی متعدد فنون میں بلندی کو پہنچے ہوئے تھے،) نحات بصرہ میں بھی ایسی ہستیاں تھیں، جو فن نحو کے ساتھ، ساتھ لغت وشعر وغیرہ میں بھی مہارت کی حامل تھیں، ایسے اعلام کو سیرافی نے مستقل عنوان کے تحت ذکر کیا ہے۔

سیرافی سے پہلے نحات بصرہ کے تراجم پر ابوالعباس مبرد نے کتاب لکھی تھی، انھوں نے اپنے شیخ مازنیؒ تک کی شخصیات کے تراجم لکھے تھے۔ سیرافی نے اس سے خوب استفادہ کیا ہے، اس کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ شیخ سیرافی نے امام مبرد تک تفصیل سے کلام کیا ہے اور امام مبردؒ کے بعد ان کے تلامذہ کے تراجم کو جلدی جلدی بیان کر دیا ہے۔

مصنف کا طرزِ کلام:

امام سیرافیؒ تراجم پر لکھی جانے والی کتابوں کی طرح نام، پیدائش، وطن، تعلیم وتدریس اور تصنیف وغیرہ سے وفات تک کی ترتیب نہیں اختیار کرتے، بلکہ ان کا اندازِ بحث تحلیل وتجزیہ والا ہے، وہ روایات وآثار بیان کرتے ہیں، علمی مرتبہ اور آثار سے بحث کرتے ہیں، نیز بیان طبقات کے ساتھ، ساتھ اساتذہ وتلامذہ کا ذکر کرتے ہیں؛ لیکن سیرافیؒ نے جتنا لکھا ہے وہ معتبر اور مستند ہے، سیرافی نقل وروایات میں اثبت ہیں، ان کا اسلوب بیان واضح اور خوبصورت ہے اور ترتیب عمدہ ہے۔

کتاب کے زیادہ ترحصے کا انحصار تو سیرافی کے اساتذہ: ابوبکر ابن السراج مبرمان اور ابن درید وغیرہ پر ہے، تاہم امام سیرافیؒ اپنی کتاب میں دو طرح کی عبارتیں

لاتے ہیں:(۱) نقول (۲) روایات

"نقول" سے وہ عبارتیں مراد ہیں جہاں سیرافی صراحتاً یہ لکھتے ہیں: قال أبو العبّاس "محمّد بن یزید" وہ مضمون امام مبرد کی کتاب سے منقول ہوتا ہے اور "روایات" وہ حصہ ہے جسے سیرافی اپنے شیخ ابوبکر بن السراج وغیرہ سے "عن المبرد وغیرہ" کے طریق سے بیان کرتے ہیں۔ کتاب میں زیادہ تر نقول ہی ہیں جو مبردؒ کی کتاب سے مستفاد ہیں اور ایسا لگتا ہے کہ سیرافیؒ روایات ان مضامین سے متعلق لاتے ہیں جو امام مبردؒ کی کتاب میں نہیں ہوتے۔

امام سیرافی کی کتاب کا بڑا حصہ تو امام مبرد کی کتاب سے مستفاد ہے، اس کے باوجود ابومزاحم، ثعلب، ابوحاتم، محمد بن جحم، زجاج اور ابن سراج وغیرہ سے بھی کافی روایات ہیں، ان کے علاوہ اور بھی کچھ رواۃ ہیں، جن کو ماقبل میں سیرافی کے اساتذہ کی فہرست میں تعداد روایات کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے۔

جس طرح سیرافیؒ نے امام مبردؒ کی کتاب سے استفادہ کیا ہے جس طرح سیرافیؒ کی اس کتاب سے ان کے شاگرد ابن الندیم نے "الفہرست" میں خوب استفادہ کیا ہے، اسی طرح ابن سلام نے نحات بصرہ کے پہلے پانچ طبقے وہی بیان کیے ہیں جو سیرافی نے ذکر کیے ہیں۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ کتاب "أخبار النحویین البصریین و مراتبھم و أخذ بعضھم عن بعضھم" پڑھنے اور استفادہ کرنے سے تعلق رکھتی ہے، جس میں بہت سے لطائف و نکات اور علمی ابحاث بھی پڑھنے کو ملتے ہیں۔

(۴)

طبقات نحات

ایک تعارف

جس طرح ایک انسان، بچپن، جوانی، کہولت اور بڑھاپے جیسے مختلف ادوار سے گذرتا ہے، اسی طرح ہر علم وفن پر مختلف ادوار آتے ہیں، علم نحو بھی ان ادوار سے یقیناً گذرا ہے اور علمائے نحو کے بھی متعدد طبقات ہیں جنہیں صاحبِ ''أخبار النحويين البصريين'' قاضی ابوسعید سیرافی (م۳۶۸ھ)، صاحبِ ''مراتب النحويين'' ابوطیب عبدالواحد لغوی (م۳۵۱ھ)، صاحبِ ''طبقات النحاة و اللغويين'' قاضی ابن تقی الدین ابنِ شہبہ (م۸۵۱ھ)، صاحبِ ''نزهة الألباء في طبقات الأدباء'' ابوالبرکات أنباری (م۵۷۷ھ)، صاحبِ ''طبقات فحول الشعراء'' محمد بن سلام اور صاحبِ ''طبقات النحويين واللغويين'' محمد بن حسن زبیدی (م۳۷۹ھ) جیسے علماء نے بیان بھی کیا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ طبقات محدثین وفقہاء کی طرح طبقات نحات کی خدمت نہیں ہوئی ہے، جس طرح فقہا کا ہر طبقہ متعین ہے، طبقات کی تعداد بھی متعین ہے، پھر متقدمین ومتأخرین کی بھی واضح تعیین موجود ہے؛ اس طرح کی تحدید طبقاتِ نحات میں نہیں ہے، حتی کہ اس بات کی بھی واضح تعیین نہیں ملتی کہ نحاتِ متأخرین کی ابتداء کس شخصیت سے ہوتی ہے؟ جیسا کہ شیخ احمد طنطاوی نے بھی اپنی کتاب ''نشأة النحو تاريخ أشهر النحاة'' میں اس حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ (۴۴)

تاہم متأخرین کی ابتداء کے سلسلے میں اتنا تو طے ہے کہ بغدادی مکتبِ فکر (۴۵)

کے زوال سے پہلے تک متقدمین کا دور مانا جاتا ہے، اس کے بعد متأخرین کا دور شروع ہوتا ہے اور بغدادی مکتب فکر ، درستویہ (م ۳۴۷ھ) ، ابو بکر ابن الأنباری (م ۳۲۸ھ)، نفطویہ (م ۳۲۳ھ)، مبرمان (م ۳۴۵ھ)، زجاجی (م ۳۲۵ھ) اور ابن کیسان (م ۲۲۹ھ) وغیرہ پر ختم ہو جاتا ہے(۴۶)، یہ نحات متقدمین کا آخری ٹولہ ہے۔

متأخرین کی ابتداء شیخ ابو علی فارسی ، ابن خالویہ اور ان کے ہم عصر علماء سے ہوتی ہے، گویا چوتھی صد ہجری کے اواخر سے متأخرین کا زمانہ شمار کیا جاتا ہے، اس کی تائید میں علامہ رضی الدین استرابادی کی ایک عبارت بطور دلیل پیش کی جاتی ہے، وہ شرح الکافیہ، بابِ اسم مفعول میں فرماتے ہیں:

> ''متقدمین کے کلام میں ایسی کوئی چیز نہیں ملتی ،جس سے یہ معلوم ہو کہ اسم مفعول کے عمل کرنے کے لیے اس کا حال یا استقبال کے معنیٰ میں ہونا شرط ہے؛ لیکن متأخرین جیسے ابو علی اور ان کے بعد کے حضرات نے صراحتاً اسم فاعل کی طرح ، اسم مفعول کے اعمال کے لیے بھی حال یا استقبال کی شرط لگائی ہے۔''

بہر حال علماء نحو کے طبقات وتراجم مختلف طرح سے بیان کیے گیے ہیں۔
ہم تدوین فن نحو سے لے کر اب تک کے علما کو درج ذیل خطوط پر بیان کریں گے:

نحات کی اولاً دو قسمیں ہیں:

(۱) متقدمین (۲) متأخرین

عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ متقدمین نحات کا اطلاق بصریہ اور کوفیہ پر ہوتا ہے، لیکن ایسا نہیں ہے بل کہ متقدمین میں بغداد، مصر، شام اور اندلس وغیرہ کے علمائے نحات بھی شمار ہوتے ہیں اگر چہ وہ متقدمین کا آخری دور ہے۔ اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

متقدمین کے چار دور:

فن نحو کے ابتدائی مرحلے کو چار ادوار میں تقسیم کیا جاتا ہے:

(۱) طور الوضع والتکوین، اس میں خالص بصری مکتب فکر کا حصہ ہے۔

(۲) طور النشأ والنمو، اس میں بصری اور کوفی دونوں مکاتب فکر کا کردار رہا ہے۔

(۳) طور النضج والکمال، اس میں بھی کوفی اور بصری دونوں مکاتب فکر کی حصہ داری رہی ہے۔

(۴) طور الترجیح، اس مرحلے میں بغداد نے نمایاں خدمات انجام دی ہیں اگر چہ اس مرحلے میں اندلسی، مصری اور شامی نحات کا بھی حصہ رہا ہے۔ یہ فن نحو کا سنہری دور رہا ہے جس میں خوب تصانیف ہوئی ہیں۔

فن نحو کے چار ادوار:

ان ادوار کو دو اور دو چار کی طرح متعین کرنا مشکل ہے اس لیے کہ ایسی چیزوں میں اختلاف رہتا ہی ہے، تاہم پہلا دور ابوالاسود دؤلی کے زمانے سے امام خلیل بن احمد فراہیدی تک ہے جس میں فن نحو کے خطوط و معالم وضع ہوئے۔ اس دور کے اعلام میں عنبسہ بن معدان الفیل، نصر بن عاصم لیثی، عبدالرحمٰن بن ہرمز اور یحی بن یعمر وغیرہ کا شمار ہوتا ہے۔

دوسرے مرحلے کا دورانیہ پہلے سے ذرا زیادہ ہے، جو بصریہ میں امام خلیل کے بعد سے امام مازنی تک اور کوفیہ میں ابوجعفر رؤاسی سے ابن سکیت تک ہے۔ یہ فن نحو کی ترقی کا دور ہے، اس میں خوب تصانیف ہوئیں ہیں، قرآن النحو الکتاب لسیبویہ بھی اسی دور میں لکھی گئی، اس میں کوفیہ اور بصریہ دونوں مکاتب فکر کے درمیان منافست اور مقابلہ آرائی رہتی تھی۔

تیسرا دور بصریہ میں امام مازنی سے امام مبرد تک اور کوفیہ میں امام یعقوب ابن سکیت سے امام ثعلب کوفی تک ہے۔ اسے فن نحو کا سنہری دور کہنا چاہیے۔ اس دور میں کوفیہ اور بصریہ کے درمیان مباحثے اور مناظرے بھی ہوتے تھے، چنانچہ امام کسائی، امام ثعلب کوفی، امام سیبویہ، امام اصمعی، یحی بن مبارک یزیدی اس دور کے کے نمایاں مناظر ہیں۔ جن پر فن نحو میں اجتہاد ختم ہو جاتا ہے اور بصریہ، کوفیہ دونوں مکاتب فکر کی روشنی مدھم پڑنے لگتی ہے اور فن نحو بصرہ اور کوفہ سے بغداد منتقل ہوتا ہے؛ اس کے بعد چوتھا دور شروع ہوتا ہے۔

اس دور کا سرخیل بغداد شمار ہوتا ہے، اگرچہ اس میں مصر، شام اور اندلس وغیرہ کی خدمات بھی کم نہیں رہی ہیں۔ یہ دور ابن درستویہ، ابن انباری، ابوسعید سیرافی اور نفطویہ تک مانا جاتا ہے، اس میں ترجیح مذاہب، تنقیح مباحث اور تشریح مسائل پر زور رہا جس کے نتیجے میں فن نحو کے کتب خانے کو مزید وسعت ملی۔

ذیل میں متقدمین کو مختلف مکاتبِ فکر (بصریہ، کوفیہ، بغدادیہ وغیرہ) میں تقسیم کر کے طبقہ وار ذکر کریں گے۔

متقدمین کا زمانہ آل بویہ کی حکومت قائم ہونے سے پہلے تک ہے اس کے بعد متأخرین نحات کا دور شروع ہوتا ہے جس کے دو بڑے حصے ہیں: (۱) عہد اسلامی، جس میں حکومت بنی بویہ سے سقوط بغداد تک کے نحات آتے ہیں۔ (۲) سقوط بغداد کے بعد کا زمانہ، جس میں ۶۵۶ھ سے لے کر اب تک کے علمائے نحو آتے ہیں۔ چناں چہ متأخرین کی تفصیل کچھ اس طرح ہوگی:

متأخرین:

عہد اسلامی میں: ۳۳۴ھ میں بنو بویہ کی حکومت قائم ہونے سے ۶۵۶ھ (سقوطِ بغداد) تک کا زمانہ۔ اس کو تین حصوں میں بیان کریں گے:

نحات عراق

نحات مصر وشام

نحات اندلس ومغرب

(۲) ۵۶۵ھ (سقوط بغداد) سے لے کر اب تک کا زمانہ۔ اس کو پانچ حصوں میں بیان کریں گے:

نحات مشرق

نحاتِ اندلس ومغرب

نحات مصر وشام (۶۴۸ھ کے بعد یعنی عہد ممالیک میں۔)

نحات مصر وشام (۹۲۳ھ کے بعد سے یعنی ترکی عہد میں)

نحات ہند: نحاتِ متحدہ ہندوستان یعنی جنوبی ایشیا کو سن وار ذکر کریں گے۔

متقدمین

بصریین

طبقۂ اولی:

(۱) ابوالأسود الدؤلی م۶۹ھ

(۲) عبدالرحمٰن بن ہرمز (ابوداؤد) م۱۱۷ھ

طبقہ ثانیہ:

(۳) نصر بن عاصم اللیثی م ۸۹ھ

(۴) یحی بن یعمر م ۱۲۹ھ

(۵) عنبسة بن الفیل م ۱۰۰ھ

(٦) میمون اقرن

طبقۂ ثالثہ:

(٧) ابن ابی عقرب (معاویہ بن عمر الدیلمی)

(٨) عبداللہ بن ابی اسحاق حضرمی م ١١٧ھ

طبقۂ رابعہ:

(٩) ابوعمرو بن العلاء م ١٥٤ھ

(١٠) ابوسفیان بن العلاء م ١٦٥ھ

(١١) الأخفش الکبیر (عبدالحمید بن عبدالحمید) م ١٥٧ھ

(١٢) عیسی بن عمر ثقفی م ١٤٩ھ

(١٣) مَسْلمہ بن عبداللہ

(١٤) بکر بن حبیب السہمی م ٨٨ھ

طبقہ خامسہ:

(١٥) خلیل بن احمد فراہیدی م ١٧٤ھ

(١٦) حماد بن سلمہ م ١٦٩ھ

(١٧) یونس بن حبیب م ١٨٣ھ

(١٨) یعقوب بن اسحاق حضرمی م ٢٠٥ھ

(١٩) ابوعاصم بن نبیل (ضحاک بن مخلد م ٢١٢ھ

طبقۂ سادسہ:

(٢٠) نضر بن شمیل بن خرشہ م ٢٠٣ھ

(٢١) ابومحمد یزیدی (یحی بن مبارک) م ٢٠٢ھ

(٢٢) سیبویہ (عمرو بن عثمان بن قَنبر) م ١٨٠ھ

(۲۳) اُخفش اُوسط (ابوالحسن سعید بن مسعدہ) م۲۱۵ھ
(۲۴) ابوعمر جرمی (صالح بن عمر) م ۲۲۵ھ
(۲۵) علی بن نصر جہضمی م۱۸۷ھ
(۲۶) مؤرج بن عمرو سدوسی م۱۹۵ھ
(۲۷) محمد بن ابی محمد یزیدی
(۲۸) ابوجعفر احمد بن محمد بن ابی محمد یزیدی
(۲۹) فضل بن محمد بن ابی محمد یزید (ابوالعباس)

طبقۂ سابعہ:

(۳۰) ابوعثمان مازنی (بکر بن محمد بن عثمانی) م۲۴۹ھ
(۳۱) ابوحاتم سجستانی (سہل بن محمد) م ۲۵۵ھ
(۳۲) ریاشی (عباس بن الفرج) م۲۵۷ھ
(۳۳) زیادی (ابراہیم بن سفیان) م۲۴۹ھ
(۳۴) توزی (عبداللہ بن محمد) م ۲۳۰ھ
(۳۵) قطرب (محمد بن مستنیر) م ۲۰۶ھ

طبقۂ ثامنہ:

(۳۶) ابوالعباس مبرد (محمد بن یزید) م۲۸۵ھ
(۳۷) باہلی (ابوالعلاء محمد بن ابی زرعہ) م۲۵۷ھ

طبقۂ تاسعہ:

امام مبرد کے تلامذہ:

(۳۸) ابواسحاق الزجاج (ابراہیم بن السری بن سہل) م۳۱۱ھ

(۳۹) محمد بن سرّاج م۳۱۶ھ

(۴۰) مبرمان (ابوبکر محمد بن علی بن اسماعیل عسکری) م۳۴۵ھ

(۴۱) الفزاری (ابوزرعہ فزاری)

(۴۲) اُخفش صغیر (علی بن سلیمان) م۳۱۵ھ

(۴۳) ابن درستویہ (عبداللہ بن جعفر) م۳۴۷ھ

(۴۴) ابوبکر محمد بن شقیر نحوی م۳۱۷ھ

(۴۵) ابن الخیاط (احمد بن محمد بن منصور) م۳۲۰ھ

طبقۂ عاشرہ:

زجاج نحوی کے تلامذہ:

(۴۶) ابوالفہد بصری

(۴۷) ابوالقاسم زجاجی (عبدالرحمٰن بن اسحاق) م۳۳۷ھ

ابن السّراج نحوی کے تلامذہ:

(۴۸) ابوسعید سیرافی (حسن بن عبداللہ بن مرزُبان) م۳۶۸ھ

(۴۹) ابوعلی الفَسَوِی فارسی (الحسن بن احمد بن عبدالغفار) م۳۷۷ھ

(۵۰) علی بن عیسی بغدادی ورّاق رُمّانی م۳۸۴ھ

اُخفش صغیر (علی بن سلیمان) کے تلامذہ:

(۵۱) میدمی

ابن درستویہ کے تلامذہ:

(۵۲) ابوطاہر (عبداللہ بن عمر بن محمد بن ابی ہاشم مقری) م۳۴۴ھ

(۵۳) کرمانی (محمد بن عبداللہ)

(۵۴) ابوعلی (اسماعیل بن قاسم بغدادی)

کوفیین

طبقۂ اولی:

(۵۵)رؤاسی (محمد بن الحسن بن ابی سارۃ) م ۱۸۷ھ
(۵٦)معاذ الہراء (معاذ بن مسلم ہروی) م ۱۸۷ھ
(۵۷)ابو مسلم (اتالیق عبدالملک بن مروان)

طبقۂ ثانیہ:

(۵۸) کسائی م ۱۸۹ھ

طبقۂ ثالثہ:

(۵۹)فراء (یحی بن زیاد بن عبداللہ بن منصور) م ۲۰۷ھ
(٦۰)القاسم بن معن م ۱۷۵ھ یا ۱۸۷ھ
(٦۱)الأحمر (علی بن مبارک) م ۱۹۴ھ
(٦۲)ہشام بن معاویہ القریر م ۲۰۹ھ
(٦۳)ابو طالب المکفوف
(٦۴)سلمویہ
(٦۵)اسحاق بغوی
(٦٦)ابو مسحل (عبداللہ بن حریش)
(٦۷)قتیبہ النحوی

طبقۂ رابعہ:

امام فراء کے تلامذہ:

(٦٨) مسلمہ بن عاصم م ٢٧٠ھ کے بعد

(٦٩) ابوعبداللہ الطّوال م ٢٤٣ھ

(٧٠) محمد بن قادم (احمد بن عبداللہ بن قادم) م ٢٥١ھ

(٧١) ابن سعدان (محمد بن سعدان) م ٢٣١ھ

(٧٢) محمد بن حبیب م ٢٤٥ھ

طبقۂ خامسہ:

سلمہ بن عاصم کے تلامذہ:

(٧٣) احمد بن یحی ثعلب م ٢٩١ھ

طبقۂ سادسہ:

ثعلب کوفی کے تلامذہ

(٧٤) ہارون بن حائک (حائل) م ٣٤٤ھ

(٧٥) ابوموسی حامض (محمد بن سلمان) م ٣٠٥ھ

(٧٦) معبدی (احمد بن عبداللہ)

(٧٧) ابن کیسان (محمد بن احمد) م ٢٩٩ھ

(٧٨) ابوبکر بن انباری (محمد بن قاسم) م ٣٢٨ھ

(٧٩) نفطویہ (ابراہیم بن محمد بن عرفہ بن سلیمان) م ٣٢٣ھ

نُحاتِ مصر:

(٨٠) ولید بن تمیمی (ولّاد) م ٢٦٣ھ

(٨١) ابوعلی الدینوری م ٢٨٩ھ

(٨٢) محمد بن ولید تمیمی (ابن ولاد) م ٢٩٨ھ

(۸۳) احمد بن محمد بن ولید بن محمد تمیمی (ابن ولاّ دثانی) ۳۳۲ھ

(۸۴) احمد بن محمد مصری (ابو جعفر نحاس) م ۳۷۷ھ

متأخرین

نحات عراق و مضافات:

(۸۵) حسین بن محمد (ابن خالویہ) م ۳۷۰ھ

(۸٦) عثمان بن جنی (ابن جنیّ) م ۳۹۲ھ

(۸۷) علی بن عیسی (ربعی) م ۵۲۰ھ

(۸۸) عبدالواحد بن علی (ابن برہان عبکری) م ۴۵٦ھ

(۸۹) یحی بن علی تبریزی (تبریزی) م ۵۰۲ھ

(۹۰) حسن بن صافی (ملک النحاۃ) م ۵٦۸ھ

(۹۱) محمود بن عمر جاراللہ (زمخشری) م ۵۳۸ھ

(۹۲) عبداللہ بن علی بغدادی (ابن شجری) م ۵۴۲ھ

(۹۳) عبداللہ بن احمد (ابن خشاب) م ۵٦۷ھ

(۹۴) ناصح الدین سعید (ابن دہان) م ۵۴٦۰ھ

(۹۵) ابوالبرکات انباری (الأنباری) م ۵۷۷ھ

(۹٦) ابوالفتح مطرزی (عبدالسید بن علی) م ٦۱۰ھ

(۹۷) زید تاج الدین بن حسن (کندی) م ٦۱۳ھ

(۹۸) ابوالبقاء عبداللہ الضریر بن حسین (عُکبری) م ٦۱٦ھ

(۹۹) احمد الضریر بن حسین (ابن خیاز) م ٦۳۷ھ

نحات مصر و شام (پانچویں صدی میں):

(۱۰۰) علی بن حسین بن ابراہیم (حوفی) م ۴۳۰ھ

(١٠١)طاہر بن احمد مصری (ابن بابشاذ/آبشاذ) م٤٦٩ھ
(١٠٢)عبداللہ بن برّی مصری (ابن برّی) م٥٣٨٢ھ
(١٠٣)یحی بن زین الدین بن عبدالمعطی زواوی (ابن معط) م٦٢٨ھ
(١٠٤)ابوالبقاء یعیش موفق الدین یعیش (ابن یعیش) م٦٤٣ھ
(١٠٥)علی علم الدین محمد سخاوی (سخاوی) م٦٤٣ھ
(١٠٦)ابوعمر عثمان جمال الدین عمر کردیؒ الأصل (ابن حاجب) م ٦٤٦ھ

نحات اندلس ومغرب (افریقہ):

(١٠٧)ابن عثمان نحوی مغربی (جودی) م ١٩٨ھ
(١٠٨)محمد بن اسماعیل مغربی (حمدون) م ٢٠٠ھ
(١٠٩) محمد بن موسی اندلس (أُفُشْنِیْقْ) م ٣٠٧ھ
(١١٠)محمد بن یحی رباحی اندلس (مہلبی) م٣٥٧ھ
(١١١)ابوبکر محمد بن حسن زبیدی (صاحب طبقات النحویین) م٣٧٩ھ
(١١٢)یوسف بن سلیمان (أعلم) م ٤٧٦ھ
(١١٣)عبداللہ بن محمد السید (بطلیوسی) م ٥٢١ھ
(١١٤)سلیمان بن محمد (ابن طراره) م ٥٢٨ھ
(١١٥)علی بن احمد (ابن باذش) م٥٣٨ھ
(١١٦)محمد بن احمد بن ہشام لخمی (اللخمی) م٥٧٠ھ
(١١٧)محمد بن احمد المشہور بالخذبْ (ابن طاہر) م٥٨٠ھ
(١١٨)عبدالرحمٰن بن عبداللہ (سہیلی) م٥٨٣ھ
(١١٩)احمد بن عبدالرحمٰن لخمی قرطبی (ابن مضاء) م ٥٩٢ھ
(١٢٠) ابوموسی عیسی الجزولی (جزولی) م ٦٠٥ھ
(١٢١) علی بن محمد علی حضرمی (ابن خروف) م ٦١٠ھ

(۱۲۲)ابوعلی عمر بن محمد المعروف بالشلوبنی م ٦٤٥ھ
(۱۲۳)ابوالعباس احمد بن محمد (ابن حاج) م ٦٤٧ھ

علمائے نحو بعد سقوط بغداد (٦٥٦ھ):

نحات مشرق واطراف:

(۱۲۴) حسین جمال الدین بن بدر بغدادی (ابن ایاز) م ٦٨١ھ
(۱۲۵) محمد بن حسن استرا آبادی مہاجر الی المدینۃ المنورۃ م ٦٨٨ھ
(۱۲٦) ابوعبیداللہ محمد بن سلیمان (کافیجی) م ٨٧٩ھ
(۱۲۷) ابوضیاء الدین عبدالرحمٰن نورالدین احمد نظام الدین (جامی) م ٩١١ھ

نحات اندلس ومغرب (افریقہ):

(۱۲۸) ابومحمد قاسم علم الدین لورقی (اندلسی) م ٦٦١ھ
(۱۲۹) ابوالحسن علی بن مؤمن الشبیلی (ابن عصفور) م ٦٦٣ھ
(۱۳۰) ابوعبداللہ محمد جمال الدین بن عبداللہ الطائی (ابن مالک) م ٦٧٣ھ
(۱۳۱) ابوالحسن علی بن محمد اشبیلی (ابن الضائع) م ٦٨٠ھ
(۱۳۲) ابوالحسین عبیداللہ بن احمد اشبیلی (ابن ابی الربیع) م ٦٨٨ھ
(۱۳۳) ابوعبیداللہ محمد بن محمد صنہاجی المعروف (بابن آجروم) م ٧٢٣ھ
(۱۳۴) محمد اثیرالدین یوسف غرناطی (ابوحیان) م ٧٤٥ھ
(۱۳۵) ابواسحاق ابراہیم بن موسیٰ لخمی غرناطی (شاطبی) م ٧٩٠ھ

نحات مصروشام:

(۱) فی عصر الممالیک:

٦٤٨ھ میں مصروشام میں ایوبیوں کے بعد ممالیک کے برسراقتدار آنے کے

بعد کا دور:

(۱۳۶) محمد بدرالدین بن محمد (ابن ناظم) م۶۸۶ھ

(۱۳۷) محمد بہاء الدین بن ابراہیم حلبی (ابن نحاس) م۶۹۸ھ

(۱۳۸) حسن بن قاسم مصری (المرادی) م۷۴۹ھ

(۱۳۹) عبداللہ جمال الدین بن یوسف انصاری (ابن ہشام) م۷۶۱ھ

(۱۴۰) عبداللہ بہاء الدین بن عبدالرحمٰن حلبی (ابن عقیل) م۷۶۹ھ

(۱۴۱) محمد شمس الدین بن عبدالرحمٰن (ابن صائغ) م۷۷۶ھ

(۱۴۲) محمد محبّ الدین بن یوسف حلبی (ناظر الجیش) م۷۷۸ھ

(۱۴۳) عزالدین بن ابی بکر بن عبدالعزیز (ابن جماعۃ) م۸۱۹ھ

(۱۴۴) محمد بدالدین بن ابی بکر المخزومی (دمامینی) م۸۲۸ھ

(۱۴۵) احمد تقی الدین بن محمد المعروف (بالشُمنی) م۸۷۲ھ

(۱۴۶) خالد زین الدین بن عبداللہ (خالد ازہری) م۹۰۵ھ

(۱۴۷) عبدالرحمٰن جلال الدین بن ابوبکر (سیوطی) م۹۱۱ھ

(۱۴۸) علی نورالدین بن محمد (اشمونی) م۹۳۹ھ

(۲) فی عصر الترک:

(۱۴۹) احمد شہاب الدین الصباغ (ابن قاسم عبّادی) م ۹۹۴ھ

(۱۵۰) ابوبکر بن شہاب الدین بن اسماعیل (شنواتی) م ۱۰۱۹ھ

(۱۵۱) عبداللہ بن عبدالرحمٰن (دنوشری) م ۱۰۲۵ھ

(۱۵۲) یٰس بن زین الدین (یٰس) م ۱۰۶۱ھ

(۱۵۳) یوسف بن عالم م۱۱۸۷ھ

(۱۵۴) محمد بن علی (الصبان) م۱۲۰۶ھ

(۱۵۵) شیخ محمد (دسوقی) م ۱۲۳۰ھ

(۱۵۶) شیخ حسن عطار (عطار) م ۲۵۰ ھ

ہندوستان اپنی روشن ماضی اور تاب ناک روایات کے آئینے میں ممتاز حیثیت کا حامل رہا ہے۔ اسلامی علوم وفنون کی خدمت میں اس کا حصہ کسی بھی طرح کم نہیں ہے۔ متحدہ ہندوستان میں جہاں دوسرے علوم میں نابغۂ روزگار ہستیاں ہوئی ہیں اسی طرح یگانۂ وقت علمائے نحو بھی ہوئے ہیں، نحوی کتب خانے میں اہل ہند کی قابل قدر حصہ داری رہی ہے؛ ''مشتے نمونہ از خروارے'' کے طور پر شرح ہندی، الارشاد، غایۃ التحقیق، شرح لب الألباب، شرح جامی، حاشیہ عبدالغفور، حاشیہ العصام ہدایۃ النحو، درایۃ النحو، الہامیہ، جامع الغموض، منبع الفیرض: شرح کافیہ، شرح مصباح، حاشیۂ منہل صافی: شرح وافی، التکمیل، الأشرفیہ، المقصد، الکافی، وسیط النحو، لمین الہدی: شرح قطر الندی، الایجاد فی الارشاد، ارشاد اللبیب: شرح تہذیب النحو، الزیادۃ العراقیہ علی الکافیۃ الشافیہ، اصل الأصول، تسہیل الحمایۃ: شرح الہدایۃ فی النحو، کاشف الظلام، کافیہ الارشاد، شرح ہندی، شرح جامی اور ہدایۃ النحو وغیرہ کے سینکڑوں حواشی اور شروحات پیش کی جاسکتی ہیں۔ (۴۷)

ہندوستان کے اولیاء محدثین، مفسرین، قراء، فقہاء اور ادباء، شعراء وغیرہ پر بہت لکھا گیا ہے، لیکن نحویان ہند پر نہیں لکھا گیا ہے، راقم الحروف بہ توفیق ایزدی اس موضوع پر کام کر رہا ہے، چناں چہ درجہ ذیل تقریباً ڈھائی سو نحات ہند جمع ہو چکے ہیں، اہل علم اور اصحابِ نظر سے عرض ہے کہ اس سلسلے میں راقم کی رہنمائی اور تعاون فرما کر ممنون ہوں۔

نحات متحدہ ہندوستان (جنوبی ایشیا)

منصور بن حاتم نحوی (متوفی تیسری صدی ہجری)

شیخ حسن بن محمد صغانی م ۶۵۰ ھ

شیخ سراج الدین عثمان (اخی سراج) م ۷۵۸ھ
شیخ یوسف ملتانی م ۷۹۰ھ
سید اشرف بن ابراہیم سمنانی کچھوچھوی م ۸۰۸ھ
صفی بن نصیر ردولوی م ۸۱۹ھ
مولانا علی ابن احمد مہائمی م ۸۳۵ھ
قاضی شہاب الدین دولت آبادی م ۸۴۹ھ
شیخ محمد عیسی جون پوری تلمیذ دولت آبادی م
شیخ کبیر الدین ناگوری م ۸۵۸ھ
ابوالفتح کالپوی م ۸۶۲ھ
سعد الدین خیر آبادی م ۸۸۲ھ
شیخ تاج الدین محمود بن محمد دہلوی م ۸۹۱ھ
علاء الدین الہ داد جون پوری م ۹۲۳ھ
مولانا خطیب گاذرونی (شارحِ ارشاد ومحشیٔ شرح ہندی)
مولانا غیاث الدین منصور شیرازی (محشیٔ شرح ہندی)
مولانا عبدالملک جون پوری (محشیٔ شرح ہندی)
ملا الہ داد جون پوری (شارحِ کافیہ وہدایۃ النحو ومحشیٔ شرح ہندی)
شاہی بیگ والیٔ سندھ (شارحِ کافیہ)
شیخ عبداللہ ملتانی م ۹۷۰ھ
مفتیٔ اعظم علامہ عزالدین م ۹۷۳ھ
شیخ بدھ بہاری (متوفی دسویں صدی ہجری)
شیخ جمال الدین بن نصیر دہلوی م ۹۸۳ھ
شیخ وجیہ الدین گجراتی م ۹۹۸ھ

میاں الہ داد لکھنوی (متوفی گیارہویں صدی ہجری)
مولانا عبدالواحد بلگرامی م۱۰۱۷ھ
مولانا ابوالخیر بن مبارک ناگوری م۱۰۱۹ھ
مولانا عبدالنبی بن عبدالرسول شطاری م۱۰۲۰ھ
شیخ عیسی جنداللہ سندھی م۱۰۳۱ھ
ملا عصمت اللہ سہارن پوری م۱۰۳۹ھ یا ۱۱۳۳ھ
شیخ ابوالقاسم فندرسکی ۹۷۰ھ-۱۰۵۰ھ
علامہ عبدالحکیم سیال کوٹی م۱۰۶۷ھ
مولانا عبدالرشید جون پوری م۱۰۸۳ھ
مولانا حسین بن خلیل بیجاپوری م۱۱۰۸ھ
شیخ جمال الدین بن رکن الدین گجراتی م۱۱۲۴ھ
مولانا نورالدین گجراتی م۱۱۵۵ھ
مولانا سید احمد بن مسعود حسینی ہرگامی م۱۱۷۵ھ
مولانا عبدالنبی بن عبدالرسول احمد نگری گجراتی م۱۱۸۳ھ کے بعد
مولانا عبدالقادر جون پوری م۱۲۰۲ھ
مولانا علیم الدین قنوجی م۱۲۱۱ھ
مولانا امیر حیدر حسینی بلگرامی م۱۲۱۷ھ
جواد ساباط ساباطی مسیحی ۱۲۲۲ھ کے بعد
مولانا محمد غوث شافعی مدراسی م۱۲۳۸ھ
مولانا تراب خیرآبادی م۱۲۴۲ھ
مولانا غلام علی چریا کوٹی م۱۲۴۸ھ

مولانا علی جعفر حسینی الہ آبادی م ۱۲۴۹ھ

مولانا محمد عظیم آبادی م ۱۲۶۳ھ

مولانا عبدالرحیم صفی پوری م ۱۲۶۷ھ

مولانا خادم احمد لکھنوی م ۱۲۷۱ھ

مولانا سناء الدین بدایونی م ۱۲۷۸ھ

مولانا عبدالرؤف مردانی ۱۲۷۹ھ

مولانا جلال الدین بنارسی ۱۲۷۹ھ

مولانا تراب علی لکھنوی م ۱۲۸۱ھ

مولانا حامد فرنگی محلی م ۱۲۸۳ھ

مولانا شمس الدین حیدر آبادی م ۱۲۸۳ھ

مولانا عبدالحلیم لکھنوی م ۱۲۸۵ھ

مولانا احمد الدین بگ وی پنجابی ۱۲۲۳ھ-۱۲۸۶ھ

مولانا ابوالخیر عبداللہ بن عمر شیرازی بیضاوی م ۱۲۸۶ھ

مولانا عبدالحکیم لکھنوی م ۱۲۸۸ھ

مولانا عبداللہ مدراسی م ۱۲۸۸ھ

مفتی سعداللہ مرادآبادی م ۱۲۹۴ھ

مولانا علی عباس چریا کوٹی م ۱۳۰۲ھ

مولانا عبیداللہ میدنی پوری م ۱۳۰۳ھ

مولانا سعید عظیم آبادی م ۱۳۰۴ھ

مولانا فیض الحسن سہارن پوری متوفی ۱۳۰۴ھ

علامہ عبدالحی لکھنوی فرنگی محلی م ۱۳۰۴ھ

مولانا عبداللہ بلگرامی م ۱۳۰۵ھ

مولانا الٰہی بخش فیض آبادی م۱۳۰۶ھ

مولانا نواب صدیق حسن قنوجی م۱۳۰۷ھ

مولانا نجم الدین چریا کوٹی م۱۳۰۷ھ

مولانا محمد علی رام پوری ولادت ۱۳۰۸ھ

مولانا عماد الدین سورتی م۱۳۱۰ھ

مولانا عبد الغنی رام پوری م۱۳۱۰ھ

مولانا شیخ علی اکبر شروانی ثم حیدر آبادی م۱۳۱۰ھ کے بعد
شیخ محمد بن ہاشم گجراتی م۱۳۱۵ھ

مولانا حافظ محمد رضا خاں م۱۳۱۵ھ

مولانا حسن بہینی چکوالی م۱۳۱۶ھ

مولانا عبد الحق خیر آبادی م۱۳۱۸ھ

مولانا ابراہیم بن عبد العلی آروی م۱۳۱۹ھ

مولانا شوکت علی صدیقی سندیلوی م۱۳۲۰ھ

مولانا حکیم وکیل احمد سکندر پوری م۱۳۲۲ھ

قاضی ظفر الدین لاہوری م۱۳۲۲ھ

مولانا کلیم مرتضیٰ خلیل مرتضی م۱۳۲۴ھ

مولانا رحمان علی (صاحبِ تذکرۂ علمائے ہند) م۱۳۲۵ھ

مولانا غلام محمد چکوالی ۱۲۸۲-۱۳۲۵ھ

مولانا عبد العلی آسی مدراسی لکھنوی م۱۳۲۷ھ

مولانا حافظ عبد الرحمٰن امرتسری ۱۲۵۶ھ-۱۳۲۸ھ

مولانا اعظم چڑیا کوٹی م۱۳۳۲ھ

مولانا محمد طیب عربی م۱۳۳۴ھ

مولانا عبداللہ مئوی اعظم گڈھی ثم غازی پوری م ۱۳۳۷ھ

مولانا نظام الدین ولایتی ۱۳۳۷ھ

مولانا عبداللہ گنگوہی م ۱۳۳۹ھ

مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری ولادت ۱۲۶۸ھ

مولانا کمال عظیم آبادی ولادت ۱۲۴۹ھ

مولانا قاضی شاہ علی احمد بدایونی ولادت ۱۲۷۱ھ

مولانا مصدر علی راغب آسامی م ۱۳۰۱ھ

مولانا عبداللہ کاکاخیل پشاور ۱۲۷۲ھ-۱۳۳۵ھ

مولانا ظفرالدین بہاری م ۱۳۳۶ھ کے بعد

مولانا عبدالاول جون پوری ۱۳۳۹ھ

مولانا سید حکیم عبدالحیٔ کٹھوی ۱۳۴۱ھ

مولانا قاضی سید عبدالمعز جیلانی ولادت ۱۳۴۲ھ

مولانا قاضی مقدرالدین پشاوری (شارح الکامل للمبرد) م ۱۳۴۳ھ

مولانا عبیداللہ کاکاخیل ۱۳۰۷-۱۳۴۲ھ

مولانا قاضی غلام سرور ہزاروی ۱۲۷۷-۱۳۴۳ھ

مولانا عبیداللہ مدراسی م ۱۳۴۶ھ

مسیح الملک حکیم اجمل خاں دہلوی م ۱۳۴۶ھ

مولانا عبدالحیٔ حیدرآبادی م ۱۳۴۸ھ

مولانا حمیدالدین فراہی (غیر مقلد) م ۱۳۴۹ھ

مولانا اعجاز حسین بدایونی ۱۲۹۸ھ-۱۳۵۰ھ

مولانا سید غلام حیدر پشاوری ۱۲۵۷ھ-۱۳۵۱ھ

مولانا حکیم نجم الغنی رامپوری م ۱۳۵۱ھ

علامہ انور شاہ کشمیری م۱۳۵۲ھ

مولانا شاہ سلیمان ۱۲۷۶-۱۳۵۴ھ

مولانا یوسف سورتی م۱۳۶۱ھ

مولانا حیدر حسین ٹونکی م۱۳۶۱ھ

مولانا عبداللہ عمادی م۱۳۶۶ھ

مولانا عبدالحکیم مردانی ۱۳۲۳ھ-۱۳۶۶ھ تقریباً

مولانا نقیب احمد اوچوی ۱۳۱۶ھ-۱۳۶۷ھ

مولانا عبدالجلیل نقشبندی ۱۳۰۶ھ-۱۳۶۹ھ

مولانا عبدالرحیم کلاچوی ۱۲۹۲ھ-۱۳۶۹ھ

مولانا نورالحق اٹک، پنجاب ۱۳۰۵ھ-۱۳۷۰ھ

مولانا مشتاق چرتھاولی م۱۳۷۱ھ تقریباً

مولانا قاضی ابوالفیض عبدالرحمٰن اٹک پنجاب ۱۲۸۵ھ-۱۳۷۲ھ

مولانا سید محمد اعزاز علی امروہوی ۱۳۰۰-۱۳۷۴ھ

مولانا قاضی عبدالسبحان ہزاروی م۱۳۱۶ھ-۱۳۷۶ھ

مولانا محمد خاں زماں ہزاروی ۱۳۰۲ھ-۱۳۶۶ھ

مولانا عبداللطیف سنبھلی م۱۳۷۹ھ

مولانا عمر احمد بن شیخ ظفر احمد تھانوی و:۱۳۳۲ھ

مولانا عبدالرحمٰن الازہری و:۱۳۴۹ھ

مولانا نسیم احمد بجنوری و:۱۳۵۷ھ

مولانا عبداللہ جان نحوی بابا، اٹک ۱۲۸۱ھ-۱۳۸۲ھ

مولانا سید عبدالغفار شاہ سواتی ۱۲۹۰ھ-۱۳۸۵ھ

مولانا رحمت علی خاں سامی ۱۳۰۳ھ-۱۳۸۵ھ

مولانا عبدالرحمٰن کامل پوری (مظاہرالعلوم سہارن پور) م ۱۳۸۵ھ

مولانا محمد ادریس حافظ طوروی مردان، پاکستان ۱۳۳۳-۱۳۵۸ھ

مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی م ۱۳۸۹ھ

مولانا دوست محمد قریشی ۱۳۳۹ھ-م ۱۳۹۴ھ

مولانا سید فخرالدین مرادآبادی ۱۳۱۰-۱۳۹۲ھ

مولانا ادریس کاندھلوی م ۱۳۹۴ھ

مولانا خیر محمد مظفرنگری ۱۳۰۵-۱۳۹۴

مولانا محمد حلیم بنوری ۱۳۲۴ھ-۱۳۹۶ھ

مولانا ولی اللہ بن عبدالسبحان بہاری و:۱۳۸۵

مولانا محمد شاہ اسعداللہ رامپوری م ۱۳۱۴-۱۳۹۹ھ

مولانا عبداللطیف خاں (لطائف المعانی شرح شرح جامی)

مولانا قاری اصغر علیؒ (ہدیۂ صغیر)

مولانا حسن بن ابوالحسن بریلوی (اصل الاصول/ فارسی)

مولانا خلیل الرحمٰن حسینی اسلام آبادی (تسہیل الحمایہ شرح ہدایہ/ فارسی)

مولانا عبدالکریم بنارسی

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ ۱۳۱۵-۱۴۰۳ھ

مولانا عبدالرحیم سنبھلی ۱۳۶۴-۱۴۰۳ھ

مولانا عبدالغنی بارہ بنکی ۱۳۱۰-۱۴۰۵ھ

مولانا حامد میاں بن محمد میاں حسینی مرادابادی ۱۳۴۵-۱۴۰۸ھ

مولانا بادشاہ گل ولادت:۱۳۳۳ھ

مولانا محمد حیات سنبھلی م۱۲۹۳-۱۴۰۸ھ

مولانا قاری صدیق باندوی ۱۳۴۱-۱۴۱۸ھ

مولانا حامد میاں (مصباح العوامل) م۱۴۲۰ھ

مولانا عبدالوحید بن ملک عبدالحق مکی و:۱۳۷۲ھ

مولانا عبدالرشید بن ولی محمد سلطان پوری و:۱۳۷۳ھ

سعید افغانی م ۱۴۱۷ھ

مفتی کفیل الرحمٰن نشاط عثمانی ۱۳۵۹-۱۴۲۷ھ

مولانا شمس الحق ویشالی بہاری ۱۳۳۴-۱۴۲۸ھ

مولانا شبیر احمد مظفر نگری (استاذ دار العلوم دیوبند) ۱۳۵۱-۱۴۳۰ھ

مولانا نصر اللہ خان م۱۴۳۴ھ

مولانا صادق علی بن فوج دار بستوی ۱۳۵۵-۱۴۴۰

مولانا حسن باندوی م۱۴۳۷

مولانا مفتی سعید احمد پالن پوری م۱۴۴۱ھ

مولانا مفتی زرولی خان م۱۴۴۲

مولانا محمد سلمان سہارن پوری ۱۳۶۵-۱۴۴۱ھ

مولانا عبدالغفور لاری

مولانا عبدالغنی مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ

مولانا عبیداللہ عبیدی مدرس مدرسہ عبدالرب دہلی

مولانا خلیل الرحمٰن چاٹگام

مولانا برہان الدین ابن شہاب الدین

ملا محمود مسعود

مولانا عبد الرب میرٹھی
مولانا صدیق فاروقی جموی م ۱۳۸۹ھ (فرائد نجیبہ شرح فرائد عجیبہ)
مولانا زین العابدین سجاد میرٹھی ۱۳۲۸-۱۴۱۱ھ (مفتاح النحو)
مولانا امیر موسیٰ حسین (الکفایہ علی الکافیہ)
مولانا سید عزیز الدین (مأۃ عامل مختصر)
مولانا عزیز اللہ غوری (عزیز النحاۃ)
رقیہ بنت خلیل (تسہیل العربیۃ)
مولانا عبد الفتاح گلشن آبادی (خزانۃ العلوم، تحفۃ المقال، مجامع الأسماء)
مفتی سید افضل حسین مونگیری (التوضیح المقبول، بدایۃ النحو، ترجمہ عبد الرسول)
مولانا غلام محمود پیپلاں (تحفۂ سلیمانیہ)
مولانا حافظ برکت اللہ فرنگی محلی (الترتیب المجیدی علی شرح جامی، حاشیۃ الضریری)
مفتی اعجاز ولی خاں رضوی (تسہیل الواضح خلاصۃ النحو الواضح)
مولانا بدر الدین احمد رضوی (تلخیص اللإعراب)
مفتی غلام سرور رضوی (جامع النحو، ترجمہ تحریر سنبٹ، ترجمۂ شرح جامی)
مولانا معراج الاسلام (جدید قواعد عربی)
مولانا محمد مقصود احمد بیلوی (حاشیۂ شرح جامی)
مولانا سید محمد عبد اللہ شاہ (حاشیہ شرح جامی)
مولانا غلام رسول شہید امرتسری (حاشیہ شرح جامی)
مولانا شیر محمد نقشبندی (حاشیہ عبد الغفور)
مولانا اول خان (حاشیہ شرح جامی، حاشیہ کافیہ)
مولانا عالم آسی (منظومۃ النحو، رموز الأجزاء)
مولانا قاضی فیض عالم درویشی (شرح الفیۃ ابن مالک)

مولانا قاضی محمد حبیب الحق پر مولوی (شرح العوامل)
مولانا پیر عبداللہ جان (شرح کافیہ/عربی)
مولانا سید محمد حسین ملتانی (شرح المتوسط)
مولانا مفتی سیف الرحمٰن ہزاروی (شرح ہدایۃ النحو)
مولانا سید ابوالکلام برق نوشاہی (علم النحو)
مولانا محمد رفیق لاڑکانہ (الفرائد الرفیقیہ علی النظم الخسرویۃ)
مولانا ڈاکٹر پیر محمد حسن (مرقاۃ العربیۃ)
مولانا محمد فاروق چڑیا کوٹی (منظومۂ نحویہ)
مولانا عبدالرحمٰن محمود اسفرائینی
مولانا شعیب صاحب تحریر سنبٹ
صدر الصدور حسن خاں کان پوری
مولانا وسیم گلی باسولی
عصام الدین ابراہیم بن محمد اسفرائینی (صاحب حاشیہ العصام)
ابن محمد رضا عبدالرسول مظفر آبادی
شیخ بہاء الدین عاملی
شیخ عبدالصمد تمیمی اکبر آبادی (رسالہ در بیان اضافت/ فارسی)
مولوی محمد حسین مچھلی شہری (زبدۃ النحو)
حکیم سید حفاظت حسین (خلاصۃ المسائل/عربی)
شیخ عبدالرسول سہارن پوری (شرح مأۃ منظوم/ فارسی)
شیخ محمد محسن قرشی احمد آبادی (خلاصۂ کافیہ)
شیخ محمد رشید بن مصطفیٰ عثمانی جون پوری (خلاصۃ النحو)
شیخ حسین بن محمد یوسف دہلوی (المعارف/عربی)

شیخ منور بن عبد المجید لاہوری

مولانا نصیب اللہ بن عبد الصمد (الدروس الوافیہ حل کافیہ)

مولانا مشیت اللہ دیوبندی (ایضاح المطالب)

مولانا شاہ حکیم اختر پاکستانی

شیخ جمال الدین (نقرہ کار: نقر قعر، شرح کافیہ)

مولانا لطف الحق چودھری سلہٹی م۱۹۴۶ء کے کافی بعد

مولانا کاظم چشتی رحمتی

مولانا فضل الکریم بردوانی

مولانا علی حقانی (امام النحو والصرف)

مولانا عبد الغفور ٹونکی

مولانا قاضی حمید اللہ پاکستانی

مولانا اشرف شاد (متخصص نحو)

مولانا امیر حمزہ نوشہروی

مولانا موسیٰ روحانی بازی (محقق کبیر) م ۱۹۹۸ء

مولانا حنیف گنگوہی (شارح ابن عقیل)

مولانا اسلام الحق بن عبد الحق سہارن پوری

مولانا احمد اللہ خان بجنوری (زاد الحمید فی شرح المفید)

مولانا حسان احمد بن عبد السبحان عظیم آبادی

مولانا عمر احمد تھانوی و:۱۳۳۲

❁❁❁

(۵)

عرضِ احوال اور گذارش

علم نحو کی تاریخ میں اوائمۂ نحات کے حالات پر شیخ عبداللہ سیرافی کی کتاب ’’أخبار النحويين البصريين‘‘ غیر معمولی اہمیت کی حامل کتاب ہے، یہ اگرچہ مختصر ہے مگر اس کی استنادی حیثیت بہت بلند ہے، بصرہ کے ائمۂ نحو کے طبقات و مراتب اور حالات پر اس سے مستند اور قدیم مرجع دستیاب نہیں ہے۔ اکثر مؤرخین اور اہل سیر و تراجم نے شیخ سیرافی کی اس کتاب سے استفادہ کیا ہے بل کہ یہی ان کا سب سے مستند مأخذ رہی ہے۔

اردو زبان میں محدثین، مفسرین، فقہاء، قرّ اء، اولیاء، ادباء اور شعراء وغیرہ کے تراجم پر کافی مواد موجود ہے لیکن تراجم نحات اور علمِ نحو کی تاریخ پر اردو میں کوئی قابل ذکر کام نہیں ہوا جبکہ علمِ نحو کے ماہرین نے عربی زبان کی جو خدمت کی ہے، قواعد عربیت کو منقح کر کے ہم لوگوں کے لیے عربی دانی کا راستہ ہموار کیا ہے اور تصنیف وتدریس سے زبان کی تسہیل، توضیح اور ارتقاء کے ساتھ اس کے دائرے کو وسعت بخشی ہے، اس کا تقاضا ہے کہ علمائے نحو کے حالات و خدمات سے لوگوں کو روشناس کرایا جائے؛ چوں کہ اخبار النحویین البصریین اس فن کی عالمانہ اور مستند کتاب ہے؛ اس لیے اس کتاب سے اس کام کا آغاز کیا جا رہا ہے۔

مشفق اساتذۂ کرام اور ممتاز محقق و مؤرخ ڈاکٹر مفتی محمد مشتاق تجاروی (اسلامک اسٹڈیز جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی) کے مشورے سے اس کتاب کے ترجمے کا

آغاز کیا جس کا نقشِ اول بحمد اللہ ۸؍شوال ۱۴۴۱ھ، مطابق ۶؍جون ۲۰۲۰ء کو مکمل ہوا؛ کتاب میں چوں کہ صرف متقدمین نحاتِ بصرہ کے حالات ہیں؛ اس لیے مشورہ ہوا کہ ان کے علاوہ بھی جو نحات گذرے ہیں ان تمام علمائے نحو کے تراجم پر بھی کام ہونا چاہئے؛ چناں چہ مزید ایک مجموعہ تیار کیا جس میں تقریباً پونے دوسو بڑے نحویوں کے مختصر حالات اور علمی خدمات کو جمع کیا، پھر مشورہ ہوا کہ نحوی خدمات تو ہندوستان میں بھی بکثرت انجام پائی ہیں اور بڑے بڑے نحات بھی پیدا ہوئے ہیں، جیسے: قاضی شہاب الدین دولت آبادیؒ جنہوں نے شرح ہندی کے نام سے کافیہ جیسی کتاب کی عظیم اور ضخیم شرح لکھی جس کے بارے میں محققین کا کہنا ہے کہ شرح جامی اسے سامنے رکھ کر لکھی گئی ہے، نیز صاحب غایۃ التحقیق صفی بن نصیر ردولویؒ، صاحب ہدایۃ النحو شیخ سراج الدینؒ، صاحب حاشیہ مولانا عبد الغفور لاری وغیرہ اس کی نمایاں مثالیں ہیں؛ اس لئے ایک تیسرا مجموعہ تیار کرنا شروع کیا جس میں ڈھائی سو سے زائد نحویان ہند کے حالات جمع کیے جاچکے ہیں اور ابھی ان میں اضافہ جاری ہے۔ مذکورہ عمل اساتذۂ کرام بالخصوص مخدوم گرامی حضرت سیدی و مولائی دامت برکاتہم العالیہ کی سرپرستی میں انجام پایا۔

سردست بصرہ کے ائمۂ نحو کے حالات پر مشتمل پہلا مجموعہ قارئین کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔ اور دوسرے اور تیسرے مجموعے کا خاکہ ''طبقاتِ نحات: ایک تعارف'' کے عنوان سے مقدمے میں شامل کیا جارہا ہے تاکہ اصحاب نظر اور اہل علم اس سلسلے رہنمائی اور تعاون فرماسکیں۔

(۶)

کچھ ترجمے کے بارے میں

ترجمہ نگاری ایک لطیف فن ہے جو بہت سی نزاکتیں چاہتا ہے، راقم اس

ترجمے میں کتنا کامیاب ہے ، یہ فیصلہ تو اہل فن فرمائیں گے،لیکن انسان حتی الوسع بہتری کی کوشش کرتا ہے۔اس ترجمے کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ یہ امیر ملت ، نمونۂ اسلاف حضرت اقدس مفتی ابو القاسم صاحب نعمانی دامت برکاتہم العالیہ کی سرپرستی میں مکمل ہوا ہے اور معروف محقق ومترجم ڈاکٹر مفتی مشتاق تجاروی (شعبۂ اسلامیات جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی) نے اسے حرفاً، حرفاً پڑھ کر زبان واسلوب کی نوک، پلک درست فرمائی ہے ، اسی طرح گرامی مرتبت حضرت مولانا مفتی محمد صابر قاسمی میواتی (استاذ دارالعلوم دیوبند) نے مکمل ترجمے کی تصحیح فرمائی ہے،(فَجَزَاهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى أَحْسَنَ الجَزَاءِ فِيْ الدَّارَيْنِ) اس ترجمے میں درج ذیل اسلوب ملحوظ رکھا گیاہے:

☆ ترجمانی سے احتراز کرتے ہوئے کتاب کا ترجمہ کیا گیا ہے، ترجمہ نہ ٹھیٹ لفظی ہے اور نہ آزاد؛ بلکہ سلاست وروانی کے ساتھ اعتدال کوملحوظ رکھا گیا ہے۔ تشریحی جملوں کو بین القوسین لکھا ہے۔

☆ اشعار کے ترجمے کے ساتھ اشعار کی عربی عبارت بھی قصداً بااعراب کے ساتھ لکھی گئی ہے،تا کہ اہل ذوق اصل شعر سے بھی لطف اندوز ہوں۔

☆ مصنف کا اسلوب یہ ہے کہ وہ روایت یا قصے کوسند کے ساتھ نقل کرتے ہیں، بالعموم ایک سند میں متعدد راوی ہوتے ہیں۔حاشیے میں ''تعارف رواۃ'' کے عنوان سے کتاب میں مذکور راویوں کا نہایت مختصر تعارف مع سنینِ وفات ذکر کیا گیا ہے۔

☆ اگر کوئی نکتہ ملحوظ نہیں رہا ہے تو سند کو حاشیے میں نقل کر دیا گیا ہے، تا کہ سلاست باقی رہے۔

☆ اصل کتاب کے قلمی نسخے میں عناوین نہیں تھے، محقق نسخوں میں بھی عناوین کی کمی تھی، قارئین کی سہولت کے لیے ذیلی اور جلی دونوں طرح کے عناوین کا اضافہ کیا گیا ہے۔

☆ ہر ترجمے کے شروع میں صاحبِ ترجمہ کے حالات کے لیے حاشیے میں

مصادر و مراجع کا اضافہ کیا گیا ہے۔

☆حل طلب مقامات پر مناسبِ موقع نحوی، صرفی اور لغوی تشریح بھی حواشی میں درج کردی گئی ہے۔

☆ کتاب کے شروع میں مترجم کی طرف سے ایک مقدمہ شامل کیا گیا ہے جس میں ''علم نحو کی ضرورت و اہمیت''، مصنفِ کتاب قاضی ابوسعید سیرافیؒ کی حیات و خدمات''، اصل کتاب کا تفصیلی تعارف و تجزیہ'' اور طبقات نحات کے جامع اجمالی خاکہ'' جیسے موضوعات شامل ہیں۔اس کا ایک حصہ بحمد للہ ماہنامہ معارف ، دار المصنفین اعظم گڈھ نومبر، ۲۰۲۱ء میں بھی شائع ہو چکا ہے۔

☆ مقدمے کے حواشی کو رائج اصول تحقیق کے مطابق آخر میں رکھا گیا ہے، جب کہ اصل کتاب کے حواشی کو سہولت کی خاطر صفحات کے نیچے ہی رکھا گیا ہے۔

☆ نیز کتاب کے آخر میں تفصیلی اشاریہ بھی ہے، جو اہل ذوق اور اصحاب تحقیق کے لئے خاصّے کی چیز ہوتا ہے، اس کی مدد سے کتاب کی کسی بھی مطلوبہ حصے تک رسائی آسان تر ہو جاتی ہے، جس میں ترتیب وار: شخصیات ، مقامات اور کتب کا کیٹلاگ دیا ہے۔

☆ کتاب میں جو غلطیاں نظر آئیں، اہل علم حضرات سے گذارش ہے کہ شفقتًا ان کی اصلاح فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

تشکر و امتنان

اصلی تشکر و امتنان کی مستحق ذات تو اللہ تعالیٰ کی ہے، کہ سب کام اسی کی توفیق سے انجام پاتے ہیں؛ اس کے بعد ان سب حضرات کا مشکور ہوں، جنہوں نے کسی بھی طرح رہنمائی، حوصلہ افزائی اور تعاون کیا ہے؛ بالخصوص سیدی و سندی حضرت اقدس مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی دامت برکاتہم العالیہ (شیخ الحدیث و مہتمم دار العلوم دیوبند) حضرت اقدس مولانا عبد الخالق مدراسی، دام ظلہٗ (استاد حدیث و نائب مہتمم دار العلوم

دیوبند)، حضرت اقدس مفتی احمد خانپوری دام ظلہٗ (خلیفۂ حضرت فقیہ الامتؒ ورکن شوریٰ دارالعلوم دیوبند)، حضرت مولانا سید محمد شاہد سہارن پوری، (خلیفۂ حضرت شیخ الحدیثؒ وامین عام جامعہ مظاہر علوم سہارن پور) کا، نیز معروف محقق ڈاکٹر مفتی محمد مشتاق تجاروی قاسمی (جامعہ ملیہ اسلامیہ، دہلی) کا کہ انہوں نے نہایت شفقت کا معاملہ فرما کر ابتدائی مرحلے میں پوری کتاب کی تصحیح فرمائی اور حضرت مولانا مفتی محمد صابر قاسمی میواتی (استاذ دارالعلوم دیوبند) کا کہ انہوں نے آخری مرحلے میں مکمل کتاب کی تصحیح فرمائی۔ علم کے خوگر، محبوب العلماء، جناب شبیر احمد خان میواتی کی بھرپور رہنمائی، ہمدردی اور معاونت رہی۔ بہت سی علمی تحقیقات وتالیفات میں ان کا خصوصی تعاون رہتا ہے۔ مرنجاں مرنج طبیعت کے مالک، شعبۂ تدریب فی التدریس دار العلوم دیوبند کے نگرانِ اعلیٰ، ہمارے مربی حضرت الاستاذ مولانا محمد علی بجنوری کی عنایات وتوجہات بے شمار ہیں۔

جناب مولانا محمد آصف محمود (امام وخطیب مسجد ان شاء اللہ، نئی دہلی، وناظم الفلاح اکیڈمی، دہلی) صالح، فاضل اور متحرک عالم دین ہیں، ان کی اکیڈمی کی وساطت سے یہ کوشش منظر عام پر آرہی ہے، وہ اور ان کے رفقاء کار بھی خصوصی شکریے کے مستحق ہیں۔ اللہ مذکورہ سبھی حضرات واکابر کو شایانِ شان بدلہ عطاء فرمائے۔ آمین!

اخیر میں رفیق محترم جناب مولانا مفتی محمد قاسم نور حیدرآبادی (معین المدرسین دارالعلوم، دیوبند)، قدیم رفیق درس مولانا مفتی محمد ذکوان بجنوری (متعلم شعبۂ افتاء دار العلوم، دیوبند) وغیرہ کے تعاون پر ان کا بھی صمیم قلب سے شکرگزار ہوں۔

کفیل احمد میواتی

۹/۷/۱۴۴۳ھ

معین المدرسین دارالعلوم دیوبند

حواشئ مقدمه

(۱)إيضاح الوقف والابتداء(ص:۲۲)بحوالۂ الأضداد(۲۴۴)اورفضائل القرآن لأبي عبيد وغيره۔

(۲)أخبار النحو يين البصريين (ص:۱۴)إيضاح الوقف والابتداء (ص:۳۲)بحوالۂ عيون الأخبار (ج:۲/ص:۱۵)

(۳)روضة العقلاء(ص:۲۱۰)

(۴) معجم الأدباء (ج:/ص:۲۹)إيضاح الوقف (ص:۵۰)روضة العقلاء ونزهة الفضلاء (ص:۲۱۱)

(۵) معجم الأدباء (ج:۱/ص:۱۰)

(٦) الجامع لأخلاق الرواى و آداب السامع ، للخطيب البغدادى (۲/۲۸)

(۷)بهجة المجالس و أنس المجالس، لأبي عمر يوسف بن عبدالله القرطبي (۱/٦۵)

(۸) قال الإمام الشافعي :من تبحر في النحو ، اهتدى إلي كل العلوم . أي علوم الشريعة.

وقال: علماء العربية جن الإنس يبصرون مالا يبصره غيرهم .

(۹) لمع الأدلة في أصول النحو/ الفصل الحادي عشر، لأبي البركات الأنباري . فواتح الرحموت (ج:۲/ص:۳٦۳)

(۱۰) مقدمةُ شرح الألفية للسيوطي.

(۱۱) تفسير القرطبى (ج:۱/ص:۴۳) لأبي عبداللہ محمد قرطبی؛ تحقیق: د.عبداللہ ترکی، رضوان عرقوسی۔ط: مؤسس الرسالۃ/ بیروت، لبنان۔أهمية علم النحو في النص و الشرع (ص:۴۳)بحوالۂ سبب وضع علم العربيه للسيوطى (ص۱/۳۰)۔مقدمۂ معجم الأدباء۔أخبار النحويين البصريين (ص:۳۴) تحقیق: د.ابراہیم ط: دارالاعتصام۔

(۱۲) كما قال الشعبي: النحو في الكلام كالملح في الطعام،لا يستغنى عنه (الحافظ الخطيب البغدادى ۳۹۲- ۴٦۳ ھ)،الجامع لأخلاق الراوى و آداب السامع ، ج۲/ ۲۸ ،تحقيق: د. محمود طحال. مكبة المعارف ، رياض : ۱۴۰۳ھ- ۱۹۸۳ء)

(۱۳) من تاريخ النحو العربي ،ج/ ۲۷.

نشأة النحو و تاريخ أشهر النحاة ج ۱/ ۲۲

نزهةالألباء في طبقات الأدباء (۱۴-۱۵)

(۱۴) سیرافی کے حالت کے لیے درج ذیل کتابیں دیکھیں: محمد بن حسن زبیدی (متوفی ۳۷۹ھ) طبقات النحويين واللغويين (۱۸۵-۱۱۹) بتحقیق: ابوالفضل ابراہیم، دارالمعارف/ مصر۔
-محمد بن اسحاق بن ابی یعقوب، ابن الندیم / الفهرست لابن النديم، ص ۶۸، دارالمعرفہ/ بیروت، لبنان۔
-ابو البرکات أنباری / نزهة الألباء في طبقات الأدباء، ص ۳۲۷، ط: دارالفکر العربی/ قاہرہ بتحقیق: ابوالفضل ابراہیم۔
-وزیر جمال الدین ابوالحسن علی بن یوسف قفطی، (متوفی ۶۴۶ھ) / إنباء الرواة على أنباء النحاة، (۱/ ۳۴۲) بتحقیق: استاذ محمد ابوالفضل ابراہیم، ۱۳۶۹ سے ۱۳۸۰ھ کے درمیان مختلف مرحلوں میں دارالفکر/ قاہرہ، مصر سے شائع ہوئی۔
-ابوالعباس شمس الدین احمد بن محمد، ابن خلکان (۶۰۸-۶۸۱ھ) وفيات الأعيان و أنباء أبناء الزمان، بتحقیق: احسان عباس، ص (۸۰-۷۸) دار صادر، بیروت، لبنان۔
-علامہ شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان، ذہبی (متوفی ۷۴۸ھ/ ۱۳۷۴ء) سير أعلام النبلاء، (۱۶/ ۲۴۷) مؤسسة الرسالة حافظ ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان بن ذہبی، ذہبی، (متوفی ۷۴۸ھ/ ۱۳۷۴ء) العبر في خبر من غبر ۲/ ۳۴۷)، بتحقیق: محمد السعید زغلول، دارالکتب العلمیہ، بیروت/ لبنان۔
-صلاح الدین خلیل بن ایبک صفدری، (متوفی ۷۶۴ھ) الوافي بالوفيات، (۱۲/ ۴۷) بتحقیق: احمد ارناؤوط اور ترکی مصطفیٰ۔ داراحیاء التراث العربی؛ بیروت/ لبنان۔
-ابوالفرج عبدالرحمٰن بن الجوزی (متوفی ۵۹۷ھ) المنتظم في تاريخ الملوك والأمم، (۱۴/ ۲۶۵-۲۶۴) بتحقیق: محمد عبدالقادر عطا اور مصفطی عبدالقادر عطا، درالکتب العلمیہ/ بیروت، لبنان۔
-ابوالفداء حافظ بن کثیر دمشقی (متوفی ۷۷۴ھ) البداية و النهاية، (۱۱/ ۲۹۴) مکتبہ المعارف/ بیروت، سن: ۱۴۱۲ھ/ ۱۹۹۱ء۔
-خیرالدین زرکلی (۱۳۱۰ھ-۱۳۹۶ء) / الآعلام، (۲/ ۱۹۵) دارالعلم للملایین/ بیروت۔
-یاقوت حموی (۶۲۶ھ) / معجم الأدباء، (۲/ ۹۰۹-۸۹۴) بتحقیق: احسان عباس، دارالغرب الإسلامی/ بیروت، لبنان اور مطبع عیسی البابی الحلبی / مصر (۲۰ رجلدوں میں۔)
-ابوالفلاح شہاب الدین عبدالحیٔ دمشقی،/ امام (۱۰۳۲ھ-۱۰۸۹ھ) / شذرات الذهب في أخبار من ذهب، (۴/ ۳۶۹-۳۶۷) بتحقیق: عبدالقادر ارناؤوط اور محمود ارناؤوط۔ دار ابن کثیر، دمشق، بیروت۔
-حافظ جلال الدین بن عبدالرحمٰن سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ) / بغية الوعاة في طبقات اللغوين والنحاة، (۱/ ۵۰۹-۵۰۷) تحقیق: محمد ابوالفضل ابراہیم، دارالفکر/ بیروت۔
-عبدالباقی بن عبدالمجید یمانی (متوفی ۱۳۴۲ھ) إشارة التعيين في تراجم النحاة و اللغويين،

(۹۳) بتحقیق: دکتور عبدالمجید دیاب، شرکۃ الطباعۃ العربیۃ السعودیہ۔
-تقی الدین ابن قاضی شہبہ (متوفی ۸۵۱ھ)/ طبقات النحاۃ و اللغويين، بتحقیق: محسن غیاض، الدار العربیہ للموسوعات، سن: ۱۴۲۸ھ/ ۲۰۰۸ء۔
-شیخ احمد طنطاوی/ نشأة النحو وتاريخ أشهر النحاة (۱۹۸) دار المعارف/ قاہرہ۔
-ابوحیان حیان علی بن محمد توحیدی، الإمتاع المؤانسة (۱/ ۱۲۹) المکتبۃ العربیہ/ بیروت۔
-شہاب الدین احمد بن یحی، ابن فضل اللہ عمری (متوفی ۷۴۹ھ) مسالك الأبصار في ممالك الأمصار (۴/ ۳۰۱) بتحقیق: کامل سلمانی جبوری، دار الکتب العلمیہ/ بیروت۔
-علامہ مرزا محمد باقر موسوی خوانساری اصفہانی، روضات الجنات في أحوال العماء و السادات، (۳/ ۷۰)، الدار الاسلامیہ/ بیروت، لبنان۔
-محمد خیر رمضانی یوسف، (۱۳۱۵ھ/ ۱۸۹۷ء-۱۴۴۲ھ/ ۲۰۰۳ء) معجم المؤلفين المعاصرين، (۳/ ۲۴۲) مکتبۃ الملک فہد/ ریاض امام ابومحمد عبداللہ بن اسعد یافعی، یمنی، مکی، (متوفی ۷۶۸ھ) مرآة الجنان و عبرة اليقظان، (۲/ ۳۹۰) مؤسسۃ الأعلمی للمطبوعات/ بیروت، لبنان۔
-علامہ ابومحمد محی الدین عبدالقادر قرشی حنفی، شیخ، امام، محدث (۶۹۶-۷۷۵ھ) الجواهر المضيّة في طبقات الحنفية، (ص: ۲۱۹۶) پہلی طباعت: دائرۃ المعارف النظامیہ/ حیدر آباد۔
-ابوالحاسن جمال الدین بردی اتابکی (۸۱۳-۸۷۴ھ)/ النجوم الزاهرة في ملوك مصر و القاهرة، (۴/ ۱۳۳) دار الکتب العلمیہ/ بیروت، لبنان۔

(۱۵) بغية الوعاة (ج: ۱/ ص: ۵۰۷) معجم الأدباء (ج: ۳/ ص: ۱۲۳) وفيات الأعيان (ج: ۲/ ص: ۷۷)

(۱۶) الإمتاع والمؤانسة (ج: ۱/ ص: ۱۲۹) معجم الأدباء (ج: ۳/ ص: ۱۲۳) بغية الوعاة (ج: ۱/ ص: ۵۰۷)

(۱۷) روضات الجنات (ج: ۳/ ص: ۷۳) بحوالۂ آثار البلاد (ص: ۲۰۴) وفيات الأعيان (ج: ۲/ ص: ۷۹)

(۱۸) أخبار النحويين البصريين (ص: ۸۱) معجم الأدباء (ج: ۲/ ص: ۵۷۷) روضات الجنات (ج: ۳/ ص: ۷۱)

(۱۹) سیرافی کے عمان جانے کے بارے میں اختلاف ہے، سفر عمان کے وقت سیرافی کی عمر کتنی تھی، اس سلسلے میں مختلف اقوال ملتے ہیں۔ صاحب فہرست ابن الندیم کے بقول عمان کے سفر کے وقت سیرافی کی عمر ۲۰ رسال سے کم تھی۔ (الفهرست، ص: ۹۳)

(۲۰) مقدمۂ أخبار النحويين البصريين (ص: ۸) معجم الأدباء (ج: ۳/ ص: ۸۷۶) الفهرست لابن النديم (ص: ۹۳) بغية الوعاة (ج: ۱/ ص: ۵۰۷) نزهة الأدباء (ص: ۲۲۸) روضات الجنات (ج: ۳/ ص: ۷۱) وفيات الأعيان (ج: ۲/

ص: ۶۷) إنباه الرواة (ج: ۱/ ۳۴۸)
(۲۱) معجم الأدباء (ج: ۳/ ص: ۸۷۹) إنباه الرواة (ج: ۱/ ص: ۳۱۳)
(۲۲) مقدمۂ اخبار النحويين البصريين للدّكتور إبراهيم البناء (ص: ۱۴)
(۲۳) تاريخ اشهر النحاة:(۲۸۵)
(۲۴) بعض لوگوں سے مراد سیرافی کے معاصر ابوعلی فارسی وغیرہ ہیں۔
(۲۵) معجم الأدباء ۱۷/۲۷۷) معجم المؤلفين (۳/۲۷) بغية الوعاة(۱۱)
(۲۶) معجم الأدباء (۶/ ۳۱-۲۶)
(۲۷) إنباه الرواة على أنباء النحاة ج: ۱/ ص: ۲۹
(۲۸) معجم الأدباء (ج: ۸/ ص: ۱۴۷)
(۲۹) نزهة الألباء (ص: ۳۲۸) معجم الأدباء (ج:۸/ ص: ۱۵۱ – ۱۵۰)
(۳۰) معجم الأدباء (ج: ۸/ ص: ۱۴۹)
(۳۱) معجم الأدباء (ج: ۸/ ص: ۱۴۹) إنباه الرواة على أنباء النحاة (ج: ۱/ ص: ۳۱۴)
(۳۲) رسالة الغفران (ص: ۳۵۷)
(۳۳) تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمایئے: مقدمۂ أخبار النحويين البصريين، للدكتور ابراهيم (ص: ۱۹ – ۸) تاريخ الأدب العربی (ج: ۲/ ص : ۱۸۸) الفهرست (ص: ۹۳) وفيات الأعيان (ج:۲/ ص: ۷۸) بغية الوعاة (ج: ۱/ ص: ۵۰۸ – ۵۰۷) نزهة الألباء (ص:۲۲۸) معجم الأدباء (ج: ۲/ ص: ۹۰۰ – ۸۷۶)
(۳۴) مقدمۂ أخبار النحويين البصريين (ص: ۸) معجم الأدباء (ج: ۳/ ص: ۸۷۶) الفهرست (ص: ۹۳) بغية الوعاة (ج: ۱/ ص: ۵۰۷) نزهة الألباء (ص: ۲۲۸) روضة الجنات (ج: ۳/ ص: ۱۷) وفيات الأعيان (ج: ۲/ ص: ۷۹) اس سلسلے میں محمد بن فوارسؒ فرماتے ہیں: كان يُذكر عنه الاعتزال، ولم يظهر عليه شيءٌ من ذلک. نزهة الألباء (ص: ۲۲۸)
(۳۵) الإمتاع والموانسة –معجم الأدباء (ج: ۲/ص: ۹۰۹–۸۹۴)
(۳۶) الإنباه (ج: ۱/ص: ۳۴۹)
(۳۷) بغيةالوعاة(ص:۵۰۸ –۵۰۷)
(۳۸) نزهة الألباء فی طبقات الأدباء (ص: ۲۲۸)
(۳۹) وفيات الأعيان (ج: ۲/ ص: ۷۹) نزهة الألباء (ص: ۲۲۸) وفيات الأعيان (ج: ۳/ ص: ۷۳– ۷۲) إنباه الرواة على أنباء النحاة (ج: ۱/ ص: ۳۴۸)
(۴۰) شیخ ابوعلی فارسی فسوی (متوفی ۳۷۷ھ) فسا نامی شہر میں پیدا ہوئے تھے، حصول علم کے لیے

ابن حمدان کے پاس بغداد رہے، پھر شیراز چلے گئے تھے۔ ابوعلی فارسی مشہور نحوی اور مفسر تھے۔ انہوں نے بہت سی قیمتی کتابیں بھی لکھی تھیں۔ من جملہ ان کے الکتاب کی شرح بھی لکھی تھی جو مکمل نہیں ہوسکی تھی، وہ شیخ ابوسعید سیرافی کے خاص معاصر تھے۔ ۳۷۷ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ (ابن ندیم، ص: ٦۴) **الإنباه (۱/ ۲۷۴) معجم الأدباء ۱۳/۳) بغية الوعاة (۲۱۷) وفيات الأعيان (۱/ ١٦۴)**

(۴۱) **نزهة الألباء (ص: ۲۲۸) الإنباه (ج: ۱/ ص: ۳۴۹)**

(۴۲) **مقدمۂ نور القبس (ص: ۱۱)**

(۴۳) تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں: **مقدمہ درباب أخبار النحويين لأحمد مهدوى رامغاني (ص: ۲.۷۱) مقدمۂ معجم الأدباء، أشارة التعيين، مقدمۂ طبقات زبيدي اور بغية الوعاة وغیرہ۔**

(۴۴) ...... **في كثير من الكتب اللتي يخال فيها التعرض لذالك ، فما وقفنا على مايشفي الغلة و ينير السبيل ،فلاح لنا بعد إنعام الفكرة و إطالة النظرة أن نجعل الصلة بين هذه المراحل و العلماء القائمين بأمر هذا الفن ، إذ كان على أيديهم ما نقله من طور إلى آخر (نشأة النّحو ،).**

(۴۵) بغدادی مکتبۂ فکر کے سلسلے میں یہ وضاحت کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ بصری، کوفی مکاتب فکر کے زوال کے دور میں چوں کہ بغداد علم وفن کا مرکز بنا ہوا تھا؛ اس لئے اہل علم بغداد کا رخ کرنے لگے۔ اس دور میں علم نحو نے بھی خوب ترقی کی اور نحو پر تصانیف بھی خاطر خواہ قابل ذکر اضافہ ہوا۔ نحات بغداد میں بھی عموماً دو رجحان تھے، کچھ پر بصری فکر کا غلبہ تھا، جب کہ کچھ کوفی مذہب پر عمل پیرا تھے۔ مثلاً درج ذیل نحات پر بصریت کا رنگ غالب تھا: زجاجی (م ۳۱۱ھ)، ابن السراج (م ۳۱۹ھ) ، ابن درید (م ۳۲۱ھ)، ابوعلی صفار (م ۳۴۱ھ)، مبرمان (م ۳۴۵ھ)، نفطویہ (م ۳۲۳ھ)، ابن درستویہ (م ۳۴۷ھ)، قاضی ابوسعید سیرافی (م ۳۴۷ھ) وغیرہ۔

بغدادیوں کی ایک جماعت کوفی مکتبِ فکر کی طرف مائل تھی، جیسے: حامض (م ۳۰۵ھ)، یزیدی (م ۳۱۰ھ)، ابن شقیر (م ۳۱۷ھ)، ابوبکر ابن الأنباری (م ۳۲۸ھ)۔

نحات بغداد میں ایسے حضرات بھی تھے جو دونوں مکاتبِ فکر کو جمع کر کے عمل کرتے تھے؛ ان کا جھکاؤ کسی ایک طرف نہیں تھا، جیسے: ابن خالویہ (م ۳۷۰ھ)، ابوعلی الفارسی (م ۳۷۷ھ)، رمانی (م ۳۸۴ھ)، ابن جنی (م ۳۹۲ھ)، ربعی (م ۴۲۰ھ) وغیرہ۔

ان سطور میں بغدادی مکتب فکر کو علیحدہ بیان نہیں کیا گیا؛ بلکہ جن کا میلان بصریہ یا کوفیہ کی طرف تھا انہیں ، اسی کے تحت بیان کیا ہے؛ بغدادی مکتبِ فکر کے سلسلے میں مذکورہ وضاحت اس لئے بھی ضروری معلوم ہوئی۔ (**نشأة النحو وتاريخ أشهر النحاة**، ص: ١٦۵ - ۱۸۴؛ مقدمۂ اخبار النحويين البصريين، ص: ۷-۹؛ وغیرہ)

(۴۶) قاضی بغداد شیخ ابوسعید سیرانی وغیرہ بھی بغدادیوں میں سے ہیں گرچہ بعض حضرات نے شیخ سیرانی کو بھی متأخرین میں شمار کیا ہے؛ لیکن اغلب یہ ہے کہ وہ متقدمین میں سے ہیں۔(نشأة النحو ... ،ص: ۱۹۲)

(۴۷) اسلامی علوم وفنون ہندوستان میں : مولانا سید عبدالحیٔ لاکھوٹی، دارالمصنفین ،شبلی اکیڈمی وغیرہ (ص:۴۸-۵۲)

بصری ائمۂ نحات

(نحاتِ بصرہ کے طبقات، خدمات اور حالات)

متقدمین نحات بصرہ کے تراجم وطبقات پر مرجع اور سند کی حیثیت
رکھنے والی کتاب أخبار النحويين البصريين کا اردو ترجمہ

زیر سرپرستی:
امیر ملت، نمونۂ اسلاف حضرت اقدس مفتی **ابوالقاسم نعمانی** صاحب دامت برکاتہم
شیخ الحدیث ومہتمم دارالعلوم دیوبند

ترجمہ وتقدیم
کفیل احمد
معین المدرسین دارالعلوم دیوبند

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

مشاہیر نحو کون تھے؟
ان کے سوانحی حالات کیا تھے؟
کون کس کا شاگرد تھا؟
علم نحو میں کس کا کیا رتبہ تھا......؟
اس
کتاب میں انہیں چیزوں کو بیان کیا گیا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

علم نحو کے واضع اول

فن نحو کے بانی کے بارے میں اختلاف ہے؛(۱) کچھ لوگوں کی رائے ہے کہ ابوالاسود الدؤلیؒ علم نحو کے بانی ہیں؛ بعض کا کہنا ہے کہ نصر بن عاصم دؤلیؒ نے فن نحو وضع کیا ہے، جن کو نصر بن عاصم لیثی بھی کہتے ہیں، بعض لوگ کہتے ہیں کہ عبدالرحمان بن ہرمز نے فن نحو وضع کیا ہے، لیکن اکثر علماء کے نزدیک ابوالاسود الدؤلیؒ ہی فن نحو کے واضع اول ہیں۔

(۱) ابوالاسود الدؤلی(۲) م ۶۹ ھ

نسب:

ابوالاسود کا نام ظالم بن عمرو بن سفیان بن عمرو بن حِلس بن نُفاثہ بن عدی، بن الدُوِل بن بکر بن کنانہ ہے۔

ان کی نسبت کے تلفظ و تعلیل کی تفصیل:

ابوالاسودؒ بصرہ کے باشندے ہیں، ان کی نسبت دُوَلی ہے؛ جو دُوِل کی طرف

(۱) اس اختلاف کے لیے مندرجۂ ذیل کتابیں دیکھیے: الفہرست لابن الندیم (ص:۵۹)، مراتب النحويين (ص:٦) نزهة الألباء (ص:۳) بغية الوعاة (ج:۲ص:۲۲)

(۲) ابوالاسود دؤلی کے حالاتِ زندگی کے لیے درج ذیل کتابیں ملاحظہ فرمائیں:

مراتب النحويين (ص:۱۰) نور القبس (ص:۷) طبقات زبيدى (ص:۲۱) نزهة الألباء (ج:۱ص:۸) الفهرست (ص:۴۶) وفيات الأعيان (ج:۲ص:۵۳۵) الإنباه (ج:۱ص:۱۳) النجوم الزاهرة (ج:۱ص:۱۸۴) بغية الوعاة (ج:۲ص:۲۲)

منسوب ہے، جیسے: نَمِرٌ کی طرف نسبت نَمَرِی ہوتی ہے۔ (فعِل کے وزن میں) کسرے کو عین کلمے پر ثقیل سمجھ کر فتحہ دیا جاتا ہے۔ نیز ہمزہ میں تخفیف کر کے اس کو واو مخففہ سے بدل کر دُولی کہنا بھی جائز ہے؛ کیوں کہ جب ہمزہ مفتوح کا ماقبل مضموم ہو تو اس کو واو مخففہ سے بدل کر تخفیف کی جاتی ہے، جیسے: جُؤنٌ (۱) میں تخفیف کر کے جُوَنٌ کہا جاتا ہے۔

کبھی تخفیفاً ہمزہ کو یا سے بدل کر الدِّیْلی کہتے ہیں؛ لیکن ہمزہ کو یا سے بدلنے کی صورت میں دال کو کسرہ دیں گے؛ تاکہ یا سالم رہے، جیسے: قِیْلَ، بِیْعَ میں فا کلمے کو کسرہ دیتے ہیں۔

اصمعیؒ کہتے ہیں کہ مجھے عیسی بن عمر نے بتایا کہ دِیْل بن بکر کنانی ہی دُئِل کہلاتے ہیں؛ اہل حجاز نے ہمزہ کو ترک کر دیا (اور اس کی جگہ یا لے آئے۔) اس پر اصمعی نے کعب (۲) بن مالکؓ کا یہ شعر سنایا:

جَاؤُوْا بِجَيْش لَوْ قِيْسَ مُعْرَسُهُ مَا كَانَ اِلَّا كَمُعَرَّسِ الدُّئِلِ

(وہ ایسا لشکر لے کر آئے، اگر لشکر کی شبانہ آرام گاہ کا موازنہ کیا جائے، تو وہ دُئل کی آرام گاہ کی طرح ہے (یعنی وہ بڑا لشکر لے کر آئے۔)

جو لوگ ابوالاسود الدِّیلی کہتے ہیں، ان کی مراد ہمزہ میں مذکورہ تخفیف کر کے دُئِل کی طرف نسبت ہوتی ہے، اس لیے کہ (ان کی نسبت کے تلفظ میں تو اختلاف ہے،) لیکن ان کے نسب میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

ابوالاسودؒ حضرت علیؓ کے شاگرد تھے:

ابوالاسود حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کی صحبت میں رہے (اور ان کی شاگردی

---

(۱) جُؤْنَةٌ: عطار کی عطر رکھنے کی ڈبی۔

(۲) یہ خزرجی صحابی ہیں؛ دربارِ رسالت کے شعراء میں ان کا شمار ہے۔ أعرس القومُ: رات کے آخری حصے میں آرام کے لیے رکنا۔ **مُعْرَس**: باب تفعیل یا افعال سے اسم مفعول کا صیغہ ہے۔

اختیار کی)۔ وہ حضرت علیؓ اور ان کی اولاد سے سچی محبت کرتے تھے، چناں چہ اس سلسلے میں ان کے یہ(۱) اشعار منقول ہیں:

يَقُولُ الْأَرْذَلُونَ بَنُو قُشَيْرٍ طَوَالَ الدَّهْرِ لَاتَنْسى عَلِيًّا

أُحِبُّ مُحَمَّداً حُبًّا شَدِيْدًا وَعَبَّاسًا وَحَمْزَةَ وَالوَصِيَّا

فَإِنْ يَكُ حُبُّهُمْ رَشَداً أُصِبه وَلَسْتُ بِمُخْطِئٍ إِنْ كَانَ غَيًّا

(کمینے بنو قشیر کہتے ہیں کہ تم کبھی بھی (حضرت) علیؓ کو نہیں بھولو گے۔

میں محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم)، حضرت عباسؓ، حضرت حمزہؓ اور وصیِ رسول اللہ حضرت علیؓ سے سچی محبت کرتا ہوں۔

اگر ان اہل بیت سے محبت کرنا رشد و ہدایت ہے تو مجھے وہ حاصل ہوگئی ہے اور اگر (العیاذ باللہ) ان سے محبت کرنا گمراہی ہے تو میں (ان سے محبت کرکے) غلطی پر نہیں ہوں۔)

بنو قشیر سے ابوالاسود کے نالاں رہنے کی وجہ:

ابوالاسود بصرہ میں بنو قشیر میں رہتے تھے، حضرت علیؓ اور آپ ﷺ کی آل سے محبت کرنے کی پاداش میں ابوالاسود پر بنو قشیر رات بھر پتھر پھینکتے رہے، ابوالاسود نے صبح کے وقت جب لوگوں سے ان کے پتھر پھینکنے کا تذکرہ کیا تو وہ کہنے لگے کہ اللہ تعالی نے تم پر پتھر برسائے ہیں۔ ابوالاسود نے کہا کہ تم جھوٹے ہو، اگر اللہ تعالی پتھر مارتے تو مجھے لگتے۔ تم پتھر برسا رہے تھے اس لیے نہیں لگے۔

علم نحو کی تدوین کا سبب:

ابوالاسود کے فن نحو کو ترتیب دینے کی وجوہات کے بارے میں لوگوں کا اختلاف ہے، چناں چہ ابوعبیدہ معمر بن مثنی فرماتے ہیں کہ ابوالاسود نے حضرت علیؓ سے عربی زبان سیکھی تھی اور وہ حضرت علیؓ سے سیکھا ہوا علم کسی سے بیان نہیں کیا کرتے تھے،

---

(۱) یہ اشعار نزھۃ الألباء (ص:۶۔۷) اور الانباہ (ج:۱ص:۱۷) میں بھی ہیں۔

یہاں تک کہ ان کے پاس (والیِ بصرہ) زیاد بن ابیہ(۱) نے پیغام بھیجا کہ جس فن میں آپ مہارت اور امامت کا درجہ رکھتے ہیں، اس میں کچھ لکھیے، اور اپنے فن سے کتاب اللہ پر اعراب لگائیے؛ تاکہ لوگ مستفید ہوں، ابوالاسود نے اس سلسلے میں ان سے معذرت کردی۔ اس کے بعد ابوالاسود نے کسی کو درج ذیل آیت: أَنَّ اللّٰهَ بَرِيْءٌ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَرَسُوْلِهِ (التوبة:۳) میں رسول کو مجرور پڑھتے ہوئے سنا۔ (جب کہ صحیح "وَرَسُوْلُهٗ" ہے) ابوالاسود نے فرمایا کہ کیا لوگوں کی یہ حالت ہوگئی ہے (کہ اتنا غلطی پڑھنے لگے؟) اور زیاد سے آکر کہا کہ امیر آپ نے جس کام کا حکم دیا تھا میں اسے کرنا چاہتا ہوں، اس لیے آپ میرے لیے ایک سمجھ دار کاتب تلاش کرلیں، جو میرا کہنا مانے، چناں چہ ان کے لیے عبد قیس سے ایک کاتب بلایا گیا، ابوالاسود اس سے مطمئن نہیں ہوئے، پھر دوسرا کاتب بلایا گیا۔ (ابوالعباس مبرد کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ وہ بھی عبد قیس میں سے تھا۔) ابوالاسود نے اس سے کہا کہ میں جب کسی حرف پر فتحہ دوں، تو اس حرف پر ایک نقطہ لگانا، جب ضمہ دوں، تو اس حرف سے پہلے ایک نقطہ لگانا اور جب کسرہ دوں، تو اس حرف کے نیچے نقطہ رکھنا؛ اگر کسی حرکت کے بعد غنہ آئے تو ایک کے بہ جائے دو نقطے لگانا۔ یہ ابوالاسود کے نقطے تھے۔

دوسرا واقعہ:

حضرت عاصم(۲) (کوفی) بیان فرماتے ہیں کہ ابوالاسود الدیلی عربی کے قواعد وضع کرنے کی اجازت لینے کے لیے عبیداللہ بن زیاد کے پاس آئے، انھوں

(۱) زیاد بن ابیہ کا نام زیاد بن ابوسفیان صخر بن حرب ہے۔ یہ زیاد بن ابیہ کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کو زیاد بن سمیہ بھی کہتے ہیں۔ حضرت معاویہؓ نے انھی کو اپنا بھائی بتایا تھا، اس سے پہلے انھیں زیاد بن عبید الثقفی کہتے تھے۔ ہجرت کے سال یا اس سے پہلے پیدا ہوئے۔ یہ عرب کے مشہور خطیب اور داعی تھے۔ اپنی وفات تک حضرت معاویہؓ کی طرف سے بصرہ کے گورنر رہے۔ ۵۳ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

(۲) مذکورہ روایت کی سند درج ذیل ہے:

محمد بن عمران بن زیاد الضبی فرماتے ہیں کہ مجھ سے ابوخالدؒ نے، ان سے ابوبکر بن عیاش نے بیان کیا کہ حضرت عاصم کوفی بیان فرماتے ہیں کہ...... »»»

نے انکار کردیا، عاصم کوفی فرماتے ہے کہ ان کے پاس کچھ اور لوگ آئے، ان میں سے ایک نے کہا: ”أصلحک اللّٰه، مات أبانا، وترک بنوه“ (اللہ تمھیں نیک رکھے، ہمارے باپ مر گئے اور لڑکوں کو چھوڑ گئے) عبیداللہ نے کہا کہ مجھے لازمی طور پر ابوالاسود کو بلانا چاہیے۔ پھر آپ نے ابوالاسود کو بلا کر کہا کہ عربی زبان کے قواعد وضع کرو۔

مذکورہ واقعے کی ایک اور روایت:

عاصم کوفی فرماتے ہیں کہ عربی زبان کے قواعد اولا ابوالاسود دیلی نے وضع کیے ہیں، (جس کا پسِ منظر یہ ہے کہ) ابوالاسود نے بصرہ میں زیاد سے ملاقات کی اور کہا کہ میں عربوں کو دیکھ رہا ہوں کہ ان سے عجمی مل گئے ہیں۔ اور عربوں کی زبان بدل گئی ہے، کیا آپ مجھے اجازت دیں گے کہ عربوں کے لیے ایسے قواعد وضع کروں جن سے وہ اپنی زبان کو پہچانیں، یا فرمایا کہ زبان کو درست کریں، زیاد نے منع کردیا، اس کے بعد زیاد کے پاس ایک آدمی آیا، اس نے امیر المؤمنین سے کہا: ”أصلح اللّٰه الأمير، تُوُفّي أبانا، وترک بنوه“ (اللہ امیر المؤمنین کو نیک بخت رکھے!

»»»

تعارف رواۃ:

محمد بن عمران: نحوی کوفی تھے۔ ان پر زبان وادب کا غلبہ تھا۔ یہ عبیداللہ معتز کے مؤدب ہیں۔ ۲۵۵ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ دیکھیے: الإنباه (ج:۳ص:۱۷۹) نزهة الألباء (۲۶۹۔۲۷۰) طبقات النحاة واللغويين لابن شهبة (ص:۲۲۲)۔

ابو بکر بن عیاش: کے نام کے سلسلے میں ۱۳ر اقوال مروی ہیں۔ علامہ جزریؒ کے بقول شعبہؒ راجح ہے۔ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ صحیح قول کے مطابق ان کا نام ہی ان کی کنیت ہے۔ یہ فن قراءت کے امام ہیں، ثقہ ہیں، امام عاصم سے روایت کرتے ہیں۔ ۱۹۳ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ دیکھیے: تہذیب التہذیب (ج:۱۲اص:۳۴)

امام عاصمؒ: قراء سبعہ میں سے تھے، فصیح اور متقن عالم تھے۔ قرآن کریم بڑی عمدہ آواز میں پڑھتے تھے، ۱۲۷ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

ہمارے ابا کی وفات ہوگئی اور ان کے بیٹے رہ گئے۔) زیاد نے کہا: "تُوُفِّي أبانا، وترك بنوه" ؟؟ اتنا غلط پڑھ رہے ہو۔ اور فرمایا کہ ابوالاسود کو بلاؤ، ابوالاسودؒ تشریف لائے، تو ان سے فرمایا کہ میں نے جو فن وضع کرنے سے تمھیں منع کیا تھا، اب اس کی تدوین شروع کردو۔

یہ واقعہ بھی تدوین نحو کا سبب ہے:

ایک قول کے مطابق فن نحو کو وضع کرنے کا سبب (۳) یہ ہے کہ زیاد کے تدوین نحو سے منع کرنے کے بعد اہل بوزنجان میں سے سعد نامی ایرانی شخص ابوالاسودؒ کے پاس سے گذرے، جو اپنے خاندان کے ساتھ بصرہ آئے تھے اور حضرت قدامہ (۴) بن مظعون جمحیؓ سے ان کی قربت ہوگئی تھی؛ ان کے بقول وہ لوگ صحابی رسولؐ قدامہ بن مظعون جمحیؓ کے ہاتھ پر اسلام لائے تھے، اسی وجہ سے وہ لوگ حضرات قدامہ کے موالی تھے۔

ایک بار یہی سعد اپنے گھوڑے کو ہنکاتے ہوئے ابوالاسود کے پاس سے گذرے ابوالاسود نے پوچھا: کیا ہوا؟ سوار کیوں نہیں ہوتے؟ سعد نے جواب دیا: إنَّ فَرِسِيْ ضَالع (ان کی مراد ظالع (۵) تھی، وہ یہ کہنا چاہتے تھے کہ میرا گھوڑا لنگڑا

---

(۱) مذکورہ روایت کی سند درج ذیل ہے:
(۲) یحییٰ ابن آدم ابوبکر بن عیاش سے اور وہ عاصم کوفی سے روایت کرتے ہیں کہ......

تعارف رواۃ:

امام یحیی حافظ، قاری اور فقیہ تھے، انھوں نے کئی ساری تصانیف لکھی تھیں۔ ۲۰۳ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

(۳) تفصیل کے لیے دیکھیے :الفهرست (ص:۶۰) الإنباه (ص:۶) بوزنجان یا بوزجان ایران میں ہرات اور نیساپور کے درمیان ایک شہر ہے۔

(۴) حضرت قدامہ بن مظعونؓ صحابی رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ سابقین اولین میں سے ہیں۔ حضرت عمر بن خطابؓ نے انھیں بحرین کا گورنر بنایا تھا۔ ۳۶ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

(۵) ظلع، ظلعا (فتح) لڑکھڑانا اور لنگڑانا۔ انسان اور چوپایہ دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

ہے) ان کی بات پر کچھ حاضرین ہنسنے لگے، ابوالاسود نے فرمایا کہ (اہل عرب کے یہاں غلطی بڑی قبیح شئ تھی، جیسا کہ ابوالاسودؒ کے درج ذیل مقولے سے اندازہ ہوتا ہے) ان موالی کو اسلام کی رغبت ہوئی تو یہ اسلام میں داخل ہوگئے، جس کی بناء پر یہ ہمارے بھائی بن گئے، کاش ہم نے انھیں زبان بھی سکھائی ہوتی، اس کے بعد ابوالاسود نے باب الفاعل والمفعول وضع کیا۔

لفظی غلطی کی قباحت:

(اہل عرب کے یہاں لفظی غلطی بڑی قبیح شئ تھی، جیسا کہ ابوالأسودؒ کے درج ذیل مقولے سے اندازہ ہوتا ہے)

ابوالاسود فصیح ترین انسان تھے، قتادہ (۱) بن دعامہ السدوسی فرماتے ہیں کہ ابوالاسودؒ نے فرمایا کہ کلام میں اعرابی اور نحوی غلطی سے اس طرح بدبو آتی ہے، جیسے سڑے ہوئے گوشت سے بدبو آتی ہے۔

درج ذیل واقعات بھی تدوین نحو کا سبب ہیں:

تدوین نحو کے سبب کے طور پر اس واقعے کو بھی ذکر کیا جاتا ہے کہ ایک دن (۲) ابوالاسود سے ان کی لڑکی نے کہا: ابا جان! ما أحسنُ السّماء! (لڑکی نے نون پر فتحے کے بجائے ضمہ پڑھ دیا) آپ کہنے لگے: پیاری بیٹی! کیا آسمان کے ستارے خوبصورت ہیں؟ اتنے میں بیٹی نے کہا کہ میں نے ستاروں کا حسن مراد نہیں لیا، بلکہ میں آسمان کی خوبصورتی پر اظہار تعجب کر رہی ہوں، آپ نے فرمایا: تب تم ماأحسنَ السّماء۔ (نون کے فتحہ کے ساتھ) کہو! اس موقع پر ابوالاسودؒ نے فن نحو میں ایک تحریر لکھی۔

---

(۱) مشہور محدث ہیں، ۱۱۸ھ میں ان کی وفات ہوئی ہے۔

(۲) دیکھئے: الإنباه (ج:۱ص:۱۶)

درج ذیل واقعہ بھی اسی ضمن میں منقول ہے:

ایک(۱) بار ابوالاسود کی لڑکی نے سخت گرمی کے دن ان سے کہا: ابا جان! **ما أشدُّ الحرّ!** (گرمی کتنی شدید ہے) ابوالاسود نے کہا: جب سورج (صقعاء) تمھارے اوپر ہو اور گرمی کی شدت سے تپتی ہوئی زمین تمھارے نیچے ہو.... اتنے میں لڑکی بولی: میری مراد ہے کہ گرمی شدید ہے، آپ نے فرمایا تب دال کے فتحے کے ساتھ اس طرح کہو: **ما أشدَّ الحرَّ!** (گرمی کتنی شدید ہے!)

یہ بھی (۲) منقول ہے کہ ابوالاسودؒ نے اپنے دوست کے لڑکے سے ملاقات کی اور اس سے پوچھا: تمھارے والد کو کیا ہوا؟ بچے نے جواب دیا: **أخذته الحُمّٰی، ففضخته فضخاً، وطبختته طبخاً، ورضختته رضخاً، فتركته فرخاً** (انھیں بخار ہو گیا، جس سے وہ سفید پڑ گئے، وہ بخار سے گھل گئے، اور بخار نے انھیں توڑ کر رکھ دیا اور زیر کر دیا۔)

پھر ابوالاسودؒ نے پوچھا: ان کی بیوی کا کیا ہوا جو ان کو دھتکارتی، ان کی مخالفت کرتی، ان سے بدسلوکی کرتی اور انھیں زچ کرتی تھی؟ بچے نے جواب دیا: والد نے اسے طلاق دے کر، دوسری عورت سے نکاح کر لیا ہے بچے نے یہ بھی کہا: **فحظيت عنده، ورضيت، وبظيت** (دوسری بیوی ان کے نزدیک مقبول ہے اور خوش ہے۔) ابوالاسودؒ نے لڑکے سے پوچھا: ''**بظيت**'' کے کیا معنی ہیں؟ بچے نے عرض کیا: یہ زبان کا ہی ایک حرف ہے، معلوم نہیں کس انڈے سے نکلا اور کس گھونسلے میں پلا بڑھا ہے؟ اس پر ابوالاسودؒ نے فرمایا: بھتیجے! جس لفظ کا مجھے علم نہیں ہے، اس میں تمھارے لیے کوئی خیر نہیں ہے۔ (مذکورہ واقعے میں اس بچے نے غریب لفظ استعمال کیا جو فصیح اور معیاری زبان کے خلاف ہے، ابوالاسودؒ نے اسے اس لیے ٹوکا)

---

(۱) اس واقعے کے لیے بھی دیکھیے: الإنباہ (ج:۱ص:۱۶۔)

(۲) دیکھیے: مراتب النحويين (ص:۹)

ابوالأسود سے مشورہ:

عبداللہ (۱) بن بریدہ فرماتے ہیں کہ ابوالاسود (۲) سے پوچھا گیا: کیا ہم فلاں شخص کو اپنا سردار بنالیں؟ انہوں نے جواب دیا: نہیں، کیوں کہ وہ تمھیں صرف سبز باغ دکھاتا ہے اور تمھاری ضروریات میں کام نہیں آتا؛ البتہ تم فلاں کو اپنا سردار منتخب کرلو؛ اس لیے کہ وہ بڑا بہادر اور مدمقابل کو زیر کردینے والا ہے۔ اگر اسے کچھ دیا جائے، تو جھپٹ پڑتا ہے، لیکن اس سے کچھ مانگا جائے تو تنگ دل ثابت ہوتا ہے۔

(۲) نصر بن عاصم: (۳) م ۸۹ھ

(نصر بن عاصم بھی بقول بعض واضع علم نحو تھے؛ جیسا کہ ذیل کے واقعے سے بھی ظاہر ہوتا ہے)

خالد حذاء (۴) فرماتے ہیں کہ میں نے فن نحو کے واضع اول نصر بن عاصم سے قل هو الله أحد، الله الصّمد کے بارے میں پوچھا کہ ہم اسے کیسے پڑھیں؟

---

(۱) ابوسہل عبداللہ بن بریدہ مروزی مشہور تابعی ہیں، یہ اپنے والد بریدہ بن حصیب، ابن عباس، ابن عمر اور ابوالاسود وغیرہ سے روایت کرتے ہیں۔ ۱۰۰ھ یا ۱۰۵ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

(۲) ابوالاسود الدؤلی کی وفات ۶۹ھ میں ہوئی۔

(۳) نصر بن عاصم کے حالاتِ زندگی کے لیے ملاحظہ فرمائیں:

طبقات الزبيدى (ص: ۲۷) نور القبس (ص: ۲۳) نزهة الألباء (ص: ۷) إنباه الرواة (ج: ۲ ص: ۳۴۳) بغية الوعاة (ج: ۲/ ص: ۳۱۳)

(۴) مذکورہ واقعے کی سند درج ذیل ہے:

نصر بن عاصم کے بارے میں محبوب بکری سے خالد حذاء فرماتے ہیں کہ......

تعارف رواۃ:

نصر بن عاصم کا سلسلۂ نسب درج ذیل ہے:

نصر بن عاصم بن عمرو بن خالد بن حزم بن اسعد بن ودیعہ بن مالک بن قیس بن عامر بن لیث بن بکر بن عبد مناہ بن علی بن کنانہ۔ بکر بن عبد مناہ میں نصر بن عاصم کا نسب ابوالاسود دؤلی کے ساتھ مل جاتا ہے۔ »»»

آپ نے أحد کے دال کو بغیر تنوین کے پڑھا،(۱) خالد حذاء فرماتے ہیں کہ میں نے نصر بن عاصم کو بتایا کہ عروہ اسے تنوین کے ساتھ پڑھتے ہیں؛ نصر بن عاصم نے جواب دیا: انھوں نے غلط کہا ہے اور ان سے غلطی سرزد ہوتی رہتی ہے۔(۲)

پھر خالد حذاءؒ نے نصر بن عاصم کا قول ابن ابی اسحاق کو بتایا تو وہ موت تک ''أحد'' کے دال کو بغیر تنوین کے پڑھتے رہے۔

اوپر عروہ کا تذکرہ آیا ہے محبوب بکری سے ان کے بارے میں اختلاف منقول ہے کہ یہ عروہ ہیں، یا عزرہ؟ خلف (۳) بن ہشام کے بقول یہ عروۃ ہیں اور عمر (۴) بن شَبَّہ کہتے ہیں کہ یہ عَزْرہ ہیں۔

««« نصر بن عاصم کی وفات خلیفہ بن خیاط کے مطابق ۸۰ھ ہے۔ جب کہ جزریؒ کے بقول ان کی وفات ۱۰۰ھ سے قبل ہوئی ہے۔ (حاشیۂ الدکتور إبراهيم البناء على أخبار النحويين بحوالۂ طبقات خلیفہ بن خیاط (ص:۲۰۶)

محبوب بکری: کا نام محمد بن حسن بن ہلال ہے، محبوب ان کا لقب ہے، لقب سے زیادہ مشہور ہیں، خالد بن مہران وغیرہ سے روایت کرتے ہیں۔ ان سے امام احمد بن حنبلؒ اور خلیفہ بن الخیاط وغیرہ روایت کرتے ہیں۔

خالد حذاء سے خالد بن مہران مراد ہیں، جن کی وفات ۱۴۱ھ میں ہوئی تھی۔

(۱) قل هو الله أحد میں ''أحد'' نصر بن عاصم اور ابوعمرو وغیرہ کی قراءت میں بلا تنوین ہے۔ امام فراءؒ کے بقول یہ حضرات تنوین کو اعرابی مانتے ہیں۔ جو الف لام سے، یا ساکن حرف سے ملنے کی وجہ سے حذف ہوجاتی ہے (حاشیۂ د۔ ابراہیم ص:۳۸)

عروہ بن زبیر بن عوام سے قراءات بھی مروی ہیں۔ یہ اپنے والدین اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں، اور ان سے ان کی اولاد، امام زہری اور بہت سے لوگ روایت کرتے ہیں۔ ۹۳ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

(۲) مذکورہ واقعے کے لیے دیکھیے: طبقات النحويين للزبيدى (ص:۲۷) الانباہ (ج:۳ص: ۳۴۳۔۳۴۴)

اور عزرۃ بن عبدالرحمٰن بن زرارۃ خزاعی ہیں۔ کچھ تابعین سے بھی روایت کرتے ہیں اور عزرۃ سے خالد حذاء وغیرہ روایت کرتے ہیں۔

(۳) خلف بن ہشام کا سن وفات ۲۲۹ھ ہے۔

(۴) عمر بن شبہ نحوی کی وفات ۲۶۲ھ میں ہوئی۔

نصر بن عاصم بڑے فصیح اللسان شخص تھے، ان کا شمار بڑے قراء میں ہوتا ہے، ان سے ابو عمر (۱) بن العلاء وغیرہ نے علم حاصل کیا ہے۔ عمر (۲) بن دینار فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں، امام زہری (۳) اور نصر بن عاصم اکٹھا ہوئے، چناں چہ نصر بن عاصم نے بولنا شروع کیا تو امام زہری فرمانے لگے کہ نصر بن عاصم بولتے وقت عربی زبان کی دھجیاں اڑا دیتے ہیں (۴)۔

(۳) عبد الرحمان بن ہرمز (۵) م ۱۱۷ھ

ابن لہیعہ (۶)، ابو النصر (۷) سے روایت کرتے ہیں کہ عبد الرحمان (۸) بن ہرمز نحو کے اولین بانیوں میں سے ہیں، ان کا شمار قراء کرام میں ہوتا ہے، اور وہ قریش کے انساب کے بڑے عالم تھے۔

ابو الاسودؒ کے تلامذہ اور ان کے مدرسے کے فضلاء:

ابو الاسود دیلیؒ سے جن لوگوں نے علم حاصل کیا ہے، ان میں سے چند یہ ہیں:

(۱) ابو عمرو بن العلاء امام اللغۃ تھے۔ ۱۵۴ھ میں ان کی وفات ہوئی۔
(۲) عمرو بن دینار جمحی کا سن وفات ۱۲۵ھ ہے۔
(۳) ابوبکر محمد بن مسلم زہری مشہور محدث ہیں، زہری ابن عمرؓ اور کچھ تابعین سے روایت کرتے ہیں۔ ان کا سنِ وفات ۱۲۱ھ ہے۔
(۴) واضح رہے کہ امام سیرافیؒ نے نصر بن عاصم کے واضعِ نحو ہونے نہ ہونے سے بالکل بحث نہیں کی ہے، اگرچہ بعض روایتوں میں نصر بن عاصمؒ کو واضعِ نحو قرار دیا ہے۔ ایک روایت کے مطابق نصر بن عاصم ہی نے سب سے پہلے قرآن کریم پر نقطے لگائے۔
(۵) عبد الرحمان بن ہرمزؒ کے احوال کے لیے درجِ ذیل کتب ملاحظہ فرمائیں:
بغیة الوعاة (ص:۳۰۳) طبقات الزبیدی (ص:۹) طبقات ابن قاضی شهبه (ج:۲/ص: ۸۱-۸۲) الفهرست (ص:۳۹) النجوم الزاهرة (ج:۱/ص:۲۷۶) نزهة الألباء (ص:۱۸-۱۹)
(۶) ابن لہیعہؒ بصری کا نام عبد اللہ ہے، ان کا سنِ وفات ۱۷۳ھ ہے۔
(۷) ابو النضر سالم بن امیہ تیمی حضرت انسؓ اور کچھ تابعین سے روایت کرتے ہیں، یہ ثقہ راوی ہیں۔
(۸) ان کے حالات کے لیے دیکھیے: طبقات الزبیدی (ص:۲۶) الإنباه (ج:۲/ص:۱۷۲)

تحیی بن یعمر، عنبسہ بن معدان، انھیں عنبسۃ الفیل بھی کہتے ہیں، میمون الاقرن،(۱) ان کو میمون بن الاقرن بھی کہتے ہیں، ایک قول کے مطابق نصر بن عاصم نے بھی ابوالاسودؒ سے علم حاصل کیا ہے۔

تحیی بن یعمر (۲) م ۱۲۹ھ

یحی بن یعمر، عدوان بن قیس بن عیلان بن مضر کے خاندان سے ہیں، ان کا شمار بنوکنانہ کی شاخ بنولیث میں ہوتا ہے، وہ بڑے عالم اور فاضل ہونے کے ساتھ، ساتھ معتمد راویانِ حدیث میں سے ہیں، ان سے احادیث مروی ہیں، حضرات ابن عمرؓ اور ابن عباسؓ وغیرہ سے ان کا لقاء ثابت ہے۔

اور یحی بن یعمر سے امام قتادہ وغیرہ روایت کرتے ہیں۔

ایک روایت کے مطابق ابوالاسودؒ نے جب باب الفاعل والمفعول لکھا، تو اس کتاب میں بنی لیث کے ایک شخص نے چند ابواب کا اضافہ کر دیا، غور کرنے سے معلوم ہوا کہ وہ کلامِ عرب میں اختراعی چیزیں تھیں (جو چلنے والی نہیں تھیں؛ لہذا) لوگوں نے ان کو باقی نہیں رکھا۔ بہت ممکن ہے کہ بنی لیث کے وہ شخص یحی بن یعمر ہوں؛ کیوں یہ بھی بنی لیث میں سے ہیں۔

---

(۱) مصنفؒ نے ابوالاسود دؤلیؒ کے شاگردوں میں میمون الاقرن کا مستقل ترجمہ ذکر نہیں کیا، ان کے حالات کے لیے دیکھیے: معجم الأدباء (ج:۱۹ص:۲۰۹)

(۲) یحی بن یعمر کے حالات کے لیے ملاحظہ فرمائیے: طبقات الزبیدی (ص:۲۷) نزھۃ الألباء (ص:۱۹) الإنباہ (ج:۴ص:۱۸) الفھرست لابن الندیم (ص:۶۲) ابن ندیم نے تو تحیی بن یعمر کے حالات میں شیخ سیرافی کی اس عبارت کو بعینہٖ نقل فرمایا ہے۔

واضح رہے کہ یعمر کا تلفظ دو طرح سے ہوتا ہے: (۱) یاء اور میم کے فتح کے ساتھ یَعمَر۔ بقول ابن خلکان: یہ لغت اصح اور اشہر ہے (۲) یاء کے فتحے اور میم کے ضمے کے ساتھ یَعمُر۔

یحی بن یعمر اور حجاج بن یوسف کا ایک واقعہ:

ایک مرتبہ حجاج بن یوسفؒ نے یحیی بن یعمر سے پوچھا: کیا آپ کے علم کے مطابق میں کہیں (لفظی) غلطی کرتا ہوں؟ یحیی نے جواب دیا: امیر فصیح انسان ہیں، غلطی نہیں کرتے، حجاج نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے میری غلطی ضرور بتائیں، چوں کہ یہ علماء امیروں کے عزائم کا احترام کرتے تھے؛ اسی لیے یحیی بن یعمر نے فرمایا: ہاں! آپ کتاب اللہ میں غلطی کرتے ہیں، حجاج نے کہا: کتاب اللہ میں غلطی کرنا تو امیر کے لیے بہت بڑا عیب ہے، تو بتایئے کتاب اللہ میں کہاں غلطی ہے؟ یحیی بن یعمر نے فرمایا: آپ نے آیت ''قل إن كان آباؤكم وأبناؤكم وإخوانكم وأزواجكم وعشيرتكم وأموال اقترفتموها وتجارة تخشون كسادها، ومساكن ترضونها، أحبَّ إليكم من اللّٰه ورسولہ'' میں ''أحبَّ'' پر رفع پڑھا ہے؛ جب کہ وہ منصوب ہے۔ حجاج نے کہا کہ آپ مجھے آج کے بعد غلطی کرتے نہیں دیکھو گے، اس واقعے کے بعد حجاج نے ان کو جلاوطن کر کے خراسان (۳۷) بھیج دیا۔

یزید بن مہلب (حجاج کے گروہ کے آدمی تھے اور یحی بن یعمر کے مخالف تھے۔ خراسان میں یحی بن یعمر سے ان کی ملاقات ہوئی تو انھوں) نے خراسان سے حجاج کے پاس پیغام بھیجا کہ دشمن (یحیی بن یعمر) سے ہماری ملاقات ہوئی ہے اور ہم نے مقابلہ کر کے ان کو پہاڑ کی چوٹی پر جانے پر مجبور کر دیا ہے، اب ہم پہاڑ کے دامن میں ہیں، (اور یحی بن یعمر پہاڑ پر ہیں۔ حجاج نے یزید بن مہلب کی بات پر توجہ نہیں دی اور کہا:) ابن مہلب کا ان باتوں سے کیا لینا دینا؟ حجاج کو بتایا گیا کہ وہاں یحی بن

---

(۱) یہ واقعہ درج ذیل کتابوں میں ہے:
طبقات ابن سلام (ص: ۱۳) طبقات الزبيدي (ص: ۲۸) نزهة الألباء (ص: ۲۰.۱۹) الإنباه (ج: ۴ ص: ۲۰) معجم الأدباء (ج: ۲۰ ص: ۴۲)

یعمر ہیں، اس پر حجاج نے کہا: تو میں کیا کروں؟ (۱)

عنبسہ الفیل (۲) م ۱۰۰ھ

عنبسہ کو عنبسہ الفیل کہنے کا سبب:

عنبسہ بن معدان؛ میسان (۳) کے رہنے والے ہیں، بعد میں بصرہ آ کر مقیم ہو گئے تھے، بصرہ کے مشہور اموی حاکم عبداللہ بن عامر (۴) نے ایک ہاتھی پال رکھا تھا، وہ اس پر خوب خرچ کرتے تھے، معدان ان کے پاس گئے اور ہاتھی کے خرچے اور کچھ ماہانہ وظیفے کے عوض، اس کی دیکھ، ریکھ اپنے ذمہ لے لی، اس کے بعد لوگ ان کو معدان الفیل کہنے لگے۔ ان کے گھر ایک لڑکا پیدا ہوا، جس کا نام عنبسہ رکھا گیا، اس نے علم نحو حاصل کیا اور اشعار کی روایت کرنے لگا۔ وہ لڑکا بلا کا ذہین تھا۔ اس کے بارے میں مشہور ہے کہ اس نے غلط طور پر اپنے آپ کو قبیلۂ مہرہ (۵) بن حیدان کی طرف منسوب کر لیا تھا۔

فرزدق کا عنبسہ کی ہجو کرنا:

فرزدق کو ان کے بارے میں معلوم ہوا کہ عنبسہ بن معدان ان کے خلاف

---

(۱) یہ واقعہ بھی مندرجۂ بالا کتابوں میں انھیں مقامات پر مذکور ہے۔

(۲) عنبسہ بن معدان کے حالاتِ زندگی کے لیے یہ کتابیں ملاحظہ فرمائیں: الفهرست (ص:۶۲) طبقات زبیدی (ص:۲۹) مراتب النحويين (ص:۱۹) نور القبس (ص:۲۳) نزهة الألباء (ص:۱۵) الإنباه (ج:۲ص:۳۸۱) بغية الوعاة (ج:۲/ص:۲۳۳) إشارة التعيين (ص: ۲۴۶) معجم الأدباء (ج:۱۶ص:۱۳۳)۔

(۳) میسان ایک پرگنہ ہے، جس میں بہت سے گاؤں ہیں۔ یہ بصرہ اور واسط کے درمیان واقع ہے۔

(۴) عبداللہ بن عامر قرشی صحابی ہیں۔ یہ حضرت عثمان بن عفانؓ کے ماموں زاد بھائی تھے، حضرت عثمانؓ نے انھیں بصرہ اور فارس کا گورنر بنایا تھا۔ انھوں نے خراسان اور اطرافِ فارس کو فتح کیا تھا۔ ۵۹ یا ۵۸ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

(۵) یہ قبیلہ؛ عمان اور حضر موت کے درمیان واقع ہے۔

جریر کے اشعار پڑھتا ہے، اس پر فرزدق نے عنبسہ کے خلاف یہ شعر کہا:

لقد كان في معدان والفيل زاجرٌ　　لعنبسة الرّاوي عليّ القصائدا

میرے خلاف قصائد کہنے والے عنبسہ کو قبیلۂ معدان میں ہاتھی کی بابت جھڑکنے والا شخص (عبد اللہ بن عامر) موجود ہے۔ (چوں کہ عنبسہ کے والد اموی حاکم کے ہاتھی کی دیکھ ریکھ پر مامور تھے شعر میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔)

بصرہ کے ایک گورنر نے عنبسہ سے اس شعر اور ہاتھی کا قصہ پوچھا، عنبسہ نے جواب دیا کہ فرزدق نے "والفیل" نہیں کہا ہے بل کہ انھوں نے "واللّؤم" کہا ہے، تو گورنر نے کہا کہ تم کسی بڑی چیز ہی کی وجہ سے الفیل (ہاتھی) سے اللؤم (کمینگی) کی طرف بھاگ رہے ہو۔ یعنی حقیقتِ حال کو چھپانا چاہ رہے ہو۔

عنبسہ کا تعلیمی سلسلہ:

ابوعبیدہؒ فرماتے ہیں کہ لوگ ابوالاسودؒ سے عربی زبان وادب سیکھتے تھے، چناں چہ ان کے شاگردوں میں سب سے زیادہ ماہر عنبسہ بن معدان المہری تھے، اور عنبسہ کے تلامذہ میں زیادہ باکمال میمون اقرن تھے، پھر میمون اقرن کے شاگردوں میں عبد اللہ بن ابی اسحاق حضرمی جیسے عالم وفاضل حضرات پیدا ہوئے۔

میمون اور عبد اللہ بن ابی اسحاق حضرمی (۱) م ۱۱۷ھ

کچھ علمائے نحو کا مقام ومرتبہ:

عمر بن شبّہ سے عبد اللہ بن محمد التوّزی (۲) نے فرمایا کہ میں نے ابوعبیدہ معمر بن مثنی سے سنا ہے کہ نحو کے اولین واضع ابوالاسود دیلیؒ ہیں، پھر میمون اقرن، پھر عنبسۃ

(۱) عبد اللہ بن ابی اسحاق حضرمی کے حالات کے لیے دیکھیے: طبقات ابن سلام (ص: ۲۲-۱۴) طبقاتِ زبیدی (ص: ۳۱) نزہۃ الألباء (ص: ۲۵-۲۲) الإنباہ (۱۰۸-۱۰۴)

(۲) عبد اللہ بن محمد التوزی کے حالات اسی کتاب میں آگے دیے گئے ہیں۔

الفیل ہیں، ان کے بعد عبداللہ بن ابی اسحاق کا نمبر آتا ہے۔

اس روایت میں توزی نے لفظ صدوق کے معنی بھی بیان فرمائے کہ صدوق کے معنی عفیف ہیں۔

واضح رہے کہ اس حکایت میں میمون کا ذکر عنبسہ سے پہلے ہے جب کہ اس سے پہلی حکایت میں عنبسہ کا ذکر میمون سے پہلے ہے۔

محمد بن سلام (۱) نے ذکر کیا ہے کہ فنِ نحو میں عنبسہ اور میمون اقرن کے بعد عبداللہ بن ابی اسحاق حضرمی کا نمبر آتا ہے، اور ابن ابی اسحاق، عیسی بن عمر ثقفی اور ابو عمر بن العلاء تینوں کا زمانہ ایک ہے؛ مگر ابن ابی اسحاق کی وفات ان دونوں حضرات سے پہلے ہوئی ہے۔

کہا جاتا ہے کہ عبداللہ بن ابی اسحاق فقہ وقیاس سے لاتعلق تھے، جب کہ ابو عمرو بن العلاء کلام عربی، لغات اور غریب ومشکل الفاظ کا وسیع علم رکھتے تھے اور اس وقت کے بصرہ کے حاکم بلال بن ابی بُردہ (۲) ان دونوں علوم کے جامع تھے۔ جنہیں ہشام کے زمانے میں خالد (۳) بن عبداللہ القسری نے بصرہ کا والی بنایا تھا۔

عبداللہ بن ابی اسحاق غالب آ گئے:

ابو عمر بن العلاء کا بیان ہے کہ ایک دن ہمزہ کے بارے میں ابن ابی اسحاق کی مجھ سے بحث ہوئی، جس میں وہ مجھ پر غالب آ گئے، میں نے بعد میں اس مسئلے میں غور کیا اور مسئلے کی مکمل تحقیق کر کے چھوڑی۔ (۴)

---

(۱) محمد بن سلام جمحی طبقات فحول الشعراء کے مصنف ہیں۔ ۲۳۲ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ انھوں نے یہ واقعہ طبقات فحول الشعراء (ص: ۲۴) پر ذکر کیا ہے

(۲) بلال بن ابی بردہ بن ابوموسی اشعری بصرہ کے امیر وقاضی تھے۔ امام قتادہؒ وغیرہ ان کے شاگرد ہیں، یہ بہترین ادیب تھے۔ یہ تقریباً ۱۲۵ھ میں قید خانے میں قتل کیے گئے۔

(۳) خالد بن عبداللہ قسری کو ہشام بن عبدالملک نے ۱۰۵ھ سے ۱۲۰ھ تک بصرہ کا امیر بنایا تھا، یہ عرب کے مشہور خطیب ہیں، ان میں سخاوت بھی بہت تھی، بڑے متدین انسان تھے۔ ۱۲۵ھ میں انھیں سولی دی گئی۔

(۴) طبقات فحول الشعراء (ص: ۱۵)

ابن ابی اسحاق کا علمی مقام:

ایک شخص نے یونس نحوی سے ابن ابی اسحاق کے اوصاف اور ان کے علمی رتبے کے بارے میں دریافت کیا، یونس نحوی نے فرمایا کہ ابن ابی اسحاق اور نحو دونوں برابر تھے، یعنی وہ فن نحو کے اعلی درجہ کے ماہر تھے۔ سارے فن پر ان کی نظر تھی، اس شخص نے مزید پوچھا کہ آج کے علماء کا ان سے کوئی تقابل ہے؟ یونس نحوی نے جواب دیا کہ اگر آج کے دور میں کسی کو ان کے جیسا علم حاصل ہو جائے تو لوگ تعجب کرنے لگیں گے اور اگر کسی کو ان کی سی ذہانت، فکر کی تیزی اور ان کا سا غور و فکر کرنے کی صلاحیت کسی کو حاصل ہو جائے تو وہ سب سے بڑا عالم مانا جائے۔

ابن ابی اسحاق کی فرزدق پر تنقید:

ابن ابی اسحاق مشہور شاعر فرزدق پر بہت تنقید کرتے اور انھیں دق کرتے تھے۔ فرزدق نے ایک قصیدے میں یزید کی مدح میں یہ اشعار کہے: (۱)

مُسْتَقْبِلِينَ شَمَالَ (۲) الشّأْمِ تَضْرِبُنَا   بِحَاصِبٍ كَنَدِيْفِ الْقُطْنِ مَنْثُوْرِ
عَلَى عَمَائِمِنَا تُلْقِيْ وَأَرْحُلِنَا   عَلَى زَوَاحِفَ تُزْجَى مُخُّهَا رِيْرُ

شمال کی طرف سے چلنے والی نحوست بھری آندھی سے ہمارا سامنا ہوا، جس کی وجہ سے ہمیں کنکریاں لگ، لگ کر اس طرح گر رہی تھیں جیسے دھنی ہوئی روئی بکھری پڑی ہو۔

---

(۱) طبقات فحول الشعراء (ص:۱۷)

(۲) الشّمال: شمالی ہوا۔ حاصب: آندھی جو ریزوں کو اڑائے۔ کنکروں والی زمین ندف القطن: روئی دھنا۔ ندیف: مندوف۔ زواحف: زاحفة کی جمع ہے، کمزور اونٹ۔ تزجی: تُساق کے معنی میں ہے۔ مُخّ: ہڈی کا گود، اجراد ہے۔ مُخّ ریر: خراب اور کمزور گودا، جو لاغری کی وجہ سے پگھل گیا ہو۔ محاسیر: محسور کی جمع ہے، تھکا دینے والا۔ جب اونٹ ہار جائے اس وقت کہتے ہیں: أحسرت البعير

اس آندھی کی وجہ سے ہمارے عماموں اور کجاووں پر کنکریاں آ کر لگ رہی تھی۔ جب کہ ہم سست رفتار اونٹوں پر سوار تھے، دبلے پن کی وجہ سے جن کی پنڈلیوں کا مغز خشک ہو چکا تھا۔ یعنی ہم کئی مصیبتوں میں گھرے ہوئے تھے، ایک تو آندھی سمتِ مخالف سے چل رہی تھی، دوسرے یہ کہ ہوا کی شدت سے ہمیں کنکریاں آ، آ کر لگ رہی تھیں، اوپر سے اونٹ بھی لاغر اور سست رفتار تھے۔ نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن؛ والی صورت حال تھی۔

(یہاں فرزدق نے دوسرے شعر کے پہلے مصرعے میں "وأرحلُنا" پر ضمہ پڑھا اور دوسرے مصرعے میں "ریـر" پر کسرہ پڑھ دیا؛ اس لیے) ابن ابی اسحاق نے اس شعر پر تنقید کی اور پہلے مصرعے کو جر دیا اور دوسرے مصرعے کو رفع دیا۔ یہ بات فرزدق کے پاس پہنچی تو انھوں نے شعر کو اس طرح بدل دیا:

عَلَى زَوَاحِفَ نُزْجِيْهَا مَحَاسِيْرُ

ہم تھکے ماندے کمزور اونٹوں پر سوار تھے، جنھیں ہم لے جا رہے تھے۔

ابن ابی اسحاق کی ہجو اور ان کے مولی الموالی ہونے کی تحقیق:

جیسا کہ پہلے ذکر ہوا ابن ابی اسحاق فرزدق (۱) پر بہت رد کرتے تھے؛ چناں چہ فرزدق نے بھی ان کے بارے میں یہ شعر کہا:

فَلَوْ كَانَ عَبْدُاللهِ مَوْلٰى هَجَوْتُهٗ   وَلٰكِنَّ عَبْدَاللهِ مَوْلٰى مَوَالِيَا (۲)

(عبداللہ بن ابی اسحاق مولی (بھی) ہوتا تو میں اس کی برائی کرتا؛ لیکن عبداللہ بن ابی اسحاق تو موالی (مولی کی جمع) کے (بھی) مولی ہیں، (یعنی مولی

(۱) فرزدق مشہور شاعر ہے۔ ۱۱۰ھ ان کا سنِ وفات ہے۔
(۲) طبقات فحول الشعراء (ص:۱۸)

ہونا کسی کا حلیف ہونا ذلت کی بات ہے اور مولی کا مولی ہونے میں تو زیادہ ذلت ہے۔فرزدق یہ کہنا چاہتا ہے کہ ایسے گرے پڑے شخص کی تو برائی بھی کیا کروں؟) عبداللہ بن ابی اسحاق آل حضرمی (۱) کے مولی ہیں اور وہ بنوعبد شمس بن عبد مناف کے مولی ہیں۔عبداللہ بن ابی اسحاق اس طرح مولی الموالی ہوئے۔مولی کے لیے اہل عرب حلیف بھی استعمال کرتے ہیں۔راعی کے مندرجۂ ذیل شعر میں مولی کے یہی معنی مراد ہیں:

جَزَى اللّٰـهُ مَـوْلَانَا غَنِيًّا مَلَامَةً   شِـرَارَ مَـوَالِي عَامِرٍ فِيْ الْعَزَائِمِ

(اللہ تعالی ہمارے مولی ''غنی'' کو بدلے میں ملامت عطا فرمائے۔اس کی نیت بنی عامر کے موالی میں سب سے بری ہے۔)

اخطل نے جریر سے کہا:

أَتَشْتُمُ قَوْمًا أَثْبَتُوكَ (۲) بِنَهْشَلٍ   وَلَـوْلَاهُـمْ كُنْتُمْ لِعُكْلٍ مَوَالِيَا

کیا تم ایسے لوگوں (فرزدق) کو گالی دیتے ہو جنھوں نے بنونہشل کے ذریعے تمھاری جڑیں جمائی ہیں۔اگر وہ نہ ہوتے تو تم بنوعکل کے مولی بن چکے ہوتے۔) یعنی بنوعکل کے حلف الرباب ہوتے۔(حلف الرباب: رب یعنی کھجور سے بنے کھانے والا معاہدہ۔اس کی تفصیل کے لیے طبقات الشعراء وغیرہ دیکھیے۔)

حاشیہ: (۱) حضر موت کی طرف نسبت حضرمی ہوتی ہے۔

حاشیہ: (۲) أثبت، اثباتا: أثّل تأثيلا: جڑیں مضبوط کرنا، پائیداری بخشنا۔

شعر میں مذکور تثبیت وتاصیل کی تفصیل درج ذیل ہے:

جریر، کلیب بن یربوع بن حنظلہ کی اولاد میں سے ہیں اور کلیب، نہشل بن وارم بن حنظلہ کے اخیافی بھائی ہیں۔نہشل فرزدق کا گروہ ہے اور بنوکلیب جریر کا گروہ ہے۔نہشل اور بنوکلیب دونوں اخیافی بھائی ہیں، جو ایک دوسرے کے حلیف ہیں۔اس طرح بنی نہشل نے بنی کلیب کی جڑیں مضبوط کیں۔

یونس نحوی کہتے ہیں کہ ابوعمرو بن العلاء عربوں کی بڑی تعریف کرتے تھے جب کہ ابن ابی اسحاق اور عیسی بن عمر عربوں پر تنقید کرتے تھے۔(۱)

ابوعمرو بن العلاء(۲) م ۱۵۴ھ

(ابوعمرو بن العلاء کی ولادت ۱۵۴ھ میں ہوئی، وہ علوم قرآن کے ماہرین میں سے ہیں، ان سے یونس بن حبیب نے علم حاصل کیا ہے، ان سے قراءت، نحو اور لغت میں بہت سی روایتیں بھی منقول ہیں۔ وہ اشعار بھی بکثرت روایت کرتے ہیں جیسا کہ آئندہ روایات سے ظاہر ہے۔)

اصمعی (۳) کہتے ہیں کہ میں نے ابوعمرو سے اللہ تبارک وتعالی کے ارشاد "فَعَزَّزْنَا بِثَالِث" (بالتشدید) کے معنی پوچھے، ابوعمرو نے جواب دیا کہ اس کے معنی شَدَّدْنَا ہیں، (ہم نے انھیں تیسرے کے ذریعے تقویت دی) اس موقع پر ابوعمرو نے بطور استشہاد متلمس کا یہ شعر پڑھا:

أُجُدٌ (۴) إِذَا ضَمَرَتْ تَعَزَّزَ لَحْمُهَا　　وَإِذَا تُشَدُّ بِنِسْعِهَا لَاتَنْبِسُ

گٹھے ہوئے بدن کی اونٹنی کا جسم مشق کرانے اور سدھانے کی وجہ سے ہلکا اور

---

(۱) اس روایت کی سند درج ذیل ہے:
حسین بن فہم کہتے ہیں کہ ہم سے ابن سلام نے، ان سے یونس نحوی نے بیان کیا کہ......

تعارف رواۃ:

ابو علی حسین بن محمد بن عبد الرحمان بن فہم ثقہ ہیں۔ حفظ حدیث، اخبار، نسب اور اشعار میں ماہر ہیں۔ یحیی بن معین، مصعب الزبیدی، محمد بن سعد کاتب واقدی اور محمد بن سلام وغیرہ سے روایت کرتے ہیں۔

(۲) ابوعمرو بن العلاء کے حالات کے لیے دیکھیے: مراتب النحويين (ص: ۱۳. ۲۰) الفهرست لابن النديم (ص: ۴۲) طبقات الزبیدی (۴۰-۳۵) نزهة الألباء (ص: ۳۸-۳۱) الإنباه (ج: ۴/ ص: ۱۲۵)

(۳) اصمعی لغت، ادب اور شعر کے امام تھے۔ ۲۱۶ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

(۴) ناقة أُجُدٌ: لاغر اونٹنی جس کے پٹھے دبلے پن کی وجہ سے نمایاں ہوں۔ ضَمَرَتْ: کمزور ہونا۔ تَعزز: مضبوط اور سخت ہونا۔ نِسْعٌ: باندھنے کا پٹہ، تَنْبِسُ: حرکت کرنا۔ نبست شفتاه بالكلام: بولنا۔

دبلا ہو جائے تو اس کا گوشت مضبوط ہو جاتا ہے، جب وہ پٹھے سے بندھتی ہے تو سخت گوشت چڑھ جانے کی بنا پر اس کا جبڑا حرکت نہیں کر پاتا۔

اصمعی جیسے ائمہ لغت ابو عمرو بن العلاء کے شاگرد ہیں:

ابو عمرو سے اصمعی جیسے ائمۂ لغت بھی روایت کرتے ہیں، چناں چہ اصمعی فرماتے ہیں (۱) کہ مجھے ابو عمرو بن العلاء نے ایک یمنی شاعر کے یہ اشعار سنائے۔ بعض حضرات کے نزدیک یہ اشعار امرؤ القیس بن عابس (۲) کے ہیں، اشعار یہ ہیں:

أَيَا تَمُلكُ، يَا تَمُلِي (۳) ذَرِيْنِي وَذَرِيْ عَذْلِيْ
ذَرِيْنِيْ وَسَلاحِيْ ثُمّ شُدِّيْ الْكَفَّ بِالْعُزَلِ
وَنَبْلِيْ وَفُقَاهَا (۴) كَعَرَاقِيْبِ قَطاً طُحُلِ
وَثَوْبَايَ جَدِيْدَان وَأُرْخِيْ شُرُكَ النَّعْلِ
وَمِنِّيْ نَظْرَةٌ خَلْفِيْ وَمِنِّيْ نَظْرَةٌ قَبْلِيْ
فَإِمَّا مِتُّ يَاتَمُلِيْ فَمُوْتِيْ حُرَّةً مِثْلِيْ

اے تملک! اے تملی! تو مجھے چھوڑ دے، اور مجھے ملامت مت کر۔ (تملی امرؤ القیس کی بیوی کا نام ہے)

مجھے میرے ہتھیاروں کے بغیر رہنے دے اور اپنا ہاتھ (جنگوں سے الگ رہنے والے) ایک نہتے شخص کے ہاتھ میں مضبوطی سے تھما دے۔ (اس شعر میں اس

---

(۱) اس روایت کی سند یہ ہے:
مازنی کو اصمعی نے ابو عمرو کے حوالے سے ایک یمنی شاعر کے......
تعارف رواۃ:
مازنی امام النحو واللغۃ تھے۔ ۲۴۹ھ میں وفات ہوئی۔ کتاب میں آگے ان کے حالات آرہے ہیں۔
(۲) امرؤ القیس مخضرمی دور کے شاعر ہیں۔
(۳) تملک امرؤ القیس کی بیوی کا نام ہے اور ''تمل'' مرخم ہے۔
(۴) فوق ج: أفواق وفوق. قفا: فقا اصل میں فُوق تھا۔ قلب مکانی کر کے قُفَا ہو گیا۔ لام کلمہ عین کی جگہ آ گیا۔ پھر چوں کہ واؤ متحرک ما قبل مفتوح تھا۔ اس لیے واؤ الف سے بدل گیا۔

طرف اشارہ ہے کہ جنگوں میں شرکت کرنے والے کی زندگی کا اعتبار نہیں رہتا؛ لہذا اس سے رشتہ جوڑنے میں تو تردد ہوسکتا ہے، مگر جنگوں سے الگ، تھلگ رہنے والے شخص سے رشتہ جوڑنے میں کیا ہچکچاہٹ؟)

میرے تیر کا بالائی حصہ (گھس جانے کی وجہ سے) سیاہی مائل تیتروں کے کُونچ (۱) کی طرح کند ہوگیا ہے۔ (شاعر یہ کہنا چاہ رہا ہے کہ جنگوں سے میری علیحدگی بزدلی کی وجہ سے نہیں ہے؛ اس لیے کے میری بہادری کا عالم تو یہ ہے کہ لڑ، لڑ کر میرا تیر گھس گیا ہے۔)

میرے دونوں کپڑے نئے ہیں، (میں نیا لباس زیب تن کرتا ہوں، اور خوش حالی کے عالم میں میرے) جوتے کے تسمے لٹکے رہتے ہیں۔

(میری مستعدی اور چوکسی کی یہ حالت ہے کہ) میری ایک آنکھ آگے ہوتی ہے اور ایک پیچھے لگی رہتی ہے۔

اے تملی! اگر میں (مذکورہ احتیاطوں کے باوجود) مر بھی گیا تو تم بھی میری طرح آزادانہ موت مرجانا۔ (شاعر دور کی کوڑی ملا رہا ہے کہ میں ویسے تو جنگوں سے دور رہتا ہوں لیکن اگر جنگ ہوئی اور میں مارا گیا تو تم دشمن کے ہاتھوں غلام بننے کے بہ جائے میری طرح شریفانہ موت اختیار کرلینا۔)

ابوعمرو کہتے ہیں کہ جمحی نے مجھے مذکورہ اشعار، درج ذیل اشعار کے اضافہ کے ساتھ سنائے:

وَقَدْ أَسْبَأُ لِلنُّدْمَا ... نِ بِالنَّاقَةِ وَالرَّحْلِ
وَقَدْ أَخْتَلِسُ الطَّعْنَةَ ... تَنْفِي سَنَنَ الرِّجْلِ
وَقَدْ أَخْتَلِسُ الطَّعْنَةَ ... لَا يَدْمَى لَهَا نَصْلِي
كَجَيْبِ الدِّفْنِسِ الوَرْهَا ... ءِ رِيعَتْ وَهْيَ تَسْتَفْلِي

---

(۱) کونچ: وہ موٹا پٹھا جو آدمی کی ایڑی کے اوپر اور چوپایوں کے ٹخنوں کے نیچے ہوتا ہے۔ (فیروز الغات ص: ۱۰۴۱، ط: فیروز سنز لاہور)

(میری ہمدردی اور فیاضی کا یہ حال ہے کہ) میں ہم نشینوں کے لیے کجاوے کے ساتھ اونٹنی خرید کر دے دیتا ہوں۔

(اور بہادری کا یہ عالم ہے کہ) میں بہت سی دفعہ اچھل کر نیزے سے ایسا وار کرتا ہوں جو (زیادہ خون نکل جانے کی وجہ سے) پیروں کو راستہ چلنے سے روک دیتا ہے۔

اور بسا اوقات میں جست لگا کر نیزے سے ایسی ضرب لگاتا ہوں کہ تیزی اور مہارت کی بناء پر میرے نیزے کی انی مقتول کو خون نکلنے کی بھی مہلت نہیں دیتی۔ (یعنی ضرب بہت کاری ہوتی ہے؛ اس لیے خون نکلنے سے پہلے ہی کام تمام ہو جاتا ہے۔)

میرے نیزے کی وسعت حیران و سرگرداں بے وقوف عورت کے گریبان کی طرح ہے، جو جوئیں تلاش کرانے کی چاہت (میں گریبان کھولے ہوئے) ہو (یعنی میرا نیزہ گریبان کی طرح چوڑا ہے۔

ابوعمرو بن العلاء نے امام اصمعی کو ایک عمر رسیدہ نجدی شیخ کے یہ اشعار سنائے: (۱)

اسْتَقْدِرِ اللّٰهَ خَيْرًا وَارْضَيَنَّ بِهِ ۔۔۔ فَبَيْنَمَا الْعُسْرِ إِذْ ذارَتْ مَيَاسِيْرُ

وَبَيْنَمَا الْمَرْءُ فِي الْأَحْيَاءِ مُغْتَبِطٌ ۔۔۔ إِذَا هُوَ الرَّمْسُ تَعْفُوْهُ الْأَعَاصِيْرُ

يَبْكِيْ عَلَيْهِ غَرِيْبٌ لَيْسَ يَعْرِفُهُ ۔۔۔ وَذُوْ قَرَابَتِهٖ فِي الْحَيِّ مَسْرُوْرُ

حَتّٰى كَأَنْ لَمْ يَكُنْ إِلَّا تَذَكُّرُهُ ۔۔۔ وَالدَّهْرُ أَيَّتَما (۲) حَالٍ دَهَارِيْرُ

---

(۱) اس روایت کی سند یہ ہے:
محمد بن یزید کو مازنی نے، ان کو اصمعی نے، انھیں ایک عمر رسیدہ نجدی شیخ کے حوالے سے ابوعمرو بن العلاء نے......

(۲) امام سیبویہؒ نے اس شعر سے لفظ "أيٌّ" کے ظرف واقع ہونے پر استدلال کیا ہے، چناں چہ فرمایا کہ شعر کا مصرعۂ ثانی اس عبارت کے درجے میں ہے: والدّهر دهارير كلّ حال و كلّ مرّة: أي في كلّ حال وفي كلّ مرّةِ اسی طرح کہتے ہیں: القتال كلّ مرّة و كلّ أحوال الدهر؛ أي: في كل مرة و في كل أحوال الدهر۔ یہاں امام سیبویہؒ کے بقول "أيٌّ" ظرف ہونے کی بناء پر منصوب ہے۔

تم اللہ تعالی سے خیر طلب کرو اور اس پر راضی ہو جاؤ؛ کیوں کہ تنگی خوش حالیوں کے درمیان رہتی ہے۔

آدمی زندوں میں خوش وخرم رہتا ہے، جب کہ تیز ہوائیں (ایک دن) اس کی قبر کے نشانات کو مٹا دیتی ہیں۔

اس پر اجنبی شخص روتا ہے، جو اسے پہچانتا بھی نہیں ہے، جب کہ اس کا رشتہ دار محلے والوں میں خوشی منا رہا ہوتا ہے۔

وہ ایسا ہو جاتا ہے گویا کبھی صرف اس کی یادگار تھی، زمانہ ہر حال میں مصیبت بھرا ہوتا ہے۔

عیسی بن عمر ثقفی (۱) م ۱۴۹ھ

عیسی بن عمر ثقفی، یا عیسی بن عمر ہمدانی:

عیسی بن عمر کا شمار ابو عمرو بن العلاء کے طبقے میں ہوتا ہے، عیسی بن عمر دو ہیں (۱) عیسیٰ بن عمر ثقفی بصری (۲) عیسی بن عمر ہمدانی کوفی (۲) جو قرأت کے راوی ہیں، اور عیسی بن عمر ثقفی بکری کا شمار بصرہ کے متقدمین نحات میں ہوتا ہے، انھوں نے عبداللہ بن ابی اسحاق وغیرہ سے علم نحو حاصل کیا ہے، اور ان سے امام خلیل بن احمد نے علم نحو حاصل کیا ہے، ان کی نحو میں دو کتابیں ہیں؛ جن میں سے ایک کا نام "جامع" اور دوسری کا "مکمل" ہے۔ امام خلیل بن احمد (انہی دو کتابوں کے بارے میں) کہتے تھے:

بطل النّحوُ جميعا كلّه   غير ماأحدث عيسى بن عمر
ذاك" إكمال "وهذا" جامع"   فهما للنّاس شمسٌ وقمر

---

(۱) ان کے حالات کے لیے دیکھیے: مراتب النحويين (ص: ۲۱) الفہرست (ص: ۶۲) طبقات الزبیدی (ص: ۴۵-۴۰) الإنباہ (ج: ۲ ص: ۳۷۷-۳۷۴) معجم الأدباء (ج: ۶ ص: ۱۵۰-۱۴۶) عیسی بن عمر کی وفات ۱۴۹ھ میں ہوئی۔

(۲) عیسی بن عمر ہمدانی کوفی قاری ہیں۔ قاری حمزہ کے بعد ان کا نمبر آتا ہے۔ ان کا سن وفات ۱۵۶ھ ہے۔

عیسی بن عمر ثقفی نے فن نحو میں جو کچھ لکھا ہے، اس کے علاوہ سب باطل ہے۔

(ان کی کتابوں میں سے) ایک ''اکمال'' ہے اور ایک ''جامع'' ہے، یہ دونوں کتابیں لوگوں کے لیے افادیت کے اعتبار سے چانداور سورج کی مانند ہیں۔

''اکمال'' اور ''جامع'' پر مصنف کا تبصرہ:

مصنف کتاب قاضی ابوسعید حسن بن عبداللہ سیرافیؒ فرماتے ہیں کہ یہ دونوں کتابیں ہم تک نہیں پہنچی ہیں، نہ ہم نے کسی کے بارے میں یہ سنا ہے کہ اس نے انھیں دیکھا ہے۔

عیسی بن عمر ثقفی کا ایک واقعہ:

عیسی بن عمر الثقفی فصیح الکلام تھے، ان سے فن قراءات میں بہت کچھ مروی ہے۔

ان کے پاس خالد بن عبداللہ القسری کے ایک شاگرد نے کوئی سامان ودیعت رکھا، (اس وقت خالد بن عبداللہ عراق کے امیر تھے ایک زمانے بعد) ان کے عراق کی امارت سے معزول ہونے کے بعد ان کی جگہ یوسف بن عمر (۱) کو یہ عہدہ تفویض ہوا تو یوسف بن عمر نے بصرہ کے گورنر کو حکم دیا کہ وہ عیسی بن عمر کو بیڑی ڈال کر میرے پاس لائیں، چناں چہ بصرہ کے گورنر نے عیسی بن عمر کو بلایا، ساتھ میں لوہار کو بھی بلا بھیجا اور عیسی بن عمر کو بیڑی ڈالنے کا حکم دیا، دوسری طرف عیسی بن عمر سے کہا کہ آپ کو کوئی پریشانی نہیں ہوگی، امیر آپ کو اپنے صاحبزادے کی تربیت کے لیے بلا رہے ہیں، عیسی بن عمر نے پوچھا: پھر ان بیڑیوں کا کیا مطلب؟ کیا اس لیے کہ کہیں میں

(۱) یوسف بن عمر ثقفی اموی یمن اور عراق کے امیر تھے، حجاج بن یوسف کی طرح سخت گیر تھے؛ یہ فصیح اور سخی انسان تھے۔ ۱۲۶ھ میں قتل ہوئے۔

بصرہ میں رہ جاؤں؟

عیسی بن عمر کو یوسف بن عمر کے پاس لایا گیا، انھوں نے ان سے اس ودیعت کے بارے میں پوچھا،عیسی بن عمر نے انکار کردیا، یوسف بن عمر نے جلاد کو انھیں کوڑے مارنے کا حکم دیا؛عیسی بن عمر پر کوڑا پڑا تو تلملا اٹھے اور کہنے لگے: اے امیر!إنّها كانت أُثَيَّابٌ فِيْ أُسَيْفَاطٍ (وہ کچھ معمولی کپڑے تھے، جو جامہ دان میں رکھے ہیں۔) امیر نے کوڑے مارنا بند کردیا اور ان کی بات پر اعتماد کرکے ان سے امانت واپس لے لی۔

علی بن محمد بن سلیمان کے والد فرماتے تھے کہ میں عیسی بن عمر کو ہمیشہ دیکھتا کہ وہ اپنی آستین میں ایک کپڑا رکھتے تھے،جس میں شکر اور خشک آلو بخارا ہوتا تھا، بسا اوقات وہ میرے پاس کھڑے ہوتے، یا چل رہے ہوتے، یا بصرہ کے کسی والی کے پاس ہوتے، کہ اچانک انھیں دل کے ضعف کا عارضہ لاحق ہوتا اور وہ تڑپنے لگتے؛حتی کہ وہ اپنی بیماری سے مغلوب ہونے لگتے؛ اُس موقع پر عیسی بن عمر شکر اور آلو بخارا کا سہارا لیتے،انھیں منہ میں ڈال کر چوستے اور نگل جاتے،اسی سے انھیں افاقہ ہوجاتا۔ ایک بار میں نے ان سے اس کے بارے میں پوچھا تو عیسی بن عمر نے فرمایا کہ یہ بیماری یوسف بن عمر کی مار سے لگی ہے۔ میں نے اس کا ہر ممکن علاج کرالیا؛لیکن اس سے زیادہ موافق نہیں آیا۔

عیسی بن عمر نے فن نحو میں کچھ ضوابط اور اصول وضع کیے تھے:

علی بن محمد بن سلیمان کے والد کہتے ہیں کہ میں نے عیسی بن عمر سے فن نحو میں ان کے وضع کردہ اصولوں کی بابت پوچھا کہ کیا ان میں پورا کلام عرب سما گیا ہے؟ جواب دیا نہیں! میں نے پوچھا کہ جو عربوں کے طرز پر عربی بولے اور آپ کی مخالفت

(۱) علی بن محمد بن سلیمان تاریخ طبری کے رواۃ میں سے ہیں، یہ مؤرخ ہیں۔ ۳۱۰ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

کرے، کیا آپ اس کو غلطی کرنے والا شمار کریں گے؟ عیسی بن عمر نے جواب دیا: نہیں! تب میں نے کہا: پھر آپ کی کتاب کا کیا فائدہ؟

یونس بن حبیب (م۱۸۹ھ) (۱)

یونس بن حبیب باکمال نحوی تھے، یہ ابوعمرو بن العلاء کے محرر تھے۔ انھوں نے متقدمین کی طرح بکثرت عربوں کا کلام سنا تھا، یعنی عربی زبان پر ان کو بڑا عبور تھا، ان سے سیبویہ نے بہت کچھ روایات کی ہیں۔ کچھ نحوی قیاسات اور کچھ مذہبی آراء میں انھوں نے تفرد اختیار کیا ہے، کوفہ کے امام النحو کسائی اور مشہور نحوی فراء (۲) نے ان سے استفادہ کیا ہے، یہ بصرہ میں تعلیم دیتے تھے، ان کے حلقۂ درس میں علماء، طالبانِ علم وادب، بادیہ نشینوں اور دیہات کے فصحاء کی آمد ورفت لگی رہتی تھی۔

أيّ کے بارے میں مروان اور امام کسائی کا مکالمہ:

ابوعثمان مازنی فرماتے ہیں کہ (۳) مروان (بن سعید بن عباد بن حبیب بن مہلب بن ابی صفرہ) نے یونس نحوی کی موجودگی میں امام کسائیؒ سے دریافت کیا کہ کلام عرب میں ''أَيٌّ'' کے مشابہ کیا چیز ہے؟ امام کسائی نے جواب دیا: ''مَا'' اور ''مَنْ''

---

(۱) یونس بن حبیب کے حالات کے لیے دیکھئے: یونس بن حبیب: دکتور حسین نصار مراتب النحويين (ص:۲۳-۲۱) الفهرست (ص:۶۲) طبقات الزبيدى (۵۳-۵۱) نزهة الألباء (۶۴-۵۹) إنباه الرواة (ج:۴ص:۷۲-۶۸) معجم الأدباء (ص:۶۸/۶۴/۲۰) ۱۵۳ھ میں ہارون الرشید کے زمانۂ خلافت میں ان کی وفات ہوئی۔

(یونس بن حبیب ابوعمرو بن العلاء، حماد بن سلمہ اور اخفش کبیر جیسی ہستیوں کے شاگرد تھے، فضل وکمال کے ساتھ، انہیں زور بیان کی بھی زبردست صلاحیت ملی تھی۔ امام سیبویہ، امام کسائی، امام فراء اور معمر بن مثنی جیسے حضرات ان کے تلامذہ میں ہیں، لیکن یونس نحوی میں اعتزال تھا، جیسا کہ آگے آنے والے ایک واقعے سے بھی ان کی جرأت اور فکری انحراف کا علم ہوتا ہے)

(۲) مشہور نحوی امام فراء کوفی کی پیدائش ۱۴۴ھ میں اور وفات ۲۰۷ھ میں ہوئی۔

(۳) اس روایت کی سند یہ ہے: مشہور نحوی ابوبکر بن السراج سے امام مبرد فرماتے ہیں کہ ابوعثمان مازنی کے بقول مروان نے......

"أَيٌّ" کے مشابہ ہیں۔ مروان نے کہا: تو کیا آپ اس طرح کہیں گے: لأضربنّ من في الدّار؟ امام کسائی نے جواب دیا: (جی ہاں!) لأضربنّ من في الدّار کہہ سکتے ہیں (جو گھر میں ہے میں اسے ضرور ماروں گا۔) مروان نے دریافت کیا کہ لأركبنّ ما تركب کہہ سکتے ہیں؟ امام کسائی نے جواب دیا: ہاں! لأركبنّ ما تركب کہہ سکتے ہیں (جس سواری پر آپ سوار ہوں گے، ضرور بالضرور میں بھی اس پر سوار ہوں گا۔) مروان نے پوچھا: ضربتُ من في الدّار کہہ سکتے ہیں؟ امام کسائی نے جواب دیا: ضربت من في الدّار کہہ سکتے ہیں (جو گھر میں ہے میں نے اسے مارا۔) مروان نے پھر پوچھا: ركبت ما ركبت کہہ سکتے ہیں؟ امام کسائی نے کہا کہ "ركبتُ ما ركبت" کہہ سکتے ہیں۔ (جس چیز پر آپ سوار ہوں گے، میں اس پر سوار ہوں گا۔) مروان نے مزید پوچھا: لأضربنّ أيّهم في الدّار کہہ سکتے ہیں؟ امام کسائی نے جواب دیا: ہاں! لأضربنّ أيّهم في الدّار کہہ سکتے ہیں (ان میں سے جو گھر میں ہے میں اسے ضرور بالضرور ماروں گا۔) مروان نے پھر پوچھا: (۱) ضربتُ أَيّهم في الدّار کہہ سکتے ہیں؟ (۲) امام کسائی نے جواب دیا: اس طرح کہنا جائز نہیں ہے، مروان نے پوچھا: جائز کیوں نہیں ہے؟ جواب دیا: أيٌّ كذا خُلِقت (أيٌّ کی وضع اسی طرح ہوئی ہے۔)

اس کے بعد یونس نحوی ناراض ہو کر کہنے لگے: تم ہمارے ہم نشین اور امیر المؤمنین کے اتالیق کو ستاتے ہو؟

(زبان وادب علم لغت اور اشعار پر یونس نحوی کی مضبوط گرفت تھی، جیسا کہ

(۱) امام کسائی کے یہاں "أيّ" موصولہ سے پہلے فعل ماضی نہیں آسکتا۔ فعل مضارع آسکتا ہے؛ اس لیے اس مثال کو ناجائز قرار دیا۔

(حاشيۃ الدکتور ابراهيم البناء على أخبار النحويين بحوالۂ شرح شرح المفصل لابن يعيش ج: ۳ ص: ۱۴۶-۱۴۵)

(۲) امام کسائی کوفی نحوی کی وفات ۱۸۹ھ میں ہوئی۔

مندرجۂ ذیل واقعے سے اندازہ ہوتا ہے۔)

امام فراء نے بیان کیا کہ (۱) یونس نحوی نے ہمیں حسان بن ثابت کا یہ شعر سنایا:

رُبَّ حِلْمٍ أَضَاعَهُ عَدَمُ الْمَا لِ وَجَهْلٍ غَطَى عَلَيْهِ النَّعِيمُ (۲)

بسا اوقات فقر کی وجہ سے بردباری ختم ہوجاتی ہے جب کہ آسودہ حالی ڈھیر ساری جہالتوں کی پردہ پوشی کردیتی ہے۔

اس شعر میں غَطّی کو یونس نحوی نے بغیر تشدید کے پڑھا تھا۔ (اس لیے کہ غَطٰی اور غَطّٰی دونوں چھپانے کے معنی میں ہیں۔)

مشہور راجز رؤبہ بن عجاج اور یونس نحوی:

یونس نحویؒ فرماتے ہیں کہ مجھ سے رؤبہ بن عجاج نے کہا کہ حتّام تسألني عن هذه البواطيل، وأُزَخرِفُهَا لک؟ أما ترى الشّيب قد بَلَّعَ فِيُ لحيتک؟ (تم کب تک مجھ سے ان لغو اور بے بنیاد قصوں کو پوچھتے رہو گے؟ اور میں کب تک تمہارے لیے انہیں سنوار، سنوار کر پیش کرتا رہوں گا؟ اب تو آپ کو اپنی ڈاڑھی میں پھیلی ہوئی سفیدی نظر آنی چاہیے؟

مصنفِ کتاب ابوسعید فرماتے ہیں کہ ابن اعرابی (۳) نے بَلَّعَ میں تصحیف

---

(۱) اس روایت کی سند یہ ہے:

ابوبکر بن مجاہد نے، ان سے محمد بن جہم نے، ان سے امام فراء نے بیان کیا کہ......

تعارف رواۃ:

ابو عبداللہ محمد بن جہم بن ہارون السری ثقہ اور صدوق راوی ہیں، انھوں نے امام فراء کی تصانیف بھی روایت کی ہیں۔ ۲۷۷ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

(۲) یہ شعر حسان بن ثابتؓ کا ہے۔

(۳) ابوعبیداللہ محمد بن زیاد (ابن اعرابی) کثیر السماع راوی ہیں، کوفی ہیں؛ لیکن ان کی روایات اہلِ بصرہ کے مشابہ رہتی ہیں۔ ۲۳۱ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

کر کے اس کو بَلَّغَ ــ بالغین ـ پڑھا ہے (جب کہ صحیح عین کے ساتھ ہے،) یہ ان مقامات میں سے ہے جہاں ابن اعرابیؒ پر استدراک کیا گیا ہے۔

مصنف فرماتے ہیں کہ بَلَّعَ الشَّعْرُ کے معنی ہیں: بالوں میں سفیدی کا سرایت کر جانا۔

یونس نحوی سے چند مفید روایات:

یونس نحوی نے بیان فرمایا کہ (۱) ہم باب ابن عمیر پر تھے؛ ہمارے پاس سے ایک عورت گذری (جو اس قدر تیز بھاگ رہی تھی کہ)، اس کے جسم کے اعضاء آپس میں ٹکرا رہے تھے، شاید وہ خوف زدہ تھی۔ تھوڑی ہی دیر بعد سامنے سے قریش کا ایک نوجوان آیا، جس نے کوہستانی (۲) قمیص اور چادر پہن رکھی تھی، وہ ہمیں دیکھ کر ٹھٹک گیا، ہم نے اس سے کہا کہ تمھاری محبوبہ یہیں ہے، وہ یہ شعر پڑھتے ہوئے اس عورت کا پیچھا کرنے لگا:

إِذَا سَلَكَتْ قَصْدَ السَّبِيلِ سَلَكْتُهُ
وإِنْ هِيَ عَاجَتْ عُجْتُ حَيْثُ تَعُوْجُ

اگر وہ سیدھے راستے پر چلے گی تو میں بھی اسی پر چلوں گا، اگر وہ مڑے گی تو جدھر وہ مڑیگی میں بھی ادھر ہی مڑوں گا۔

---

(۱) اس روایت کی سند یہ ہے:
ابوسعید سیرافیؒ سے ابن مجاہد نے، ان سے احمد بن یحی نے، ان سے محمد بن سلام نے، ان سے یونس نحوی نے بیان فرمایا کہ......

تعارف رواۃ:

ابوبکر احمد بن موسی بن عباس بن مجاہد تمیمی حافظ حدیث اور قاری ہیں۔ قراء سبعہ میں پہلے نمبر پہ ہیں، بغداد میں ۲۴۵ھ میں پیدائش اور ۳۲۴ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

احمد بن یحیی ثعلب اپنے زمانے میں نحاتِ کوفیہ کے امام النحو واللغۃ تھے۔ ۲۰۰ھ میں پیدائش اور ۲۹۱ھ میں وفات ہوئی۔

(۲) کوہستانی قمیص ہرات کے اطراف میں واقع پہاڑی علاقے کی طرف منسوب ہے۔

آل ، سراب، فيئ، غدوة اوربارحة کی تحقیق:

یونس نحوی مذکورہ سند سے فرماتے ہیں کہ اہل عرب طلوع فجر سے چاشت کے وقت تک کو''آل'' کہتے ہیں،اس کے بعدزوال شمس تک کا حصہ سراب کہلاتا ہے، اور زوالِ شمس کے بعد جب سایہ مغرب سے مشرق کی طرف جانے لگے تو وہ وقت فیئ کہلاتا ہے۔اور دن کا ابتدائی حصہ یعنی نمازِ فجر سے طلوعِ شمس تک کا وقت ''غدوۃ''(صبح) کہلاتا ہے۔

اس موقع پر اصمعی نے ابوذویب کا یہ شعر پڑھا:

لعمري لأنت البيْتُ أكرِمُ أَهْلَهُ　　　وَأَقْعُدُ فِيْ أَفْيَائِهِ بِالْأَصَائِلِ

میری ذات کی قسم! اے گھر! میں تیرے مکینوں کا احترام کرتا ہوں اور میں شام کو تیرے سایے میں بیٹھتا ہوں۔اس شعر میں شاعر نے شام کے لیے فیء کی جمع أفياء استعمال کی ہے۔

یونس نحوی نے مزید فرمایا کہ فلاں وقت سے فلاں وقت تک رات ہے، اورعربوں کے یہاں رات سورج روشن ہونے تک رہتی ہے سورج روشن ہونے کے بعداس کوگذشتہ رات یعنی بارحہ کہتے ہیں۔

یونس نحوی اسی سند سے فرماتے ہیں کہ عبدالملک بن عبداللہ یہ شعر پڑھتے تھے:

إِذَا أَنْتَ لَمْ تَنْفَعْ فَضُرَّ فَإِنَّمَا　　　يُرَجَّى الفَتَى كَمَا يَضُرَّ وَيَنْفَعَا

اگرتم فائدہ نہ پہنچا سکو گے تو نقصان پہنچاؤ گے، اس لیے کہ نوجوان سے اندیشہ ہی رہتا ہے؛ کیوں کہ نوجوان نفع،نقصان پہنچاتا رہتا ہے۔

یونس نحوی کی کج روی کی ایک مثال:

یونس نحوی فرماتے تھے کہ(۱) بخدا! میری خواہش ہے کہ مجھے قیامت کے

---

(۱) اس روایت کی سند یہ ہے: عمر بن شَبَّہ سے خلاد بن یزید اوران سے یونس نحوی فرماتے تھے کہ......

تعارف رواۃ:

خلاد بن یزید مشہور راوی ہیں۔ان کا سن وفات ۲۱۴ھ یا ۲۲۰ھ ہے۔

دن تین آدمیوں سے مناظرہ کرنے کا موقع ملے: پہلے حضرت آدم (علیہ السلام) سے، میں ان سے پوچھوں گا کہ اللہ تعالی نے آپ کو جنت کا مکین بنایا تھا اور آپ پر ایک درخت حرام کیا تھا، پھر بھی آپ نے اسی کا قصد کیا اور ہمیں دنیا کی مصیبت میں ڈال دیا۔ دوسرے حضرت یوسف (علیہ السلام) سے۔ میں ان سے پوچھوں گا کہ آپ مصر میں تھے اور آپ کے والد حضرت یعقوب (علیہ السلام) کنعان میں تھے، آپ کے اور ان کے درمیان دس مرحلے کا فاصلہ تھا، آپ نے انھیں یہ اطلاع دے کر غم سے نجات کیوں نہیں دی کہ میں مصر میں عافیت سے ہوں؟ تیسرے حضرت طلحہ اور زبیر (رضی اللہ عنہما) سے، میں ان دونوں سے پوچھوں گا کہ آپ حضرات نے مدینے میں تو حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے بیعت کی اور کوفہ میں انھیں چھوڑ دیا، کیوں؟ کیا معاملہ پیش آیا؟

امام خلیل بن احمد فراہیدی کا تذکرہ م ۱۷۴ھ (۱)

امام خلیل نحوی اور "العین":

ابو عبدالرحمان خلیل بن احمد الفراہیدی الازدی کو فن نحو میں مسائل کے صحیح استخراج و استنتاج اور درست قیاس کرنے میں بڑا کمال حاصل تھا۔ سب سے پہلے امام خلیل نے علم عروض کو مدون کر کے عربوں کے اشعار کو خاص اوزان میں سمویا تھا۔ انہوں نے مشہور و معروف کتاب "العین" تصنیف فرمائی، جس کے ذریعے عربی زبان کو منضبط کرنے کی راہ ہموار ہوئی، امام خلیل فراہیدی علمی مشاغل میں منہمک رہنے والے تارک الدنیا انسان تھے۔ امام خلیل فرماتے تھے کہ اگر اہل علم اللہ کے ولی نہیں ہیں تو کوئی اللہ کا ولی نہیں ہے۔

(۱) امام خلیل نحوی کے حالات کے لیے دیکھئے: مراتب النحویین (ص:۴۱-۲۷) الفہرست (ص:۶۳) الإنباہ (ج:۱:ص ۳۴۱-۳۴۷) طبقات الزبیدی (ص:۵۱-۴۷) معجم الأدباء (ج:۱۱/ص:۷۷-۷۲)

والیٔ اہواز کے سامنے امام خلیل فراہیدی کا استغناء:

اہواز کے حاکم سلیمان بن علی (۱) نے اہواز سے امام خلیل کے پاس پیغام بھیجا آپ میری اولاد کی تربیت کرنے کے لیے دوبارہ اہواز تشریف لے آیئے۔ اور انہوں نے امام خلیل کو اہواز واپسی کا لالچ دینے کے لیے سندھ سے سلیمان بن حبیب بن مہلب کو ان کے پاس بھیجا، اس وقت امام خلیل بصرہ میں تھے؛ انہوں نے سلیمان بن علی کے قاصد کو خشک روٹی دے کر فرمایا کہ میرے پاس اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے؛ اور جب تک مجھے یہ روٹی ملتی رہے گی، مجھے سلیمان کی کوئی ضرورت نہیں ہے، قاصد نے پوچھا کہ میں سلیمان کو کیا جواب دوں؟ تو خلیل بن احمد نے جواباً یہ اشعار کہے:

أبلغ سُلَيْمان أنِّي عنك فِي سَعَةٍ　　وَفِي غِنىً غَيْرَ أنِّي لَسْتُ ذامالٍ
سَخّي بنفسي أنِّي لا أرى أحداً　　يَمُوت هُزْلاً ولايبقى على حال

سلیمان سے کہہ دو کہ میں خوش حال ہوں، میں تم سے بے نیاز ہوں اور اگر چہ میرے پاس مال نہیں ہے، استغناء کی وجہ سے میری طبیعت اس بات کی عادی ہوگئی ہے کہ میں کسی کو لاغری سے مرتا نہیں دیکھنا چاہتا، اور یہ کہ کوئی بھی ایک حالت پر نہیں رہتا ہے۔

امام خلیل کا آداب واخلاق سے متعلق شعر کہنا:

امام خلیل آداب کے باب میں دو، دو تین، تین اشعار پر مشتمل کلام کہتے تھے۔ درج ذیل اشعار انھیں کے ہیں:

لو كُنتَ تعلَمُ مَاأقُولُ عَذرْتَنِي　　أو كُنتُ أجْهلُ ماتَقولُ عذَلْتُكا
لٰكِنْ جهِلتَ مَقالَتِي فَعَذَلْتَنِي　　وَعَلِمْتُ أنَّكَ جاهِلٌ فعذَرتُكا

تمھیں میری بات کی تحقیق ہوتی تو تم مجھے معذور رکھتے، یا میں تمھاری بات

---

(۱) یہ خلیفہ منصور کے چچا بہت سخی انسان تھے۔ ۱۴۳ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

کی حقیقت سے ناواقف ہوتا تو تمھیں ملامت کرتا۔

لیکن تم میری بات سے ناواقف ہو؛ اس لیے تم نے مجھے ملامت کی ہے اور مجھے چوں کہ تمھاری ناواقفیت کا علم ہے؛ اس لیے میرے نزدیک تم معذور ہو۔

دنیا سے بے رغبتی کے سلسلے میں امام خلیل سے درج ذیل اشعار منقول ہیں:

وقَبْلَکَ دَاوَی المَرِیضَ الطَّبِیْبُ فعَاشَ المَرِیْضُ وَماتَ الطَّبِیبُ

فَکُنْ مسْتعِدًّا لِدَاعِي الفَنَاءِ فإِنّ الَّذي هُو آتٍ قریبُ

تم سے پہلے بھی ایسا ہوا ہے کہ طبیب نے مریض کا علاج کیا؛ پھر مریض زندہ رہا، اور طبیب مرگیا؛ لہٰذا تم موت کے لیے تیار رہو؛ کیوں کہ آنے والی چیز (موت) قریب ہے۔

امام سیبویہ امام خلیل کے شاگرد رشید ہیں:

امام خلیلؒ سیبویہؒ کے استاد ہیں، امام سیبویہؒ کی "**الکتاب**" میں اکثر روایتیں امام خلیل سے مروی ہیں اور جہاں بھی امام سیبویہؒ قائل کی تصریح کے بغیر "وسألتُه" یا "قال" لاتے ہیں، وہاں امام خلیل ہی مراد ہوتے ہیں۔

ابومحمد یزیدی کے حالات م۲۰۲ھ(۱)

(ابومحمد یحییٰ بن مبارک یزیدی باکمال نحوی، قادرالکلام شاعر اور قاری تھے؛ لیکن یہ بھی معتزلی تھے۔ پیچھے ابوعمرو بن العلاء کا تذکرہ آیا ہے) ان سے ابومحمد یحیی بن مبارک یزیدی نے بھی اخذ واستفادہ کیا ہے، یزیدی، عباسی خلیفہ مہدی کے ماموں یزید بن منصور کی صحبت میں رہے ہیں؛ اس لیے ان کی طرف (۲) نسبت کرکے اپنے آپ کو یزیدی کہتے ہیں، ابومحمد یزیدی، فن نحو میں امام خلیل، سیبویہ اور

(۱) یزیدی کے حالات کے لیے دیکھیں: مراتب النحويين (ص:۹۸) الفهرست (ص:۷۴) طبقات الزبیدی (ص:۶۱-۶۲) الإنباه (ج:۲ص:۲۵) معجم الأدباء (ج:۲ص:۳۲-۳۰)

(۲) اس نسبت میں بھی دو اقوال ہیں: ملاحظہ فرمایئے: طبقات زبیدی (ص:۶۱) اور وفيات الأعيان.

اخفش سے نیچے کے طبقے میں شمار ہوتے ہیں، اور ان کی وفات امام خلیل وغیرہ کے بعد ہوئی ہے، (۱) ابو محمد یزیدی مامون کے اتالیق تھے۔ جب کہ امام کسائی مامون کے بھائی امین کے اتالیق تھے۔ یحیٰ بن مبارک اور امام کسائی چوں کہ دونوں شہزادوں کی تربیت پر مامور تھے؛ اس لیے دونوں میں نوک جھونک رہتی تھی۔

نحات بصرہ کی مدح میں یحییٰ بن مبارک یزیدی کا قصیدہ:

(یحییٰ بن مبارک یزیدی پُر کا اور قادر الکلام شاعر بھی تھے، آگے اس کی بھی مثالیں آئیں گی)

یحییٰ بن مبارک نے ایک قصیدے میں نحات بصرہ کی تعریف کی ہے جب کہ امام کسائی اور ان کے شاگردوں کی ہجو کی ہے، قصیدے کے کچھ اشعار یہ ہیں:

يَا طَالِبَ النَّحْوِ أَلَا فَابْكِهِ ... بَعْدَ أَبِي عَمْرٍو وَحَمَّادِ
وَابْنِ أَبِي إِسْحَاقَ فِي عِلْمِهِ ... وَالزَّيْنِ فِي الْمَشْهَدِ وَالنَّادِي
عِيسَى وَأَشْبَاهٍ لِعِيسَى وَهَلْ ... يَأْتِي لَهُمْ دَهْرٌ بِأَنْدَادِ
هَيْهَاتَ إِلَّا قَائِلاً عَنْهُمْ ... أَرْسَوْا لَهُ الْأَصْلَ بِأَوْتَادِ
فَهُوَ لِمِنْهَاجِهِمْ سَالِكٌ ... لِفَضْلِهِمْ لَيْسَ بِجَحَّادِ
وَيُونُسَ النَّحْوِيَ لَاتَنْسَهُ ... وَلَا خَلِيْلاً حَيَّةَ الْوَادِيْ (۲)
وَقُلْ لِمَنْ يَطْلُبُ عِلْماً أَلَا ... نَادِ بِأَعْلَى شَرَفٍ نَادِ
يَا ضَيْعَةَ النحو! بِهِ مُغْرِبٌ ... عَنْقَاءُ أَوْدَتْ ذَاتُ إِصعَادِ (۳)
أَفْسَدَهُ قَوْمٌ وَأَزْرَوْا بِهِ ... مِنْ بَيْنِ أَغْتَامٍ وَأَوْغَادِ
ذَوِي مِرَاءٍ وَذَوِي لُكْنَةٍ ... لِئَامِ آبَاءٍ وَأَجْدَادِ

(۱) ابو محمد یزیدی کی وفات ۲۰۲ھ میں ہوئی ہے۔
(۲) جب کوئی کسی میدان میں ماہر ہو تو کہتے ہیں: فُلَانٌ حَيَّةُ الأرض / الْوَادِيْ.
(۳) یہ ایک تعبیر ہے، جو کسی چیز کی ہلاکت کی طرف اشارہ کرنے کے لیے بولی جاتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے: طارت به عنقاء مغرب (وہ مصائب کی نذر ہو گیا۔)

لَهُمْ قِيَاسٌ أَحْدَثُوهُ هُمُ ‏ قِيَاسُ سَوْءٍ غَيْرُ مُنْقَادِ

فَهُمْ مِنَ النَّحْوِ وَلَوْ عُمِّرُوْا ‏ أَعْمَارَ عَادٍ فِي أَبِي جَادِ (۱)

أَمَّا الْكِسَائِيُّ فَذَاكَ امْرُؤٌ ‏ فِي النَّحْوِ حَارٍ غَيْرِ مِرْدَادِ

وَهُوَ لِمَنْ يَأْتِيهِ جَهْلاً بِهِ ‏ مِثْلُ سَرَابِ الْبِيْدِ لِلصَّادِي

علم نحو کے طالب! تم ابوعمر بن العلاء، حماد، اور ابن ابی اسحاق کے بعد جو اپنے علم کے باعث محافل ومجالس کی زینت ہیں۔

نیز عیسی بن عمر وغیرہ کے بعد نحو پر ماتم کرو! کیا کبھی ایسے لوگ آسکتے ہیں؟

اب ان کے جیسا آنا ناممکن ہے، سب انھیں سے روایت کریں گے، نحات بصرہ نے نحو کی بنیادوں کو میخوں سے مضبوط کیا ہے۔

ان سے نقل کرنے والا انھیں کے طرز کا پیروکار ہوگا، کوئی ان کے فضل کا منکر نہیں ہوسکتا۔

اور علم نحو حاصل کرنے والے سے کہہ دو کہ کیا کوئی مجلس شرافت اور عزت میں امام خلیل وغیرہ کی مجلس سے بڑھی ہوتی ہے؟

یعنی امام خلیل وغیرہ بصریہ کے حلقۂ درس سے بہتر کسی کی مجلس نہیں ہے۔

تم یونس نحوی کو اور امام النحو خلیل بن احمد فراہیدی کو فراموش نہ کرو۔

فن نحو کی بربادی پر افسوس ہے۔ اس کو اونچی اڑان والے عنقاء پرندے نے برباد کردیا۔ (یعنی فنِ نحو پر ایسے لوگوں کی وجہ سے آفتیں ٹوٹ پڑیں۔)

کچھ لوگوں نے علم نحو بگاڑ دیا، کچھ لکنت زدوں اور کمینوں نے فن نحو کو عیب دار بنادیا۔

وہ لوگ جھگڑالو، لکنت کے ساتھ بولنے والے ہیں، ان کے باپ دادے

(۱) یہ ابجد ہوز کی طرف اشارہ ہے، جو بچپن میں پڑھائے جاتے ہیں۔ یزیدی یہ کہنا چاہتے ہیں کہ نحاتِ کوفہ فنِ نحو کی مبادیات میں ہی پڑے رہیں گے۔

کمینے ہیں۔

یہ لوگ قیّاس ہیں، انھوں نے گھٹیا اور غیر منقح قیاس ایجاد کیا ہے۔

یہ کوفیین؛ نحو کی ''ابجد'' میں ہی رہیں گے، اگرچہ انھیں قوم عاد کی سی عمریں میسر آجائیں۔

امام کسائی فن نحو میں حیران وسرگرداں اور بھٹکے ہوئے ہیں، جو انجانے میں ان کے پاس آجاتا ہے، اس کے لیے امام کسائی ایسے ہیں جیسا کہ پیاسے شخص کے لیے سراب ہوا کرتا ہے۔

حماد بن سلمہ (متوفی ۱۶۹ ھ)(۱)

یحییٰ بن مبارک کے مذکورہ قصیدے میں جس حماد نحوی کا تذکرہ ہے، میرے خیال میں ان سے حماد بن سلمہ مراد ہیں؛ کیوں کہ میرے علم میں حماد بن سلمہ کے علاوہ دوسرے کسی حماد سے فنِ نحو میں کچھ مروی نہیں ہے، چناں چہ حماد بن سلمہ سے منقول کچھ واقعات درج ذیل ہیں:

حماد بن سلمہ نے علی بن حمید الزارع سے کہا کہ (۲) جس نے میری بات کو بیان کرنے میں اعرابی غلطی کی، اس نے مجھ پر بہتان باندھا۔

(۱) حماد بن سلمہ کے حالات کے لیے دیکھیے: طبقات الزبیدی (ص:۵۱) الإنباہ (ج:۱ص:۳۳۰-۳۲۹) معجم الأدباء (ج:۱۰ص:۲۵۸-۲۵۴)

(۲) اس روایت کی مکمل سند یہ ہے:

ہم سے ابومزاحم موسی بن عبید اللہ نے، ان سے عبد اللہ بن ابی سعید الوراق نے، ان سے مسعود بن عمرو نے اور ان سے علی بن حمید الزارع نے بیان کیا اور انھوں نے حماد بن سلمہ سے سنا ہے کہ......

تعارف رواۃ:

ابومزاحم محدث اور قاری تھے۔ ۲۲۵ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

عبد اللہ بن ابو سعید ثقہ محدث ہیں۔ اخبار و آداب اور ظرافت میں نمایاں مقام رکھتے ہیں۔

ابن سلام کہتے ہیں کہ (۱) میں نے یونس نحوی سے پوچھا کہ آپ کی عمر زیادہ ہے یا حماد بن سلمہ کی؟ یونس نحویؒ نے فرمایا: وہ مجھ سے بڑے ہیں، میں نے ان سے عربی سیکھی ہے۔

ابوعمر صالح بن اسحاق جرمی نحوی نے بیان کیا کہ (۲) میں نے کبھی عبدالوارث (۳) سے زیادہ فصیح فقیہ نہیں دیکھا مگر حماد بن سلمہ ان سے بھی زیادہ فصیح تھے۔

سیبویہ کے امام سیبویہؒ بننے کا سبب:

نصر بن علی (۴) کا بیان ہے کہ حماد بن سلمہ، سیبویہؒ کو املا لکھواتے تھے۔ (اور سبق پڑھاتے تھے۔) ایک دن حمادؒ نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حدیث پڑھی: ما من أحدٍ من أصحابي إلا وقد أخذتُ عليه، ليس أبا الدرداء (ابودرداء کے علاوہ میرا کوئی صحابی ایسا نہیں ہے جس کا میں نے (کسی نہ کسی بات پر) مواخذہ نہ کیا ہو۔)

سیبویہ نے اس کو "ليس أبو الدرداء" پڑھ دیا۔ حماد نے فرمایا: سیبویہ! تم نے غلط پڑھا ہے، سیبویہ نے کہا کہ میں اب ایسا علم حاصل کر کے رہوں گا جسے سیکھنے کے بعد آپ کبھی میری تغلیط نہ کر سکو گے، چناں چہ سیبویہ نے امام خلیل کی خدمت میں رہ کر علمِ نحو میں مہارت حاصل کی۔

یحییٰ بن مبارک کے قصیدے میں حماد سے حماد بن سلمہ مراد ہیں:

مصنف کتاب فرماتے ہیں کہ میں نہیں سمجھتا کہ یحی بن مبارک کی مراد مذکورہ

---

(۱) اس روایت کی سند یہ ہے:
ابومزاحم سے ابوسعید نے، ان سے مسعود بن عمرو نے اور ان سے ابن سلام کہتے ہیں کہ میں نے یونس نحوی سے پوچھا کہ......

(۲) اس روایت کی سند یہ ہے:
ابومزاحم سے مسعود بن عمر نے اور ان سے ابوعمر صالح بن اسحاق جرمی نحوی نے بیان کیا کہ......

(۳) عبدالوارث بن سعید بصری ثقہ محدث ہیں۔ ۱۸۰ھ میں بصرہ میں ان کا انتقال ہوا۔

(۴) نصر بن علی جہضمی کے والد امام سیبویہؒ کے رفیق تھے۔

قصیدے میں حماد سے حماد (۱) راویہ ہوں، اگرچہ وہ اشعار واخبار کو روایت کرنے میں شہرت رکھتے ہیں؛ کیوں کہ حماد راویہ کوفی ہیں اور یحیٰ یزیدی بصریین کے فضائل بیان کرر ہے ہیں، علاوہ ازیں ہماری معلومات کے مطابق فن نحو میں حماد راویہ سے کوئی چیز منقول نہیں ہے۔

ایک اور استشہاد:

مصنف کتاب ابوسعید سیرافی فرماتے ہیں کہ میں نے ابواحمد جریری (۲) کی لکھی ہوئی قلمی تحریر میں یہ عبارت دیکھی: "حماد بن زبرقان ،وکان یونس یفضله."

یعنی ابوالعباس احمد بن یحی ثعلب، محمد بن سلام سے نحات بصرہ کی ترتیب کے بیان میں روایت کرتے ہیں کہ یونس نحوی حماد بن زبرقان کا احترام کرتے ہیں۔

(اس عبارت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ قصیدہ میں حماد سے حماد راویہ مراد نہیں ہیں۔)

یحیٰ بن مبارک یزیدی کا امام کسائی اور ان کے تلامذہ کی مذمت کرنا:

یحیٰ بن مبارک یزیدی نے امام کسائی اور ان کے شاگردوں کے بارے میں یہ اشعار کہے:

كُنَّا نَقِيسُ النَّحوَ فِيمَا مَضَى ... عَلَى لِسَانِ الْعَرَبِ الْأَوَّلِ
فَجَاءَنَا قَوْمٌ يَقِيسُونَهُ ... عَلَى لُغَى أَشْيَاخِ قُطْرَبُّلِ (۳)

(۱) یہ حماد بن ہرمز یا ابن میسرہ ہیں۔ ایام عرب، اشعار اور عربوں کے انساب کے بڑے ماہر ہیں۔ ان سے کوفیہ اور بصریہ دونوں نے علم حاصل کیا ہے۔ ۱۵۵ھ ان کا سن وفات ہے۔ دیکھیے: مراتب النحويين (ص: ۷۳-۷۲)

(۲) ابواحمد محمد بن احمد بن یوسف بن اسماعیل بن خالد بن عبدالملک بن جریر بن عبداللہ کلبی، صحابی رسول جریر بن عبداللہؓ بجلی کے خاندان سے ہیں۔ ان کا سن وفات ۳۲۵ھ ہے۔

(۳) قطربل شہر ہے، اس میں کئی لغات ہیں: قَطْرَبَّلُ (بفتح القاف وسكون الطاء ثم فتح الراء والباء المشددة) مشہور ہے۔

فَكُلُّهُمْ يَعْمَلُ فِيْ نَقْضِ مَا بِهِ يُصَابُ الْحَقُّ لايَأْتَلِيْ
إِنَّ الْكِسَائِيَّ وَأَشْيَاعَهُ يَرْقَوْنَ فِيْ النَّحْوِ إِلَى أَسْفَلِ

پہلے ہم عربی زبان کو متقدمین عربوں کی زبان پر قیاس کرتے تھے، پھر ایسے لوگ آ گئے، جو شہر ''قطربل'' کے شیوخ کی زبان پر عربی کو قیاس کرنے لگے۔

ان میں سے ہر ایک حق تک رسائی کے اسباب کو ختم کرنے میں لگا رہتا ہے، وہ اس کام میں ذرا کوتاہی نہیں کرتے ہیں۔

(امام) کسائی اور ان کے ہم نوا لوگ نحو میں (مسلسل) پستی کی طرف جا رہے ہیں۔

امام محمد بن حسنؒ اور امام کسائی کا مرثیہ:

یحییٰ یزیدی نے امام کسائی اور امام اعظم ابو حنیفہؒ کے شاگرد فقیہ النفس امام محمد بن الحسنؒ شیبانی کا مرثیہ کہا تھا، (جس کا پس منظر یہ ہے کہ) امام کسائی اور امام محمد بن الحسنؒ ہارون الرشیدؒ کے ساتھ خراسان جا رہے تھے، راستے میں دونوں کی وفات ہوگئی۔

مرثیہ کے اشعار یہ ہیں:

تَصَرَّمَتِ الدُّنْيَا، فَلَيْسَ خُلُوْدُ وَمَا قَدْ تَرَى مِنْ بَهْجَةٍ سَيَبِيْدُ
لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنَّا مِنَ الْمَوْتِ مَنْهَلٌ وَلَيْسَ لَهُ إِلَّا عَلَيْهِ وُرُوْدُ
أَلَمْ تَرَ شَيْبًا شَامِلاً يُنْذِرُ الْبِلَى وَأَنَّ الشَّبَابَ الْغَضَّ لَيْسَ يَعُوْدُ
سَيَأْتِيْكَ مَاأَفْنَى الْقُرُوْنَ الَّتِيْ خَلَتْ فَكُنْ مُسْتَعِدًّا فَالْفَنَاءُ عَتِيْدُ
أَسِيْتُ عَلَى قَاضِى الْقُضَاةِ مُحَمَّدٍ فَأَذْرَيْتُ دَمْعِيْ وَالْفُؤَادُ عَمِيْدُ
وَقُلْتُ إِذَا ما الْخَطْبُ أَشْكَلَ مَنْ لَنَا بِإِيْضَاحِهِ يَوْماً وَأَنْتَ فَقِيْدُ
وَأَقْلَقَنِيْ مَوْتُ الْكِسَائِيِّ بَعْدَهُ وَكَادَتْ بِيَ الْأَرْضُ الْفَضَاءُ تَمِيْدُ
فَأَذْهَلَنِيْ عَنْ كُلِّ عَيْشٍ وَلَذَّةٍ وَأَرَّقَ عَيْنِيْ وَالْعُيُوْنُ هُجُوْدُ
هُمَا عَالِمَانَا أَوْدَيَا وَتُخُرِّمَا وَمَا لَهُمَا فِيْ الْعَالَمِيْنَ نَدِيْدُ

فَحُزْنِي اِنْ تَخطُرُ عَلَى الْقَلْبِ خَطرَةٌ
بِذِكْرِهِمَا حَتَّى الْمَمَاتِ جَدِيْدُ

دنیا فنا ہوگئی، دنیا میں کسی کو دوام حاصل نہیں ہے، اور تم جو رونق اور بہار دیکھ رہے ہو وہ عنقریب ختم ہونے والی ہے۔

ہم میں سے ہر ایک کو موت کے گھاٹ پر جانا ہے۔ کوئی آدمی اس گھاٹ پر جائے بغیر نہیں رہ سکتا۔

آپ نہیں دیکھتے ہیں کہ بھرپور بڑھاپا ہڈیوں کی بوسیدگی کا اشارہ ہوا کرتا ہے اور یہ کہ لہلہاتی جوانی لوٹ کر نہیں آتی۔

تمھیں بھی عنقریب موت آئے گی، جس نے پہلی نسلوں کو فنا کے گھاٹ اتار دیا ہے؛ لہٰذا تم بھی تیار رہو؛ کیوں کہ موت گھات میں ہے۔

میں قاضی القضاۃ (امام) محمدؒ کی وفات سے غم زدہ ہوں، میری آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں اور دل پر ضعف طاری ہے۔

مجھے یہ فکر ستا رہی ہے کہ آپ کی وفات کے بعد پیچیدہ علمی مسائل کی وضاحت کون کرے گا؟

امام محمدؒ کی وفات کی طرح امام کسائی کی موت نے مجھے جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے، ایسا لگ رہا ہے جیسے وسیع زمین مجھے لے کر ڈاواں ڈول ہو رہی ہے۔

مجھے اس خبر نے ہر آسائش اور لذت سے غافل کر دیا ہے اور مجھے بے خوابی کا شکار بنا دیا ہے جب کہ لوگ سو رہے ہیں۔

یہ دونوں عالم موت کے گھاٹ اتر گئے، دنیا جہان میں ان کی نظیر نہیں ہے۔

مرتے دم تک جب بھی مجھے ان دونوں کی یاد آئے گی میرا غم تازہ ہوتا رہے گا۔

ابو محمد یحییٰ بن مبارک قاری بھی تھے:

ابو محمد یزیدی کو ابو عمرو سے منقول قراءات میں انتہائی کمال حاصل تھی۔ اور

ان کے شاگرد بھی انھیں کی روایت میں تلاوت کرتے تھے، ابو محمد (۱) معتزلی تھے، عدل وتوحید کے قائل تھے۔

یزیدی نے ان اشعار سے مامون الرشید کو مخاطب کرتے ہوئے (عارف باللہ عالم ربانی قاضی بشر بن ولید کی مذمت کی۔)

يَـاأَيُّهَـا الْـمَـلِكُ الْـمُـوَحِّدُ رَبَّـهُ قَاضِيكَ بِشْرُ بْنُ الْوَلِيْد(۲) حِمَارُ

يَـنْـفِـيْ شَهَـادَةَ مَنْ يَدِيْنُ بِمَا، بِهٖ نَـطَـقَ الْكِتَابُ وَجَاءَ تِ الآثَارُ

وَيَـعُـدُّ عَـدْلاً مَـنْ يَـقُوْلُ بِـرَأْيِـهٖ شَيْـخٌ تُـحِيْطُ بِجِسْمِهٖ الأَقْذَارُ

عِنْدَ الْمَرِيْسِيِّ (۳) الْيَـقِيْنُ بِرَبِّهٖ لَوْ لَـمْ يَشُبْ تَـوْحِيْدَهُ إِجْبَارُ

لٰـكِـنَّ مَنْ جَمَعَ الْمَحَاسِنَ كُلَّهَا كَهْـلٌ يُقَالُ لِشَيْخِهٖ مُرْدَارُ (۴)

باری تعالیٰ کی وحدانیت کے قائل بادشاہ! آپ کے قاضی بشر بن الولید گدھے ہیں۔ (یہ شاعر کی خام خیالی ہے ورنہ حضرت قاضی بشر بن ولید اونچی شخصیت ہیں۔)

---

(۱) معتزلہ کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف خالقِ خیر ہیں، خالق شر نہیں۔ اور یہ کہ بندہ اپنے خیر وشر کے افعال کا صرف کاسب نہیں ہے؛ بلکہ خالق بھی ہے؛ اسی لیے بندہ ثواب وعقاب کا مستحق ہوگا، گویا اللہ تعالیٰ کی طرف شر کی نسبت نہیں ہوسکتی، عدل ہی کی نسبت ہوسکتی ہے، چناں چہ معتزلہ باری تعالیٰ کو عادل کہتے ہیں، اسی لیے معتزلہ کو عدلیہ کہتے ہیں۔

(۲) بشر بن ولید بن خالد بن ولید کندی تاریخ اسلام کی بڑی ہستی گزری ہیں۔ یہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے شاگردِ رشید قاضی امام ابو یوسفؒ کے شاگرد تھے۔ نیز امام مالکؒ اور ان کے طبقے سے بھی اخذ واستفادہ کیا، بغداد کے قاضی رہے۔ آپ بہترین فیصلے کرتے تھے۔ امام احمدؒ بن حنبل کے ساتھ فتنۂ خلقِ قرآن کا انھوں نے بھی مقابلہ کیا اور آزمائشیں برداشت کیں۔ ۹۷ رسال کی عمر میں ۲۳۸ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ یزیدی معتزلی نے مندرجۂ بالا اشعار میں تعصب سے کام لیا ہے۔

(۳) بشر بن غیاث بن ابی کریم، ابوعبد الرحمان مریسی کے نام سے مشہور ہیں۔ امام ابو یوسفؒ کے شاگرد ہیں؛ لیکن بعد میں علم کلام میں مشغول ہوگئے تھے۔ ان کی طرف بعض اقوالِ شنیعہ بھی منسوب ہیں۔ ۲۱۸ھ میں ان کی وفات ہوئی

(۴) یہ مردار اور ''مرداریہ'' سے مشہور ہیں، بشر بن معتز کے شاگرد ہیں، عالم اور زاہد انسان ہیں۔ انھیں معتزلہ کا راہب کہا جاتا ہے۔

وہ کتاب اللہ سے منور اور آثار سلف سے منقول مذہب کے موافق چلنے والے
کی شہادت رد کر دیتے ہیں۔

اپنی رائے سے ہانکنے والے کو وہ انصاف پسند سمجھتے ہیں، وہ ایسے شیخ ہیں جو میلے کچیلے رہتے ہیں۔

مریسی اپنے رب پر دل سے ایمان رکھتے ہیں، اپنی توحید میں وہ جبریت کا آمیزہ نہ ملائیں تو بہت اچھے آدمی ہیں۔

لیکن جس بوڑھے میں تمام محاسن موجود ہیں ان کے شیخ مردار کے لقب سے مشہور ہیں۔

شیخ مردار سے مراد: شیخ عیسی بن صبیح ہیں، جو ابو موسی بن المردار کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ یہ زاہد انسان ہیں۔

امام سیبویہ کے حالات م۱۸۰ھ (۱)

نام ونسب:

امام سیبویہ کی کنیت ابو بشر، اور نام عمرو بن عثمان بن قَنْبَر (۱) مولی بنی حارث، بن کعب، بن عمرو، بن عُلَة، بن جَلْد، بن مالک، بن اُدَدْ ہے۔

فارسی میں سیبویہ کے معنی ہیں: سیب کی خوشبو،

---

(۱) امام سیبویہ کے حالاتِ زندگی کے لیے درجِ ذیل کتابیں دیکھئے: مراتب النحويين (ص: ۶۵) الفہرست (ص: ۷۷-۷۶) طبقات الزبیدی (ص ۷۲-:۶۶) الإنباہ (ج:۲ ص:۳۶۰-۳۴۶) معجم الأدباء (ج:۱۶ ص:۱۲۷-۱۱۴)۔ سیبویہ امام النحاة لعلي النجدي الناصف اور الکتاب کے دوسرے ایڈیشن کا مقدمہ۔

قَنْبَرْ کا تلفظ دو طرح سے ہے (۱) قَنْبَر: قاف کے فتحے، نون کے سکون اور باء کے فتحے کے ساتھ۔ قُنْبُر: قاف کے ضمے، نون کے فتحے اور باء کے سکون کے ساتھ؛ کما في تاج العروس۔ (حاشیۂ طبقات زبیدی، ص:۶۶)

امام سیبویہ کا مقام و مرتبہ:

امام سیبویہ نے علم نحو کی زیادہ تر تعلیم اپنے استاد امام خلیل سے حاصل کی، اگر چہ انہوں نے یونس نحوی اور عیسی بن عمرو غیرہ سے بھی فن نحو پڑھا ہے۔ اور علم اللغات ابوالخطاب امام اخفشؒ(۱) وغیرہ سے حاصل کیا ہے، امام سیبویہ کی ''**الکتاب**'' ایسی بے مثال تصنیف ہے کہ اس جیسی کتاب فنِ نحو میں نہ اس سے پہلے لکھی گئی، اور نہ اس کے بعد۔ ابوالعباس محمد بن یزید مبردؒ کا بیان ہے کہ یونس بن حبیب کے سامنے امام سیبویہؒ کا تذکرہ ہوا تو انھوں نے فرمایا کہ میرا گمان ہے کہ یہ لڑکا امام خلیلؒ کی طرف جھوٹی نسبت کر کے بیان کرتا ہے، اس کے بعد انہیں بتلایا گیا کہ وہ آپ کی طرف منسوب کر کے بھی بیان کرتے ہیں، اس لیے آپ ان کی مرویات میں غور کر لیں۔ یونس بن حبیب نے امام سیبویہ کی مرویات میں غور کر کے فرمایا کہ ان کی بیان کردہ ساری روایتیں سچی ہیں، میں نے ایسا ہی کہا ہے جیسا اس نے بیان کیا ہے۔

امام سیبویہ کے استاد یونس نحوی کی وفات ۱۸۳ھ میں ہوئی، امام سیبویہ اپنے ان اساتذہ سے بھی پہلے (۱۸۰ھ میں) انتقال کر گیے تھے۔ امام سیبویہؒ کی وفات کے بعد ان کے استاد ابوزید(۲) نحوی لغویؒ فخریہ فرماتے تھے کہ جہاں امام سیبویہ ''أخبرني الثقة'' فرماتے ہیں وہاں میں ہی مراد ہوتا ہوں، (اس فخریہ انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ استاد کے نزدیک شاگرد کی کتنی اہمیت تھی۔)

اسی طرح امام سیبویہ کے دوسرے استاد ابوزید نحوی ان کی وفات کے بعد تیس سال سے بھی زیادہ باحیات رہے۔(۳)

---

(۱) اخفش تین ہیں: یہ اخفش کبیر ہیں، ان کا نام عبدالحمید بن عبدالمجید ہے۔ ابوعمرو بن العلاء کے شاگرد ہیں۔ امام اخفش کبیر سے یونس نحویؒ وغیرہ نے پڑھا ہے۔

(۲) ابوزید نحویؒ لغوی کے حالات آگے کتاب میں آرہے ہیں۔

(۳) امام سیبویہؒ کے سن وفات میں اختلاف ہے، ایک قول کے مطابق ان کی وفات ۱۷۷ھ میں ہوئی اور دوسرے قول کے مطابق ۱۸۰ھ میں ہوئی۔

امام خلیل کے تلامذہ:

امام خلیل نحویؒ کے شاگردوں میں چار لوگ زیادہ مشہور تھے: (۱) عمرو بن عثمان سیبویہ (۲) نضر بن شُمیل (۳) ابوفَیْد مؤرِّج عجلی (۴) علی بن نصر جہضمی۔ فن نحو میں ان میں سب سے زیادہ باکمال سیبویہؒ تھے، نضر بن شُمیل (۱) پر زبان وادب کا غلبہ تھا، جب کہ مؤرِّج عجلی پر شعروادب غالب تھا۔ اور علی بن نصر پر حدیث کا رنگ چڑھا ہوا تھا۔

سیبویہ کے تلامذہ: امام اخفش اور قطرب م ۲۱۵ھ

امام سیبویہ کے شاگردوں میں ابوالحسن اخفشؒ اور قطرب زیادہ باکمال تھے، قطرب کا نام ابوعلی محمد بن مستنیر (۲) ہے، ان کو قطرب کہنے کی وجہ یہ ہے کہ سیبویہؒ سحر کے وقت اپنے گھر سے نکلتے تھے، ایک دن اچانک قطرب کو بوقتِ سحر اپنے دروازے پر دیکھ کر فرمایا: اِنَّمَا أَنْتَ قُطْرُبُ لیلٍ (تم رینگنے والے رات کے چمکیلے کیڑے ہو۔) (قطرب: رات کو رینگنے والے کیڑے (جگنو) کو کہتے ہیں۔)

امام اخفش کی نظر میں امام سیبویہ کا مقام:

ابوالعباس مبردؒ فرماتے ہیں کہ اخفش سیبویہؒ سے عمر میں بڑے ہیں۔ سیبویہ اور اخفش دونوں نے ایک زمانے میں تعلیم حاصل کی ہے۔ اخفشؒ فن میں مہارت پیدا کرنے کے بعد سیبویہ سے مناظرہ کرنے لگے، اخفشؒ نے سیبویہؒ سے کہا: میں آپ سے صرف استفادے کی غرض سے مذاکرہ کررہا ہوں، کوئی اور غرض نہیں ہے، امام سیبویہؒ نے فرمایا کہ کیا آپ یہ سوچ رہے ہیں کہ مجھے آپ کی نیت پر شک ہے؟

---

(۱) نضر بن شمیل حدیث، غریب الفاظ، اشعار، فقہ اور ایام الناس کے بڑے عالم تھے۔ یہ ثقہ اور صدوق تھے۔ ان کے بہت سے شاگرد ہوئے۔ ۲۰۳ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

(۲) ان کی وفات ۲۰۶ھ میں ہوئی۔

قرآن النحو ’’الکتاب‘‘ کا رتبہ:

امام سیبویہؒ کی ’’**الکتاب**‘‘ کو شہرت اور تفوق کی بناء پر نحویوں کے یہاں نمایاں حیثیت حاصل ہے، حتی کہ بصرہ میں اگر کوئی یہ کہتا: قَـرَأَ فـلانٌ ’’الـكـتـاب‘‘ (فلاں نے کتاب پڑھ لی) یا کہتا: قَـرَأَ نصف ’’الکتاب‘‘ (فلاں نے آدھی کتاب پڑھ لی۔) تو اس سے بلاتردد سیبویہ کی ’’الکتاب‘‘ مراد ہوتی تھی۔

امام محمد بن یزید مبرد سے کوئی طالب علم سیبویہؒ کی ’’الکتاب‘‘ پڑھنے کی درخواست کرتا تو کتاب کے اہم اور مشکل ہونے کی بناء پر امام مبردؒ اس سے فرماتے: ھـل ركـبـتَ البحرَ؟ (کیا تم سمندر کی سواری کرنا چاہتے ہو؟) یعنی الکتاب پڑھنا سمندر میں غوطہ زنی سے کم نہیں ہے۔ کیا تم اس عظیم کام کے لیے تیار ہو؟

امام مازنیؒ کے بقول امام سیبویہ کے بعد فن نحو میں اگر کوئی بڑی کتاب تصنیف کرنا چاہے تو اسے حیا آنی چاہیے؛ اس لیے کہ ’’**الـكـتـاب**‘‘ کے بعد فنِ نحو میں کسی کتاب کی ضرورت نہیں ہے۔

امام سیبویہؒ کی وفات (۱) ہارون الرشید کے زمانے میں ایران میں ہوئی۔

اخفش اوسط کے حالات م ۲۰۸ھ یا 215ھ (۲)

اخفش اوسط اور الکتاب:

اخفش کا نام ابوالحسن سعید بن مَسْعدہ ہے، یہ بنی مجاشع بن دارم کے مولی ہیں، اخفش بصرہ کے مشہور نحوی ہیں، امام اخفشؒ فنِ نحو میں امام سیبویہؒ کے دیگر تلامذہ سے زیادہ ماہر ہیں، یہ اپنی مرویات کے اعتبار سے امام سیبویہؒ سے مقدم ہیں، انھوں نے بھی ان

(۱) امام سیبویہؒ کے سن وفات میں دو قول ہیں: (۱) ۱۶۱ھ (۲) ۱۸۰ھ دوسرا قول راجح ہے۔

(۲) اخفش اوسط کے حالاتِ زندگی کے لیے دیکھئے: مراتب النحويين (ص:۶۹-۶۸) الفهرست (ص:۷۸-۷۷) طبقات الزبيدى (ص:۷۴-۷۲) الإنباه (ج:۲ص:۴۳-۳۶) معجم الأدباء (ج:۱۱ص:۲۳۰-۲۲۴)

علماء سے استفادہ کیا ہے، جن سے امام سیبویہؒ نے کیا ہے، "**الکتاب**" تک رسائی امام اخفش ہی کے واسطے سے ہوئی ہے۔ وہ اس طرح کہ ہمارے علم کے مطابق کسی نے بھی خود امام سیبویہؒ سے "**الکتاب**" نہیں پڑھی نہ ہی امام سیبویہؒ نے کسی کے سامنے "**الکتاب**" کی قراءت کی ہے؛ لیکن امام سیبویہؒ کی وفات کے بعد سب سے پہلے "**الکتاب**" امام اخفشؒ نے پڑھائی، چناں چہ ابو عمر صالح بن اسحاق الجرمی اور ابو عثمان بکر بن محمد مازنیؒ جیسے حضرات نے امام اخفش سے "**الکتاب**" پڑھی ہے۔

امام اخفشؒ نے فرمایا کہ (۱) امام کسائیؒ کوفی، ہمارے یہاں (بصرہ) تشریف لائے اور مجھ سے درخواست کی کہ یا تو میں ان کے سامنے "**الکتاب**" کی قراءت کروں، یا وہ مجھے "**الکتاب**" سنائیں، چناں چہ میں نے "**الکتاب**" کی قراءت کر کے ان کی خواہش پوری کر دی تو انھوں نے میری خدمت میں پچاس دینار پیش کیے۔

ابو العباس ثعلب (۲) امام اخفشؒ کا احترام کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ ان کے علم میں دوسروں کے بالمقابل بڑی وسعت ہے، فن نحو اور عروض وقافیہ میں امام اخفش کی بہت سی کتابیں ہیں۔

ابو العباس احمد بن یحییٰ فرماتے ہیں کہ امام اخفشؒ کی وفات امام فراء نحوی کے بعد ہوئی ہے اور امام فراء کا انتقال مامون کے عراق میں آنے کے تین سال بعد ۲۰۷ھ میں ہوا تھا۔

امام اخفش سے ایک روایت:

امام اخفش، امام کسائی کا یہ واقعہ سناتے تھے کہ ایک دیہاتی شیر سے خوف زدہ ہو کر ادھر، ادھر پناہ لینے لگا، جب کہ شیر کانٹے دار جھاڑی کے پیچھے تھا، دیہاتی

(۱): اس روایت کی سند یہ ہے: ہم سے ابو بکر بن مجاہد نے، ان سے احمد بن یحیی نے، ان سے سلمہ نے اور ان سے امام اخفشؒ نے بیان فرمایا کہ......

(۲): اس روایت کی سند یہ ہے کہ ابو العباس محمد بن یزید، امام مازنیؒ سے، وہ امام اخفش سے اور وہ امام کسائی سے نقل کرتے ہیں کہ

(حواس باختہ ہوکر) کہنے لگا: يَعْسِجُنِيْ بِالْخَوتَلَة، يُبْصِرُنِيْ لاأَحْسِبُهُ. اس نے الٹا کہہ دیا، حالاں کہ وہ یہ کہنا چاہ رہا تھا: يَخْتِلُنِيْ بالْعَوْسَجَةِ، يَحْسِبُنِيْ لاأُبْصِرُهُ. (شیر مجھے کانٹے دار جھاڑی کے پیچھے چھپ کر فریب دینا چاہ رہا ہے، وہ یہ سوچ رہا ہے کہ میں اسے دیکھ نہیں رہا ہوں۔) جب کہ میں شیر کو دیکھ رہا ہوں لیکن بیچارے نے کچھ کا کچھ کہہ دیا۔

بصرہ میں ادب ولغت دونوں کا جامع مرکز:

کچھ نحاتِ بصرہ شاعر اور لغوی بھی تھے، جیسے: خلیل بن احمد فراہیدی (متوفی ۱۷۴ھ)، ابوعبیدہ معمر بن المثنی التیمی (متوفی ۲۰۹ھ)، امام اصمعیؒ، عبدالملک بن قُریب (متوفی ۲۱۶ھ) اور ابوزید سعید بن اوس انصاری (متوفی ۲۱۵ھ) کا شمار ایسے ہی لوگوں میں ہوتا ہے، یہ حضرات فن نحو کے ساتھ، ساتھ شعر ولغت کے مشاہیر تھے، انھوں نے کتابیں بھی تصنیف فرمائی ہیں۔

بصرہ میں ایسے جامع الفنون علماء ان سے پہلے بھی تھے اور ان کے زمانے میں بھی، جیسے ابوالخطاب اخفشؒ وغیرہ ان سے پہلے تھے اور خلف احمرؒ، (۱) ابو مالکؒ، عمرو بن کِرکِرہ اعرابیؒ اور ابوفید مؤرج عجلیؒ وغیرہ ان کے ہم عصر تھے۔

ایک روایت کے مطابق اصمعی ثلثِ لغت کے حافظ تھے اور ابوزید دو تہائی لغت کے حافظ تھے، جب کہ خلیل بن احمد فراہیدیؒ کو آدھی زبان محفوظ تھی اور ابو مالک (۲) عمرو بن کرکرہؒ کی نظر پوری زبان پر تھی۔

---

(۱) ابومحمد خلف بن حیان بڑے قادر الکلام شاعر ہیں، امام اصمعیؒ ان سے روایت کرتے ہیں۔

(۲) ابو مالک عمرو بن کرکرہ زبان وادب کے بڑے ماہر تھے۔ ان کے حالات کے لیے ملاحظہ فرمائیں: مراتب النحویین (ص:۴۰) الإنباہ (ج:۲ص:۲۶۱-۲۶۰) اور معجم الأدباء (ج:۶ص: ۱۳۲-۱۳۱)

ابوزید سعید بن اوس نحوی کے حالات زندگی (۱)

ابوزید سعید بن اوس کا مقام:

ابوالعباس محمد بن یزید فرماتے ہیں: ابوزید سعید بن اوس انصاری خزرج (۲) کے خالص عربی النسب ہیں، ابوالعباسؒ فرماتے ہیں کہ ابوزید نحوی اگرچہ امام خلیل اور امام سیبویہ کے ہم پلہ نہیں تھے، لیکن ان کا شمار بھی نحو کے بڑے علماء میں تھا۔ یونس نحوی علم لغات میں ابوزید کے درجے کے تھے؛ لیکن فن نحو میں یونس نحوی، ابوزید سے بڑھے ہوئے تھے۔

ابوزید سعید بن اوس انصاریؒ، امام اصمعیؒ اور ابوعبیدہؒ تینوں میں سے بڑے نحوی ابوزید تھے، تخفیف ہمزہ سے متعلق نحویوں کے مباحث کے سلسلہ میں انھوں نے ایک کتاب بھی تصنیف فرمائی۔ ان کی دوسری تصنیف "**شواهد النّحو عن العرب**" کی طرح زبان وادب میں کوئی دوسری کتاب نہیں لکھی گئی۔ بصرہ میں ان کا حلقۂ درس لگتا تھا؛ جس میں طلبہ بکثرت شریک ہوتے تھے۔

ابوالعباسؒ فرماتے ہیں کہ قریش کے مولی شیخ ابوبکر قُرشی بصری نے مجھ سے بیان فرمایا کہ میرے سامنے امام اصمعیؒ کے حلقۂ درس میں ابوزید کا ذکر خیر ہوا، امام اصمعیؒ نے بھی ان کی تائید کی، پھر اصمعیؒ نے فرمایا کہ میں نے خلف احمرؒ جیسے عالم کو بھی ابوزیدؒ کے حلقۂ درس میں شرکت کرتے دیکھا ہے، اہل عرب سے ابوزید نحویؒ بکثرت ادبی اور لغوی روایات نقل کرتے ہیں۔ استناد کے اعتبار سے یہ ثقہ راوی ہیں، ان کی روایتیں مقبول ہیں۔

---

(۱) ابوزید نحوی کے حالاتِ زندگی کے لیے درج ذیل کتابیں ملاحظہ فرمائیں: مراتب النحويين (ص:۴۴-۴۲) طبقات الزبيدي (ص:۱۶۶-۱۶۵) الإنباه (ج:۲ص:۳۵-۳۰) معجم الأدباء (ج:۱۱ص:۲۱۷-۲۱۲)

(۲) تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں: جمهرة أنساب العرب لابن حزم۔

تعاهدت ضيعتي يا تعهدت؟

ابوزید انصاریؒ فرماتے ہیں کہ (۱) حکم بن قنبر نے مجھ سے پوچھا کہ تَعاهدتُ ضَيُعَتِيُ ہے یا تَعَهَّدُتُ ہے؟ (میں نے اپنی جائیداد کی نگہبانی کی۔) میں نے کہا: تَعَهَّدُتُ (۲) ہی ہونا چاہیے، حکم بن قنبر نے مجھ سے کہا کہ آپ اپنی بات پر برقرار رہیے گا، آپ سے یونس نحویؒ پوچھیں تو اثبات میں جواب دینا، پھر حکم بن قنبرؒ نے یونس نحویؒ سے پوچھا، انھوں نے تَعَاهَدُتُ بتایا، ابوزید نے کہا: تَعَاهَدُتُ نہیں ہے۔ اسی مجلس میں عرب کے کچھ فصحاء موجود تھے، ابوزید نحویؒ نے فرمایا کہ ان سب سے پوچھو! یونس نحویؒ نے ایک ایک کر کے ہر ایک سے پوچھا، ان میں سے ہر ایک نے تَعَهَّدُتُ ہی بتلایا، تب یونس نحویؒ نے فرمایا: رُبَّ علمٍ كنتَ سَبَبَهُ أو شيئاً نَحُوَ هذَا (ابوزید! بہت سی چیزیں ہمیں آپ کی وجہ سے معلوم ہوتی ہیں، یا ایسا ہی کوئی جملہ ارشاد فرمایا۔)

ایک دیہاتی اور ابوزید انصاری:

ایک دیہاتی (کسی مسئلے میں سفارش کروانے کی غرض سے) ابوزیدؒ کے حلقۂ

---

(۱) اس روایت کی سند یہ ہے:
ابوبکر بن دُرَیدُ نحویؒ، ابوحاتمؒ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے ابوزید انصاریؒ نے فرمایا کہ......

تعارف رواۃ:

ابوبکر محمد بن حسن بن درید ادیب، نحوی، لغوی اور شاعر تھے۔ ۲۲۳ھ میں بصرہ میں پیدا ہوئے۔ ۳۲۱ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ کئی کتابوں کے مصنف تھے۔

ابوحاتم کے حالاتِ زندگی عنقریب اسی کتاب میں آرہے ہیں۔

(۲) تعاهدتُ (من التفاعل) کے مقابلے میں تعهَّدتُ (من التفعّل) زیادہ فصیح ہے؛ کیوں کہ تفاعل میں مشارکت ہوتی ہے، جس کا تحقق جانبین سے ہوتا ہے جب کہ اس مثال میں جانبین سے تحقق نہیں ہوسکتا۔ لیکن امام فراءؒ کے نزدیک (تفاعل اور تفعل) دونوں جائز ہیں۔ (حاشیۂ الکتاب للدکتور۔ ابراہیم ص:۶۹)

درس میں آیا، ابوزیدؒ نے سوچا کہ یہ کوئی نحوی مسئلہ پوچھنے آیا ہوگا، ابوزید نحویؒ نے اس سے کہا: اے اعرابی! کچھ پوچھنا ہو تو پوچھ لو! اس پر دیہاتی نے برجستہ یہ اشعار کہے:

لَسْتُ لِلنَّحْوِ جِئْتُكُمْ　　لَا وَلَا فِيهِ أَرْغَبُ

أَنَا مَالِي وَلِامْرِئٍ　　أَبَدَ الدَّهْرِ يُضْرَبُ

خَلِّ زَيْدًا لِشَأْنِهِ　　حَيْثُ مَاشَاءَ يَذْهَبُ

وَاسْتَمِعْ قَوْلَ عَاشِقٍ　　قَدْ شَجَاهُ التَّطَرُّبُ

هَمُّهُ الدَّهْرَ طِفْلَةٌ　　فَهُوَ فِيهَا يُشَبِّبُ

میں تم سے نحوی مسائل پوچھنے نہیں آیا ہوں، نہ مجھے فن نحو سے دلچسپی ہے۔

جس شخص کو ہمیشہ مثال میں پیش کیا جاتا ہے مجھے اس سے کوئی لینا، دینا نہیں ہے۔

زید کو اس کے حال پر چھوڑ دو، وہ جہاں چاہے چلا جائے۔ (ہر وقت جَاءَ زَيْدٌ ،جَاءَ زَيْدٌ مت کرتے رہو)۔

تم ایسے عاشق کی بات سنو، جو مستی میں جھومتے جھومتے مغموم ہو گیا ہے۔ یعنی خوشی و مستی کے حد سے زیادہ بڑھ جانے کی وجہ سے مغموم و رنجیدہ ہو گیا ہے۔

اس عاشق کا مقصود ایک دوشیزہ ہے، وہ اسی کے متعلق تشبیب کے اشعار کہتا رہتا ہے۔

اجوف واوی باب افعال واستفعال میں تعلیل اور ترکِ تعلیل:

ابوعثمان مازنیؒ کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص بدعت جاری کرے، تب أَسْوَءَ الرَّجُلُ مَهْمُوْزًا (۱) استعمال کرتے ہیں (عیب دار شخص برا ہے۔)

---

(۱) يُقَالُ والا قاعدہ اجوف واوی باب افعال اور استفعال میں بھی جاری ہوتا ہے، جیسے: أسوأ سے أَسَاءَ، اور استعوذ سے استعاذ وغیرہ۔ لیکن اجوف واوی از باب افعال واستفعال میں ایک قول کے مطابق ترک تعلیل بھی جائز ہے۔ متن میں ابوزید نے مذکورہ ابواب میں تعلیل کی ہے، جب کہ پہلی مثال بلا تعلیل منقول ہے۔

یہاں مازنی یہ بتلانا چاہ رہے ہیں کہ اجوف واوی باب افعال کو بغیر تعلیل کے واو کے ساتھ أسوأ کہتے ہیں۔

ابوعثمان مازنیؒ نے مزید فرمایا کہ ابوزیدؒ اپنے شاگردوں سے یہ جملہ ارشاد فرمایا کرتے تھے: أَخْطَأْتُمْ وَأَسَأْتُمْ (تم نے غلطی کی اور اساءت کا ارتکاب کیا۔)

یعنی ابوزید نحوی اجوف واوی باب افعال کو تعلیل کے ساتھ کہتے تھے۔

کچھ علماء پر ابوزید کا تبصرہ:

ابوعثمان مازنیؒ اسی سند سے نقل کرتے ہیں کہ ابوزیدؒ (۲) نے فرمایا کہ یہ چھ لوگ ایسے ہیں جو کام پر لگے رہیں گے، لیکن کامیاب نہیں ہوں گے: اُشناندانیؒ، (۳) کرُمانیؒ، (۴) ابن سِجستانیؒ، سِرُدانیؒ، (۵) خراسانیؒ اور عرمانی جن کا تعلق ازد کے عرمان سے ہے۔

ابوزید انصاری کا ایک تکیۂ کلام:

احمد بن یحییٰؒ فرماتے ہیں کہ ابوزیدؒ اپنے شاگردوں سے فرماتے تھے:

اقتربُوا قِرْفَ الْقِمَعْ   إِنِّي إِذَا الْمَوْتُ كَنَعْ
لَا أَتَوَقَّى بِالْجَزَعْ   مَا طَارَ شَيْءٌ فَارْتَفَعْ
إِلَّا كَمَا طَارَ وَقَعْ

---

(۱) اس روایت کی سند یہ ہے:
ہم سے ابوبکر بن سَرّاجؒ نے، ان سے ابوالعباس مبردؒ نے اور ان سے ابوعثمان مازنیؒ نے بیان کیا کہ......

(۲) یہ ابوزید نحوی کی ذاتی رائے ہے۔ اس کی واقعیت قطعی نہیں ہے۔

(۳) ابوعثمان سعید بن ہارون اشناندانی، ابن درید کے اساتذہ میں سے ہیں۔ یہ ۲۵۷ھ میں بصرہ میں قتل کیے گئے۔

(۴) کرمان، فارس، سجستان اور خراسان کے بیچ میں ہے؛ یہاں کی زمین بڑی زرخیز اور شاداب ہے۔

(۵) سردان بحیرۂ مغرب میں بڑا جزیرہ ہے، اس کو مسلمانوں نے فتح کیا تھا۔ (حاشیۂ د۔ ابراہیم بحوالۂ معجم البلدان)

(اے قِیف (۱) پر لگے گندے ذرات قریب آ جاؤ، (میلے، کچلے لوگو! قریب ہو جاؤ۔) موت کے وقت میں جزع فزع کر کے نہیں بچنا چاہوں گا، جو چیز بھی اڑ کر بلندی حاصل کرتی ہے؛ وہ جس طرح بلند ہوتی ہے، اسی طرح گر جاتی ہے۔) ہر عروج کو زوال ہے۔

احمد بن یحییٰؒ فرماتے ہیں کہ ابن اعرابیؒ نے مجھے اس سلسلے کے مزید اشعار سنائے:

حَسْبِيَ بِعِلْمِيَ إِنْ نَفَعُ مَا الذُّلُّ إِلَّا فِيَ الطَّمَعُ
مَنْ رَاقَبَ اللّٰهَ نَزَعُ عَنْ قُبْحِ مَا كَانَ صَنَعُ

ذلت تو حرص ولالچ میں ہے (اور مجھے کسی چیز کا لالچ نہیں ہے) میرے لیے علم نافع کافی ہے۔

اور جس کے دل میں خوف خدا ہو، وہ برے اعمال سے بچ جاتا ہے۔

احمد بن یحیٰؒ فرماتے ہیں کہ قِرَف القِمَع کے معنی ہیں: شی کی گندگی، تو گویا ابوزید اپنے شاگردوں سے یہ فرماتے تھے: اقتربوا یا أوساخ! (اے میلے کچیلو! قریب آ جاؤ۔)

ایک اعرابی اور ابوزید کا مکالمہ

ابوزیدؒ نے فرمایا کہ (۲) میں نے ایک اعرابی سے پوچھا: مُتَكَأْكِئٌ کا کیا مطلب ہے؟ اس نے جواب دیا: اس کے معنی "مُتَأَزِّفٌ" ہیں، (مُتَكَأْكِئٌ اور متأزّف دونوں کے معنی پستہ قد کے ہیں۔) ابوزیدؒ نے ان سے پوچھا: "مُتَأَزِّف" کا

---

(۱) قِیف: بوتلوں میں رقیق چیز بھرنے کا ایک آلہ جسے پھول بھی کہا جاتا ہے۔

(۲) اس روایت کی سند یہ ہے:

ہم سے ابوبکرؒ بن دُرید نے، ان سے ابوحاتمؒ نے اور ان سے ابوزیدؒ نے بیان فرمایا کہ......

کیا مطلب ہے؟ اس نے کہا: اے احمق! ''مُتَأَزِّف'' ''محبنطئٌ'' کے معنی میں ہے، اتنا کہہ کر وہ مجھے چھوڑ کر چلا گیا۔ (ان تینوں الفاظ کے معنی پستہ قد کے ہیں۔)

امام کسائی کا ابوزید کے خط کا جواب:

ابوزیدؒ نے امام کسائیؒ کو ایک خط لکھا تھا، اس کے جواب میں امام کسائی نے ابوزیدؒ کو یہ اشعار لکھے: (۱)

شَكَوْتَ اِلَيَّ مَجَانِيْنَكُمْ فَأَشْكُوْا اِلَيْكَ مَجَانِيْنَنَا

لَئِنْ كَانَ أَقْذَارُكُمْ قَدْ نَمَوْا لَأَقْذِرُ وَأَنْتِنْ بِمَنْ عِنْدَنَا

فَلَوْلَا الْمُعَافَاةُ كُنَّا كَهُمْ وَلَوْ لَا الْبَلَاءُ لَكَانُوْا كَنَا

تم نے مجھ سے اپنے دیوانوں (پاگلوں) کا شکوہ کیا ہے، میں تم سے اپنے دیوانوں کا شکوہ کرتا ہوں۔

اگر تمھاری گندگیاں بڑھ گئی ہیں، تو جو ہمارے پاس ہیں، تم ان کو گندا اور بدبودار بنادو۔

اگر ہم آفات وبلیات سے محفوظ ہوتے، تو ہم بھی انھیں کی طرح ہوتے، اور ان پر ابتلاء وآزمائش ہوتی تو وہ بھی ہماری طرح ہوجاتے۔

امام کسائی پر ابوزید کا تبصرہ:

ابوزیدؒ نے فرمایا کہ امام کسائیؒ بصرہ تشریف لائے اور ابوعمروؒ، یونس نحویؒ اور عیسی بن عمروؒ سے بہت سے علوم نافعہ حاصل کر کے بغداد روانہ ہوگئے، پھر حطمیہ نامی قبیلے کے اعرابی آئے، امام کسائیؒ نے ان سے کچھ فاسد چیزیں حاصل کیں جنہیں ان

(۱): اس روایت کی سند یہ ہے: ابوالعباسؒ محمد بن یزید نے نقل کیا ہے کہ مجھ سے ابوعثمان مازنیؒ اور تَوَّزیؒ وغیرہ نے بیان کیا کہ.........

صحیح علوم کے ساتھ ملا کر سب کو خراب کر دیا۔

ابو زید کے کچھ اساتذہ:

ہماری دانست کے مطابق ابو زید نحویؒ کے سوا بصرہ کے علمائے نحو ولغت میں کوئی عالم ایسا نہیں ہے، جس نے اہل کوفہ سے علم عربیت حاصل کیا ہو۔

ابو زیدؒ مفضل ضبی سے بھی روایت کرتے تھے، چناں چہ ابو زیدؒ "**کتاب النوادر**" کے شروع میں فرماتے ہیں کہ مفضل ضبیؒ نے مجھے جاہلی شاعر ضمرہ بن ضمرہ نہشلی کے یہ اشعار سنائے:

بَكَرَتْ تَلُومُكَ بَعْدَ وَهْنٍ فِي النَّدَى بَسْلٌ عَلَيْكِ مَلَامَتِي وَعِتَابِي

أَأَصُرُّهَا وَبُنَيَّ عَمِّي سَاغِبٌ فَكَفَاكِ مِنْ إِبَةٍ عَلَيَّ وَعَابِ

هَلْ تَخْمُشَنْ إِبِلِي عَلَيَّ وُجُوهَهَا أَمْ تَعْصِبَنَّ رُؤُوسَهَا بِسَلَابِ

رات گذرنے کے بعد صبح سویرے اونٹنی نے میری سخاوت پر مجھے ملامت کی (میں نے اس سے کہا:) اے اونٹنی! میرے اوپر غصہ کرنا اور ملامت کرنا تیرے لیے حرام ہے۔

کیا میں تیرے تھنوں کو باندھ دوں، جب کہ میرے چچا زاد بھائی بھوکے ہیں، (اگر میں نے ایسا کیا) تو یہ چیز مجھے عیب دار کرنے کے لیے کافی ہے۔ (اگر میں نے ایسا کرلیا تو)

کیا میرے اونٹ، میرے اوپر نوحہ کرتے ہوئے اپنا چہرہ نوچیں گے، یا اپنے سروں پر مصیبت کے وقت باندھی جانے والی پٹی باندھیں گے۔

(شاعر ان اشعار میں اپنی ہمدردی اور سخاوت کو بیان کر رہا ہے۔)

کتاب النوادر میں ابوزیدؒ کی اکثر روایتیں مفضل ضبی سے ہیں۔

الفاظ کی وضاحت

بَكَرَت: صبح سویرے آنا، جانا، وَهْنٌ: آدھی رات یا اس کے بعد کا حصہ

اٹھنا

بَسْلٌ: حرام أأَصُرُّهَا: کیا میں اونٹنی کے تھنوں کو باندھ دوں؟

سَاغِب: بھوکا اِبَةٌ: عیب اور وہ ہر چیز جو شرم کا باعث ہو۔

عَابٌ: یہ لفظ عیب ہی ہے، ضرورت شعری کی وجہ سے عاب کر دیا گیا۔

سِلَاب: وہ کالی پٹی، جسے عورت مصیبت کے وقت باندھتی ہے۔

امام اصمعیؒ کے حالات (۱۲۳ھ تا ۲۱۶ھ) (۱)

ابوالعباس محمد بن یزید مبردؒ فرماتے ہیں کہ امام اصمعیؒ اشعار، غریب الفاظ اور علم معانی کے میدان میں امامت کا درجہ رکھتے تھے، ابوعبیدہ لغویؒ کا بھی یہی حال تھا، انہیں علم الانساب میں اصمعیؒ پر فوقیت حاصل تھی، اور امام اصمعیؒ ان سے علم نحو میں بڑھے ہوئے تھے۔

نام ونسب:

اصمعیؒ کا نام عبدالملک (۲) بن قریب اور کنیت ابوسعید ہے، اصمعیؒ کے والد

---

(۱) امام اصمعیؒ کے حالات کے لیے ملاحظہ فرمائیں: مراتب النحويين (ص:۴۶) طبقات الزبیدی (ص:۱۷۴-۱۶۷) الانباہ (ج:۲ص: ۲۰۵-۱۹۷) وغیرہ۔

(۲) وفيات الأعيان اور جمهرة أنساب العرب لابن حزم میں امام اصمعی کا سلسلۂ نسب یوں ہے: عبدالملک بن علی بن اصمع۔ یعنی عبدالملک کے بعد علی کا اضافہ ہے۔ (حاشیۂ د. ابراہیم بحوالۂ وفيات الاعيان وجمهرة أنساب العرب)

قُرَیْب کا نام عاصم اور کنیت ابو بکر ہے، ان کا نسب یہ ہے: ابو بکر بن عبد الملک بن اصمع بن مُظَہّر بن رباح (۱) بن عمرو بن عبد اللہ باہلی۔

امام اصمعیؒ کے نسب پر ابو محمد یزیدی کی تنقید:

ابو محمد یحییٰؒ بن مبارک یزیدی نے ایک قصیدے میں اصمعیؒ کے اس نسب پر تنقید کی ہے۔

قصیدے کے ابتدائی اشعار یہ ہیں:

أَلا هَبِلَتْ كُلَّ من يَنْتَمِي   إِلَى أَصْمَعٍ أُمُّهُ الهَابِلَهْ

فَكَيْفَ بِمَن كَانَ ذَا دَعْوَةٍ   وَكِفَّةُ نِسْبَتِهِ شَائِلَهْ؟

خبردار! اولاد سے محروم اصمعی کی ماں، اصمع کی طرف منسوب ہر شخص کو گم کردے۔

اس شخص کا کیا (اعتبار) ہوگا جو (اپنے کو دوسرے کی طرف غلط منسوب کرے،) جب کہ اس کے نسب کا پلڑا ہلکا ہو۔

اسی قصیدے میں یہ اشعار بھی ہیں، جن کے بارے میں مروی ہے کہ ہارون رشید انہیں شیطان الشعر کہتے تھے:

أَبِنْ لِي دَعِي بَنِي أَصْمَعٍ   أَقَفْرٌ رِبَاعُكَ أَمْ آهِلَهْ؟

وَمَا أَنْتَ هَلْ أَنْتَ إِلَّا امْرُؤٌ   إِذَا صَحَّ أَصْلُكَ مِنْ بَاهِلَهْ

میرے سامنے بنی اصمع کی طرف غلط منسوب ہونے والوں کو واضح کردو تا کہ میں دیکھوں کہ تمھارا ٹھکانہ چٹیل میدان ہے، یا آباد جگہ؟

---

(۱) وفیات اور جمہرۃ میں ابن ریاح کے بعد بھی اختلاف ہے، عام طور پر انساب میں شک اور اختلاف رہتا ہی ہے۔

(۲) ابو علی حسین بن قاسم بن جعفر کوکبی ادیب اور اخباری تھے۔ ۲۲۷ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

(۳) محمد بن ہبیرہ اسدی کوفی نحوی تھے۔

اگر بنی باہلہ سے تمھاری اصل ثابت ہو بھی جائے، تب بھی تم ایک (حقیر) شخص ہو۔

امام کسائیؒ سے امام اصمعیؒ کے سوالات: لفظ محرم کی تحقیق:

ایک بار اصمعیؒ اور کسائیؒ دونوں ہارون الرشیدؒ کے پاس تھے، اصمعی نے کسائی سے پوچھا: راعی کے اس شعر(۱) کا کیا مطلب ہے؟

قَتَلُوا ابن عفّان الخليفةَ مُحرِماً (۲)
وَدعَا فلَم أرَ مثلَه مخذولا

لوگوں نے خلیفۂ سوم حضرت عثمان ابن عفان کو حرمت والے مہینے میں قتل کیا۔ انھوں نے (مدد کے لیے) لوگوں کو پکارا، (لیکن ان کی مدد نہیں ہوئی) اور میں نے کسی کو ان کی طرح بے یار و مددگار نہیں دیکھا۔

امام کسائیؒ نے فرمایا کہ حضرت عثمانؓ حج کا احرام باندھے ہوئے تھے، اصمعیؒ نے کہا: تو پھر شاعر کے اس شعر کا کیا مطلب ہے؟

قَتَلُوا كِسرى بليلٍ مُحرِماً فتَوَلّى لم يُمَتَّعْ بِكَفَنْ

(انھوں نے کسریٰ کو رات میں میں قتل کر دیا، جب کہ کسریٰ ان کے نزدیک قابلِ احترام تھا۔ اس نے بھاگنے کے لیے پیٹھ پھیری، (لیکن بھاگ نہیں پایا اور مرتے وقت) اسے کفن بھی میسر نہیں آیا)، یعنی کفن کے حصول کی مہلت بھی نہیں ملی۔

---

(۱) یہ شعر عدی بن زید کا ہے (حاشیۂ د۔ ابراہیم بحوالۂ مجالس العلماء للزجاجی ص: ۳۳۶)

(۲) حضرت عثمان ذی النورینؓ ایک قول کے مطابق اشہر حرام میں سے ایام تشریق میں شہید ہوئے، اس لیے پہلے شعر میں تو جو معنی امام کسائیؒ نے بیان فرمائے ہیں وہ مراد ہو سکتے ہیں امام اصمعی نے بھی وہی معنی مراد لیے ہیں اور یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ وہ حرمتِ اسلام یعنی حفاظتِ اسلام میں تھے، ان کا خون بہانا حرام تھا، البتہ دوسرے شعر میں ''محرما'' سے اس عہد کی حرمت و تقدس مراد ہے جو کسریٰ کی رعایا نے اپنی گردنوں پر لازم کیا تھا۔

تو کیا کسری نے بھی حج کا احرام باندھ رکھا تھا؟ اس پر ہارون الرشیدؒ نے کسائیؒ سے کہا: اے علی! جب اشعار کی بات آجائے تو تم اصمعیؒ سے بچ کر رہنا!

(پہلے شعر میں "مُحرماً" کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ اسلام کی حفاظت میں تھے یعنی ان کا خون بہانا حرام تھا۔)

محمد بن سویدؒ امام النحو ابن السکیتؒ کے حوالے سے امام اصمعیؒ کا قول نقل کرتے ہیں کہ "**محرم**" کے مذکورہ معنی کے پیش نظر کہا جاتا ہے: **مُسلم، محرم** کے معنی میں ہے، یعنی اس نے اپنی ذات کو حلال کرنے والا کوئی ایسا کام نہیں کیا ہے، جو باعث قتل بن سکے۔

اور کسری والے شعر میں "محرما" سے اس عہد کی حرمت وتقدس مراد ہے جسے اس کے ساتھیوں نے اپنی گردن پر لازم کیا تھا۔

امام اصمعی کے کمالات:

ابن اعرابیؒ نے اشعار میں امام اصمعی کی مہارت سے متعلق بیان کیا کہ(۱) میں امام اصمعیؒ کی مجلس میں تھا جس میں انہوں نے دوسو کے قریب اشعار سنائے، ان میں سے کوئی شعر ایسا نہیں تھا جو مجھے معلوم ہو۔

امام اصمعیؒ روایت حدیث میں صدوق تھے، انھوں نے علم حدیث ابن عونؒ، (۲) حماد بن سلمہؒ اور حماد بن زیدؒ وغیرہ سے حاصل کیا، قرآن کریم اور قراءات ابوعمروؒ اور نافعؒ وغیرہ سے حاصل کیں، امام اصمعیؒ قرآن وحدیث کی تفسیر وتشریح محض لغت سے نہیں کرتے تھے۔

---

(۱) اس روایت کی سند یہ ہے:

محمد بن سہل ۱۲۵ کاتبؒ سے ابوجعفر ۱۲۶ احمد بن عبیدؒ نے اوران سے ابن اعرابیؒ نے بیان کیا کہ......

تعارف رواۃ:

کاتب محمد بن سہلؒ کی وفات ۳۲۵ھ میں ہوئی۔

ابو جعفر احمد بن عبید نحوی ابن عصیدہ سے بھی مشہور ہیں۔

(۲) عبداللہ بن عون بن ارطبان حزنی کا سن وفات ۱۵۱ھ ہے۔

" أبخع " " أَقتَل " کے معنی میں ہے:

نصر بن علی کا بیان ہے کہ (۱) میں امام اصمعیؒ کی مجلس میں تھا، ایک اعرابی نے ان سے حدیث رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) (۲) **جاء کم أهل اليمن، وهم أبخع أنفُساً** (تمھارے پاس اہل یمن آئیں گے، وہ بہت قاتل ہوں گے) کے بارے میں پوچھا؛ آپ نے فرمایا: **أبخع أنفُسا** کا مطلب ہے: **أقتل أنفسا** پھر اصمعی نے اپنے اوپر ندامت ظاہر کرتے ہوئے گردن نیچے جھکا لی، ایسا لگ رہا تھا کہ وہ اپنے آپ کو ملامت کر رہے ہیں۔ (چوں کہ اصمعی نے صرف لغت سے حدیث کی تفسیر کر دی تھی؛ اس لیے تأسفا) فرمایا کہ کوئی اس تفسیر پر میرا مؤخذہ نہ کرلے۔ نصر بن عاصم نے عرض کیا کہ (آپ نے صحیح تفسیر کی ہے) آپ پر کوئی حرج نہیں ہے۔

امام اصمعیؒ کے بیان کردہ معنی کی تائید مفسر قرآن حضرت مجاہدؒ کی درج ذیل تفسیر سے بھی ہوتی ہے:

ابو نجیح نے مفسر قرآن حضرت مجاہدؒ (۳) سے آیت قرآنی " **لعلّک باخع نفسک** " کا ترجمہ **قاتل نفسک** نقل کیا ہے۔ (ترجمہ: کہیں آپ اپنے آپ کو ہلاک نہ کرلیں) گویا اس آیت میں آپ ﷺ کو تسلی دی گئی ہے۔

---

(۱) اس روایت کی سند یہ ہے:

ہم سے ابو علی "صفّار" نے، ان سے ابو عمرو "صفّار" نے اور ان سے نصر بن علی نے بیان کیا کہ......

تعارف رواۃ:

اسماعیل بن محمد بن اسماعیل امام مبردؒ کے شاگرد ہیں۔ آپ باکمال ادیب ہیں۔ ۲۴۷ھ میں پیدائش اور ۳۴۱ھ میں وفات ہوئی۔

(۲) حضرت مجاہدؒ مشہور تابعی ہیں۔ ان کا پورا نام ابوالحجاج مجاہد بن جبر مکی ہے۔ یہ حضرت علیؓ، سعد بن ابی وقاصؓ اور عبادلۂ اربعہ وغیرہ سے روایت کرتے ہیں۔ یہ متورع و پرہیزگار انسان، فقیہ اور مفسرِ قرآن ہیں۔ ۱۰۳ھ آپ کا سنِ وفات ہے۔

(۳) یہ حدیث مختلف الفاظ کے ساتھ مروی ہے، "ابخع" ذبح میں مبالغے کے لیے آتا ہے۔

لفظ "ریب" شک کے لیے آتا ہے:

ابوقلابہ(۱) جرمی نے بیان کیا کہ میں اصمعیؒ کے پاس گیا، میرے پاس ابوعبیدہ کی کتاب "**مجاز القرآن**" تھی، امام اصمعیؒ نے مجھ سے کتاب طلب فرمائی، میں انھیں کتاب دے کر چلا گیا، وہ اس کو دیکھتے، دیکھتے آخر تک پہنچ گئے، جب میں واپس آیا تو آپ نے فرمایا کہ ابوعبیدہؒ نے اپنی کتاب کے آغاز میں لکھا ہے: **الٓم ذلک الکتاب لاریب فیه، أي لاشک فیه**(۲)(یعنی یہ ایسی عظیم کتاب ہے، جس میں ذرا بھی شک نہیں ہے) فرمایا کہ انھیں کس نے بتلا دیا کہ ریب شک کو کہتے ہیں؟ ابوقلابہ نے اصمعیؒ سے کہا کہ آپ نے ہذلی شاعر کے اس شعر میں ریب کی تفسیر شک سے کی ہے۔ اس پر اصمعی خاموش ہو گئے، کوئی جواب نہیں دیا اور کتاب واپس کر دی۔

شعر یہ ہے:

فقالوا: ترکنا القَوْمَ قَد حَصِرُوْا بِهِ　　فَلا رَیْبَ أَنْ قَد کَانَ ثَمَّ لَحِیْمُ (۳)

انھوں نے کہا کہ ہم نے قوم کو اس حال میں چھوڑا کہ وہ معاملے کو چھپا رہے تھے، کیوں کہ بلاشبہ وہاں مقتول پڑا تھا۔

(یہاں محل استشہاد لفظ "ریب" ہے۔)

امام اصمعی اور اشعار:

ابوالعباسؒ فرماتے ہیں کہ امام اصمعیؒ اپنے شاگردوں سے اشعار کے معانی میں بہت مذاکرہ کرتے تھے۔

(۱) ابوقلابہ جرمیؒ جلیل القدر تابعی اور مشہور محدث ہیں۔ ان کا نام عبداللہ بن زیدؒ ہے۔ ۱۰۴ھ سن وفات ہے۔

(۲) یہ مجاز القرآن کی عبارت ہے (حاشیۂ د۔ ابراہیم ص:۷۶)

(۳) یہ شعر ساعدہ بن جؤیّۃ کا ہے۔ (أیضاص:۷۶)

انھیں کا بیان ہے کہ اصمعیؒ کے پاس سے دو آدمی گذرے، وہ دونوں معانی کا مناظرہ کررہے تھے، جب انھوں نے اصمعی کو دیکھا، تو ان میں سے ایک نے دوسرے کے سامنے بشر بن ابی حازم کا یہ شعر بطور مثال پیش کیا:

وما يُنجي مِنَ الغَمَراتِ إلَّا … بَراكاءُ القتالِ أو الفِرارُ

مصیبتوں سے نجات یا تو جنگ میں ثابت قدم رہنے سے ملتی ہے، یا فرار ہونے سے۔

اصمعیؒ کے بھتیجے فرماتے تھے کہ جب چچا جان کے سامنے کوئی ایسی چیز آتی، جو ان کی نظر میں غیر معروف ہو تو فرماتے: "جَحفِلْ به" (۱)

اس کے معنی ہیں: ارم بہ، جب آپ کسی کو پچھاڑ دیں تو کہا جاتا ہے: جَحفَلْتُ به۔

ابوالعباسؒ محمد بن یزید فرماتے ہیں کہ اصمعیؒ اپنے درج ذیل اشعار پڑھتے وقت اس طرح اشارہ کرتے گویا وہ چار (پیروں) پر کھڑے ہوں۔ (۲)

اشعار یہ ہیں:

يا أمةَ اللّٰهِ ألم تسمَعِي … ماقال عبدُ المَلك الأَصمَعي

واحِدةٌ أثقَلَنِي حَمْلُهَا … فكيف لو قُمتُ على أربعٍ؟

اے اللہ کی بندی! کیا تم نے عبدالملک اصمعیؒ کی بات نہیں سنی۔؟

(وہ بات یہ ہے کہ) میں ایک کی ذمے داری کا بوجھ اٹھانے سے عاجز آچکا ہوں، اگر میں چار عورتوں میں مشغول ہوتا تو کیسے نبھتی؟ (۱)

---

(۱) جحفل به کے لغوی معنی تو پچھاڑنے کے ہیں، لیکن اصمعی کی مراد یہ ہوتی تھی کہ اس چیز کو چھوڑ دو۔ یا مراد یہ ہوتی تھی کہ اسے پچھاڑ دو یعنی اس کی تحقیق کرو۔

(۲) امام اصمعیؒ ایسا اشارہ اس لیے کرتے؛ تاکہ سامنے والے کے لیے شعر کے معنی معمہ بن جائیں، حالاں کہ شعر کا مطلب ظاہر ہے کہ ایک عورت سے شادی کر کے نبھانا دشوار ہے، تو چار عورتوں سے شادی کر کے کیسے گذارا ہوتا؟ تفصیل کے لیے دیکھیے: طبقات الزبیدی (ص:۱۹۸-۱۹۷) وغیرہ۔

(۱) امام اصمعی چار پیروں پر کھڑے ہونے کا اشارہ کر کے شعر کو معمہ بنا کر پیش تے تھے، کیوں کہ ظاہراً چار پیروں پر کھڑا ہونا مراد ہوتا تھا، جب کہ حقیقتاً چار عورتوں سے شادی کرنا مراد ہے۔

ہارون الرشید کا نصیحت آموز واقعہ:

ابوالعباسؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہارون الرشیدؒ سفر سے آئے تو اصمعیؒ ان سے ملاقات کے لیے گئے، ہارون الرشیدؒ نے پوچھا: اصمعیؒ! تم میرے بعد کیسے تھے؟ اصمعیؒ نے جواب دیا: مَا لاقَتْنِي أَرْضٌ (۱) (زمین میرے لیے کشادہ نہیں رہی۔ یعنی حالات موافق نہیں رہے۔) ہارون الرشیدؒ مسکرائے، پھر جب لوگ نکل گئے، تو ہارون الرشیدؒ نے اصمعیؒ سے پوچھا: ''آپ کی بات کا کیا مطلب تھا؟ اصمعیؒ نے جواب دیا: مَا لاقَتْنِي أَرْضٌ کا مطلب یہ ہے کہ میں کہیں سکون سے نہیں رہ سکا، اسی طرح یہ تعبیر ہے: فلانٌ لایلیق شیئاً (أي لایستقرّ معه شيٌّ، فلاں کو کہیں قرار نہیں آتا) تو ہارون الرشیدؒ نے کہا: هذا حسنٌ (بہت خوب!) لیکن لوگوں کے سامنے آپ مجھ سے میری فہم کے مطابق بات کیا کریں، تنہائی میں مجھے علم کی باتیں سکھا دیا کریں؛ کیوں کہ مجلس میں سلطان کو زیب نہیں دیتا کہ وہ کسی بات کو نہ سمجھے؛ اس لیے کہ دو ہی راستے ہیں: یا تو وہ خاموش رہے گا، اس صورت میں لوگوں کو معلوم ہو جائے گا کہ بات بادشاہ کی فہم سے بالاتر ہے، یا غلط جواب دے گا، تب بھی اردگرد کے لوگوں کو پتہ چل جائے گا کہ بلا سمجھے بولا ہے، اصمعیؒ کہتے ہیں کہ میں نے سلطان کو اتنا نہیں سکھایا، جتنا سلطان نے مجھے سکھلا دیا۔

ابوالعباسؒ فرماتے ہیں، کہ ہارون الرشیدؒ نے ام جعفر (۲) سے کہا: اے ام نہر! صبح بہ خیر؟ تو (ام جعفر) ام نہر کہنے سے غم زدہ ہوگئیں اور اس کا مطلب پوچھنے کے لیے اصمعیؒ کے پاس گئیں، اصمعیؒ نے بتایا کہ جعفر کے معنی چھوٹی نہر کے ہیں، سلطان

---

(۱) یہ ایک تعبیر ہے جو اس وقت بولی جاتی ہے جب کوئی چیز موافق نہ رہے۔

(۲) ام جعفر امۃ العزیز، جعفر بن ابوجعفر المنصور کی لڑکی تھیں، زبیدہ کے نام سے مشہور تھیں، ہارون الرشید کی بیوی تھیں، ان سے امین پیدا ہوئے، یہ بکثرت خیرات وصدقات کرنے والی بڑی نیک خاتون تھیں، مکہ، مدینہ میں اور حج کے راستوں میں ان کی یادگار آج باقی ہیں۔ ۲۱۶ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

نے یہی معنی مراد لیے ہیں، یہ سن کر ام جعفر خوش ہو گئیں۔

ابو العباسؒ فرماتے ہیں کہ ایک شخص اصمعیؒ کے حلقۂ درس مانوس تھا، وہ اپنے گاؤں سے کچھ لاتا تو اصمعیؒ کو بھی ہدیۃً پیش کرتا، پھر اس نے اصمعیؒ کا حلقۂ درس چھوڑ دیا اور ابو زید کے حلقے سے مانوس ہو گیا، ابو زید نحوی ہدیہ قبول نہیں فرماتے تھے، وہ شخص ایک دن اصمعیؒ کے پاس سے گذرا، اصمعیؒ نے اسے فرزدق کا یہ شعر سنایا:

وَلَجَّ بكَ الهِجْرانُ حتَّى كأنَّما
تَرَى المَوتَ في البيتِ الَّذي كنتَ تَألَفُ

ترک تعلق تجھ پر اتنا حاوی رہا کہ تیری یہ حالت ہو گئی، جس گھر سے تو مانوس تھا، اس میں تجھے موت نظر آنے لگی۔

ہارون الرشید کا عبرت انگیز واقعہ:

اصمعیؒ شاعر بھی تھے لیکن انہوں نے شاعری کم کی ہے۔ شعر گوئی سے متعلق ان کا درج ذیل قصہ مشہور ہے:

اصمعیؒ فرماتے ہیں کہ میں امیر المؤمنینؒ ہارون رشید کا جلیس تھا، ان کے ساتھ رات میں قصہ گوئی کیا کرتا تھا، ایک مرتبہ ہارون الرشیدؒ اصمعیؒ کے پاس رات کے وقت داخل ہوئے ایسے وقت میں (بادشاہ کے آنے سے) اچھا خاصا بے گناہ آدمی بھی پریشان ہو جاتا ہے، اصمعیؒ نے درباری (۱) لباس پہننا چاہا، تو وہ اس سے روک دیے گئے اور ان سے جلد بازی سے کام لیا گیا، جس سے اصمعیؒ پر شدید خوف اور رعب طاری ہو گیا، اصمعیؒ کہتے ہیں کہ میں اپنا جرم یاد کرنے لگا تو مجھے کوئی قصور یاد نہیں آیا، میرے دل میں طرح طرح کے خیال آنے لگے، پھر جب میں بادشاہ کے سامنے آیا تو باادب سیدھا کھڑا ہو گیا، سلطان سر جھکائے ہوئے تھے، سلطان نے

(۱) جس لباس میں بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوتے تھے وہ لباس زیب تن کرنا چاہا؛ اس لیے کہ بادشاہ سے ملاقات کے لیے وہی لباس موزوں تھا۔

میری طرف سر اٹھا کر بیٹھنے کا حکم دیا، میں بیٹھ گیا پھر بادشاہ نے فرمایا کہ عبدالملک! میں نے کہا: لبیک یا امیر المؤمنین! اس کے بعد ہارون رشید یہ اشعار پڑھنے لگے:

لو أنَّ جَعْفَرَ خاف أسبابَ الرَّدیٰ　　لنجا بِمُهْجَتِهِ طِمِرٌّ مُلْجَمُ

ولكَانَ مِنْ حَذَرِ المَنُوْنِ بِحَيْثُ لا　　يرجُو اللّحاقَ بِهِ العُقَاب (۱) القَشْعَمُ

لكِنَّهُ لمَّا تقَارَب يوْمُهُ　　لم يدفعِ الحَدَثانَ عَنْه مُنَجَّمُ (۲)

جعفر برمکی اگر ہلاکت کے اسباب سے ڈرتا، تو لگام لگا ہوا گھوڑا پوری طرح نجات پا جاتا۔

محسن کے چوکنا رہنے کے باوجود عمر رسیدہ باز کی طرح وہ اپنی پکڑ سے بے خوف ہوگیا۔

لیکن جب اس کا وقت قریب آیا تو کسی نجومی نے اس سے حوادث کو نہیں ٹالا۔

اصمعیؒ فرماتے ہیں کہ ہارون الرشیدؒ کے سامنے رومال سے ڈھکا ہوا ایک طشت تھا، بادشاہ نے اسے کھولنے کا حکم دیا، رومال ہٹا دیا گیا، اچانک دیکھا گیا کہ وہ جعفر بن یحییٰ (۳) برمکی کا سر تھا، ہارون رشیدؒ نے کہا: ابن قُریبؓ آپ اپنے گھر جاؤ! اصمعیؒ کہتے ہیں کہ میں رعب کی وجہ سے کوئی جواب نہ دے سکا، جب میری گھبراہٹ ختم ہوئی تو میں اس سلسلے میں غور وفکر کرنے لگا اور اس نتیجے پر پہنچا کہ بادشاہ مجھے اپنی چال بازی، ذہانت اور معاملہ فہمی پر مطلع کرنا چاہ رہے ہیں، تاکہ ان کے اوصاف کا چرچہ ہو، اصمعیؒ کہتے ہیں کہ میں یہ اشعار پڑھتے ہوئے نکل گیا:

(۱) مشہور شکاری پرندہ شکرہ جس کی نگاہ تیز اور پنجے مضبوط ہوتے ہیں، یہ قوی ہیکل ہوتا ہے۔ اشعار وامثال میں بکثرت اس کی مثال دی جاتی ہے۔

(۲) اس موقعے پر وفیات الاعیان میں صراحت ہے کہ امام اصمعیؒ فرماتے ہیں کہ میں سمجھ گیا کہ یہ اشعار ہارون الرشید کے ہیں۔ (حاشیۂ د۔ ابراہیم ص:۷۹)

(۳) ابوالفضل جعفر بن یحییٰ برمکی ہارون الرشید کے وزیر تھے، ہارون الرشید کے یہاں ان کا اور ان کی وجہ سے برامکہ کا بڑا مقام تھا۔ بعد میں حالات بدلے؛ چناں چہ ہارون الرشید ان کے ساتھ، ساتھ برامکہ سے بھی ناراض ہوگئے اور ۱۸۷ھ میں اور ہارون الرشید نے اسے قتل کرا دیا۔ اس وقت جعفر کی عمر تقریبا ۳۷ رسال تھی۔ جعفر فصیح وبلیغ عالم اور بڑے معزز اور سخی انسان تھے۔

أَيُّهَا الْمَغْرُورُ هَلْ لَكَ ‌ ‌ ‌ عِبْرَةٌ فِي آلِ بَرْمَكْ
غَرَّهُمْ عَنْ قَدَرِ اللّٰهِ ‌ ‌ ‌ حِسَابُ الْهَشْتِمَرَّكْ (۱)

اے فریب خوردہ انسان! کیا آل برمک میں تمھارے لیے عبرت نہیں ہے؟
ان کو ''ہشت مرگ'' کے حساب نے اللہ کے فیصلوں سے غافل کر دیا۔

امام اصمعیؒ نے یہ بہت سے اشعار کہے تھے، ان میں آخری شعر یہ ہے:

عبرةٌ لمْ نرَها أنـ ‌ ‌ ‌ ـت ولاقبلُ أبٌ لكَ

ایسا عبرت ناک واقعہ نہ تم نے دیکھا ہوگا اور نہ تم سے پہلے تمہارے آباء نے دیکھا ہوگا۔

امام اصمعی ہر نئے لفظ کو لکھتے تھے:

امام اصمعیؒ کا سماع اکثر بدوؤں اور دیہاتیوں سے ہے۔ان کا بیان ہے کہ میں ایک دیہاتی کی ہر بات لکھ رہا تھا، اس پر اس دیہاتی نے کہا: مَا تَدَع شيئاً اِلَّا نَمَصْتَه، أي: نَتَفْتَه (آپ نے سب کچھ اکھاڑ ڈالا۔) یعنی آپ ہر بات لکھ رہے ہیں۔

اسی طرح اصمعیؒ ایک دوسرے دیہاتی کی ہر بات لکھ رہے تھے، اس پر اس دیہاتی نے یہ شعر کہا:

مَا أنت إلَّا الحُفَظَهْ ‌ ‌ ‌ تَكتُبُ لفظ اللَّفَظَهْ (۲)

آپ تو ہر چیز کے نگراں ہیں، آپ بولنے والوں کے (تمام) الفاظ لکھ لیتے ہیں۔

ایک اور دیہاتی نے اصمعیؒ سے کہا:

(۱) ''ہشت مرگ'' فارسی لفظ ہے، مرکبِ امتزاجی ہے، مرکب ہے ہشت: آٹھ اور مرگ: موت سے؛ لیکن ایک آٹھ سطری آلے پر اس کا اطلاق ہوتا ہے، جس پر حساب کرتے تھے۔

(۲) بقول د۔ ابراہیم انھیں لافظ کی جمع لَفَظَة تمام حروف کے فتحے کے ساتھ نہیں ملی۔ البتہ قیاساً ''لافظ'' کی یہ جمع آئے گی؛ کیوں کہ ضابطہ یہ ہے کہ اسم فاعل مذکر عاقل کا لام کلمہ اگر صحیح ہو تو اس کی ایک جمع ''فَعَلَةٌ'' کے وزن پر آتی ہے۔ جیسے: کامل، ساحر، فاجر اور خازن کی جمع كَمَلَةٌ، سَحَرَةٌ، فَجَرَةٌ اور خَزَنَةٌ آتی ہیں۔ (حاشیۂ د۔ ابراہیم ص: ۸۰-۷۹)

أنت حتفُ الكلمة الشَّرود (آپ بکھرے ہوئے کلمات کے لیے موت ثابت ہوئے ہیں۔) یعنی سب کو لکھ ڈالتے ہیں۔

وفات:

ابوالعیناءؒ (۱) فرماتے ہیں کہ اصمعیؒ کی وفات بصرہ میں ۲۱۳ھ میں ہوئی، فضل (۲) بن اسحاق نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی جس میں میں شریک تھا۔ عبدالرحمان بن اخیہ (۳) کو میں نے ان کے جنازے میں: إِنَّا لِلّٰهِ وإِنَّا إِلَيْهِ من الرَّاجعيْن کہتے ہوئے سنا۔ میں نے ان سے کہا: اگر تم اللہ کے تعلیم کردہ طریقے کے مطابق استرجاع کہتے تو تمھارا کیا بگڑ جاتا؟

ایک قول کے مطابق اصمعیؒ کی وفات ۲۱۶ھ یا ۲۱۷ھ میں ہوئی، واللہ اعلم واحکم۔

ابوعبیدہ معمر بن مثنی تیمی (۴) م ھ

خاندان:

ابوعبیدہؒ معمر بن مثنی تیمی کا تعلق قریش کے خاندان بنو تیم سے تھا، نہ کہ تیم

---

(۱) ابوعبداللہ محمد بن قاسم الضریر، ابوالعیناء سے مشہور تھے، وہ یمامہ کے باشندے، ان کی پیدائش اہواز میں اور نشو ونما بصرہ میں ہوئی۔ وہ بڑے ادیب اور محدث تھے، ابوعبیدہؒ، اصمعیؒ اور ابوزیدؒ سے ان کا سماع ثابت ہے۔ ان کے حافظے اور فصاحت کا چرچہ تھا۔ بغداد میں ان کا قیام رہا اور ۲۸۳ھ میں وہیں وفات پائی۔

(۲) ابوالعباس فضل بن اسحاق بن حیان البزاز دوری محدث اور فقیہ تھے۔ ۲۴۲ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

(۳) یہ ابومحمد عبدالرحمان بن اخیہ ہیں، یہ اپنی روایات میں ثقہ ہیں، اشعار کے معانی پر ان کی ایک کتاب ہے۔

(۴) ابوعبیدہ نحویؒ کے حالاتِ زندگی کے لیے ملاحظہ فرمائیں: مراتب النحویین (ص: ۴۴۔۴۶) الفہرست (ص: ۸۹) طبقات الزبیدی (ص: ۱۷۸-۱۷۵) الإنباه (ج: ۳ ص: ۲۸۷-۲۷۶) معجم الأدباء (ج: ۱۹ ص: ۱۶۲-۱۵۴)

رباب (۱) سے، یہ قریش کے مولی تھے (اصلاً قریشی النسل نہیں تھے، بلکہ ان کے اجداد پہلے یہودی تھے جو بعد میں اسلام لائے۔) بعض لوگوں نے مزید وضاحت کی ہے کہ (قریش میں سے) بنی عبید اللہ بن معمر التیمی کے مولی تھے۔

ابو العباس کدیمی (۲) یا ابو العیناء نے فرمایا کہ ایک شخص نے ابو عبیدہؒ سے کہا: اے ابو عبیدہ! آپ لوگوں کے حالات بیان کرتے ہیں، ان کے انساب میں طعنہ زنی کرتے ہیں، میں آپ کو قسم دیتا ہوں۔ بتاؤ آپ کے والد کون تھے؟ ان کی اصل کیا تھی؟ آپ کو بتانا پڑے گا۔ ابو عبیدہؒ نے بتلایا کہ میرے والد نے دادا کے بارے میں مجھے بتلایا تھا کہ وہ یہودی تھے، ''باجُڑ وان'' (۳) نامی بستی سے ان کا تعلق تھا۔

ابو عبیدہ تیمی کی شخصیت:

ابو عبیدہؒ عربوں کے انساب اور ان کی جنگوں کا گہرا علم رکھتے تھے، عربوں کے خاص واقعات اور ان کی جنگوں پر انھوں نے کئی ساری کتابیں تصنیف کی ہیں؛ جیسے: ''مقاتلُ الفرسان'' وغیرہ۔ عربوں کے مشہور واقعات سے متعلق ان کی کتابیں مشہور ہیں۔

فن نحو میں اصمعی بڑے تھے یا ابو عبیدہ؟

ابو العباس مبردؒ فرماتے ہیں کہ ابو عبیدہؒ مختلف شعراء کے اشعار، غریب الفاظ، احوال واخبار اور انساب کا اچھا علم رکھتے تھے اور اصمعیؒ بھی انھیں کی طرح غریب الفاظ، اشعار اور معانی کے عالم تھے لیکن اصمعیؒ فن نحو میں ان سے بڑے عالم تھے۔

ابو عبیدہ اور اصمعی آپس میں ایک دوسرے پر بکثرت کیچڑ اچھالتے تھے، نیز

---

(۱) عرب کے کئی قبیلوں کا نام تیم ہے، تیم قریش تو بنو مرہ بن کعب بن لؤی تھے اور تیم رباب ابن عبد مناۃ بن أد بن طابخہ بن الیاس بن مضر ہیں۔ (حاشیہ د، ابراہیم)

(۲) ابو العباس محمد بن یونس القرشی بصری حافظ حدیث تھے، یہ امام ابو داؤد اور ان کے طبقے سے روایت کرتے تھے۔ انہوں نے سو سال سے زیادہ عمر پائی، ان کا سن وفات ۲۸۶ھ ہے۔

(۳) باجزوان جزیرۂ عرب کا ایک گاؤں ہے۔

ہر ایک دوسرے کی عیب جوئی کرتا تھا۔

توّزی نے بیان کیا کہ میں نے ابوعبیدہ سے اس شعر کی بابت پوچھا:

وأضُحَتْ رُسُومُ الدَّارِ قَفْراً كأنَّها   كِتابٌ تلاه الباهلِيُّ ابنُ أصْمَعَا

گھر کے نشانات چٹیل میدان بن گئے، (یعنی گھر گرنے کے بعد خالی زمین پر گھر کی گری ہوئی دیواریں ایسی لگ رہی ہیں جیسے خط کی سطریں ہوں اور انہیں ابن اصمع باہلی پڑھ رہا ہو۔)

ابوعبیدہ نے کہا کہ شاعر نے یہ شعر اصمعیؒ کے دادا کے بارے میں کہا تھا، وہ خراسانی کی طرح منبر پر خط کی تحریر پڑھا کرتے تھے، توّزی نے پھر اس شعر کی بابت اصمعیؒ سے سوال کیا، تو ان کا چہرہ متغیر ہو گیا، اور انہوں نے فرمایا کہ وہ حضرت عثمان غنی کا خط ہوتا تھا، جسے وہ بصرہ کے گورنر عبداللہ بن عامر (١) کے پاس بھیجا کرتے تھے، اسے میرے دادا کے علاوہ کوئی نہیں پڑھ پاتا تھا۔

ابوعبیدہ سے پوچھا گیا کہ اصمعی کہتے ہیں "کہ ایک بار میرے والد بصرہ کے گورنر "سَلَم (٢) بن قُتیبہ" کو اپنے گھوڑے پر لے جا رہے تھے......" ابوعبیدہؒ نے یہ سن کر فرمایا: سبحان الله، والحمد لله، ولا إله إلا الله، والله اكبر: المُتَشَبِّع (٣) بما لم يُؤتَ كَلَابِسِ ثَوْبَيْ زُوْرٍ (جو چیز اپنے پاس نہ ہو، اس سے شکم سیری ظاہر کرنے والا، جھوٹ کا لباس پہننے والے کی طرح ہے) نیز فرمایا: واللّٰه ما ملك أبو الأصمعيِّ قطُّ دابَّةً إلَّا فيُ ثوبه. بخدا! اصمعی کے والد کبھی سواری کے مالک نہیں رہے؛ مگر اپنے دو کپڑوں میں، یعنی وہ خود سواری تھے۔ (کیوں کہ آدمی کے دو کپڑوں میں اس کا جسم ہی رہتا ہے۔)

---

(١) عبداللہ بن عامر بن کریزؓ صحابی رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں، آپ کو حضرت عثمان بن عفانؓ نے بصرہ اور فارس کا گورنر بنایا تھا۔

(٢) مسلم بن قتیبہ باہلی بصری محدث اور فقیہ تھے۔ ١٤٩ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

(٣) یہ حدیث شریف بخاری شریف کتاب النکاح / "باب المتشبع بما لم ينل" میں مذکور ہے۔

ابوعبیدہ اور اصمعی کو ہارون الرشید کا طلب کرنا:

ابوعبیدہؒ اور اصمعیؒ کو ہارون رشیدؒ نے طلب کیا۔ پھر ان دونوں میں سے اصمعیؒ کو اپنی ہم نشینی کے لیے منتخب کیا؛ اس لیے کہ وہ تہذیب وتربیت وغیرہ کے لحاظ سے ابوعبیدہؒ کے بالمقابل بہتر تھے اور شاہوں کی ہم نشینی کے لیے زیادہ موزوں تھے۔

ابوالعباس محمد بن یزید المبردؒ سے اس روایت کو خود ابوعبیدہ نے اس طرح بیان کیا کہ مجھے اور اصمعیؒ کو ہارون رشیدؒ نے بلایا تو دوپہر کا کھانا ہم نے فضل بن یحیی (۱) کے پاس کھایا، بخدا انھوں نے ہمیں ایسا کھانا کھلایا جس کے بارے میں میں نے کبھی سنا بھی نہیں تھا، اصمعیؒ کے سامنے (مچھلی کی ایک عمدہ قسم) 'کَنْعَد' نامی مچھلی تھی تیز تیج پات وغیرہ کا اچار تھا، فضل بن یحیی نے مجھ سے کہا: ابوعبیدہ! یہ کھاؤ، یہ عمدہ اچار ہے، ابوعبیدہ کہتے ہیں کہ بخدا! میں بصرہ کا مخ اور کنعد نامی دو کھانوں کی وجہ سے چھوڑ کر آیا ہوں۔ یعنی مجھے اس قدر تعیش اور تلذذ پسند نہیں ہے۔

لفظ "محجوم" کے تین معنی:

تَوَزِّی کہتے ہیں کہ میں نے ابن داب (۲) سے سنا ہے: فخرج حمزة رضي الله عنه كَأَنَّه جملٌ "محجُوم" (حضرت حمزہؓ نکلتے وقت چھینکا لگا ہوا اونٹ محسوس ہورہے تھے۔) (یعنی آپ قوی الجثہ اور تنومند تھے؛ چوں کہ عموماً فربہ اور تندرست جانور کو چھینکا لگا دیتے ہیں، اس لیے حضرت حمزہؓ کو موٹے تازے اونٹ سے تشبیہ دی۔) ابن داب نے لفظ استعمال کیا تھا: "كَأَنَّه جمل محجوم." اس پر ایک شخص نے چلاّتے ہوئے پوچھا: ابوالولید! "محجوم" کے معنی کیا ہیں؟ ابوالولید

---

(۱) یہ ہارون الرشید کے وزیر فضل بن یحیی برمکی ہیں، ۱۹۲ھ میں قید خانے میں وفات پائی۔ حاشیۂ د۔ ابراہیم ص: ۸۲ بحوالۂ العبر للذهبی (ج: ۱ ص: ۳۰۹) الأعلام للزرکلی (ج: ۵ ص: ۱۵۲-۱۵۱)

(۲) ابوالولید عیسی بن یزید بن بکر بن دأب حجازی عالم، شاعر، نسّاب اور اخباری ہیں۔ ۱۷۱ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

نے جواب دیا: مجوم کھُٹ کھنے کو کہتے ہیں، ابوعبیدہؒ کہتے ہیں کہ پھر میں نے سر اٹھا کر ابوالولید سے کہا: مجوم کے تین معنی ہیں، لیکن آپ نے سید الشہداء حضرت حمزہؓ کے لیے ان میں سے سب سے خراب معنی کا انتخاب کیا ہے۔ (یہ بہت غلط بات ہے۔)

لفظ محجوم کی تشریح:

ابوالعباس مبردؒ فرماتے ہیں کہ شئ کا حجم وہ ہوتا ہے جسے چھوا جاتا ہے، جب کوئی تھیلی کو چھوئے تو کہا جاتا ہے: رَأَيْتُ حَجْمَ صُرَّتِهِ فَعَلِمْتُ مافيها (میں نے اس تھیلی کو ٹٹولا، تو اندر کی چیز معلوم کرلی۔)

ابوالعباس مبردؒ مجوم کے تین معانی کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ (۱) جسم اور گوشت پر اس کا اطلاق ہوتا ہے، چناں چہ موٹے اونٹ کو جَمل محجوم کہتے ہیں، (۲) حجامہ کے آلہ کا منہ میں ہونا، جس کی وجہ سے حجام بول نہیں پاتا، (۳) مجوم کنکھنا بھی کہلاتا ہے۔

ابوغسّان (۱) دماذ اور توزِّیؒ کا شمار ابوعبیدہؒ کے خصوصی شاگردوں میں ہوتا ہے، یہ حضرات (اسی خصوصیت کی بنا پر) ابوعبیدہ ہی کی طرف اپنی نسبت کرتے ہیں۔

ابوعبیدہ کی وفات ۲۰۸ھ میں ہوئی اور ایک قول کے مطابق ۲۰۹ھ میں ہوئی۔

واللہ اعلم واُحکم!

بصرہ کا دوسرا نحوی مدرسہ

امام خلیل، امام سیبویہ، ابوزید انصاری اور معمر بن مثنی تیمی وغیرہ کے طبقے کے بعد ابوعُمر الجرمی اور ابوعثمان مازنی کا نمبر آتا ہے، یہ حضرات اپنے زمانے میں فن نحو کے امام تھے، ان کے دور میں: توزِّیؒ، زیادیؒ، ریاشیؒ اور ابوحاتمؒ جیسے نحات تھے۔

(۱) ابوغسان رفیع بن سلمہ ابوعبیدہ کے کاتب تھے۔ ابوعبیدہ سے روایت کرنے والوں میں سب سے زیادہ ثقہ ہیں۔

ابوعمر جَرْمی کے حالاتِ زندگی م۲۲۵ ھ(۱)

نام ونسب:

ابوعمر کا نام، صالح بن اسحاق ہے، یہ یمنی قبیلہ جَرْم بن ربّان کے مولی ہیں؛ لیکن ابوالعباس محمد بن یزید فرماتے ہیں کہ ابوعمر؛ بجیلہ بن انمار بن اراش ابن الغوث کے مولی ہیں، وہ مزید کہتے ہیں ابوعمر جرمی استخراجِ مسائل اور حقائق کی تہ تک پہنچنے میں مازنی کے بالمقابل زیادہ ماہر تھے، جب کہ مازنی کی طبیعت میں ان کے بالمقابل تھوڑی شدت تھی۔

ابوعمرؒ کا حصولِ تعلیم:

ابوعمرؒ نے فنِ نحو امام اخفشؒ وغیرہ سے حاصل کیا ہے چناں چہ سیبویہؒ کی **"الکتاب"** بھی انہیں سے پڑھی ہے، یونس بن حبیب سے بھی ان کا لقاء ثابت ہے، البتہ خود امام سیبویہؒ سے ان کا لقاء ثابت نہیں ہے، ابوعمرؒ نے علم لغت ابوعبیدہؒ، ابوزید نحویؒ، امام اصمعیؒ اور ان کے طبقے کے علماء سے حاصل کیا ہے، ابوعمرؒ جرمی متدین، پرہیزگار اور ملنسار انسان تھے۔

ابوعمر سے منقول روایتیں:

درج ذیل روایت کی سند میں ابوعمر جرمی بھی ہیں؛ اس لیے مصنف، امام زہری کی یہ روایت نقل کررہے ہیں:

امام زہری فرمان باری تعالیٰ: "**وما علّمناه الشّعر وما ينبغي له**" (یس: ٦٩) کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں: نبی ﷺ کو ہم نے شعر گوئی نہیں سکھائی۔ اور نہ ہی یہ مناسب ہے کہ آپ ﷺ ہماری طرف سے لوگوں کو شعر پہنچائیں۔

امام زہریؒ کے بقول آپ (ﷺ) کہے ہوئے اشعار ہی پڑھتے تھے۔ خود

---

(۱) ابوعمر الجرمی کے حالاتِ زندگی کے لیے درج ذیل کتابیں ملاحظہ فرمائیں: مراتب النحويين (ص:۷۷-۷۵) الفهرست (ص:۸۴) طبقات الزبيدی (ص:۷۵-۷۴) الإنباه (ج:۲ ص:۸۳-۸۰) معجم الأدباء (ج:۱۲ ص:۵-٦)

نہیں کہتے تھے۔

ابوعمر صالح بن اسحاق جرمی نحوی کہتے ہیں کہ میں نے کبھی عبدالوارثؒ (بن سعید تمیمی) سے زیادہ فصیح کوئی فقیہ نہیں دیکھا، لیکن حمادؒ بن سلمہ ان سے بھی زیادہ فصیح تھے۔

ابوعمر نے مزید فرمایا کہ میں نے یونس نحویؒ کو مسجد میں ایک حلقے کے پاس سے گزرتے دیکھا، ایک شخص نے کھڑے ہوکر ان سے اللہ جل شانہ وعم نوالہ کے ارشاد: ''وأنّى لهم التّناوش من مكان بعيد'' (سبا: ۵۲) کی بابت سوال کیا؛ ابوعمر فرماتے ہیں کہ یونس نحوی نے ہاتھ سے اشارہ کرکے بتایا کہ ''تناوش'' کے معنی تناول ہیں؛ اور استشہاداً یہ شعر پڑھا:

وَهْيَ تَنُوش الْحوضَ نَوشاً مِنْ عَلا
نَوْشاً بِهِ تَقْطَعُ أجْوازَ الْفَلا

وہ اونٹنی حوض کی اوپری جانب سے اتنا پانی پینا چاہتی ہے جس سے ویران جنگلوں کی خلیج کو قطع کرسکے۔

ابوعثمان المازنی کے حالات زندگی م۲۴۹ھ (۱)

ابوعثمان مازنی کے علم پر لوگوں کا اعتماد:

ابوعثمانؒ مازنی کو ایک مرتبہ عباسی خلیفہ واثق باللہ (۲) نے طلب کیا تھا، جس کا

---

(۱) امام ابوعثمان مازنیؒ کے احوال کے لیے ملاحظہ فرمائیں: مراتب النحويين (ص:۷۷-۸۰) الفهرست (ص:۸۴-۸۵) طبقات الزبيدی (ص:۹۳-۸۷) الإنباه (ج:۱ص: ۲۵۶-۲۴۶) معجم الأدباء (ج:۷ص:۱۲۸-۱۰۷)

امام ابوعثمانؒ کا نام بکر بن محمد ہے، ان کا تعلق بنی مازن بن شیبان بن ذُہل بن ثعلبہ بن عکابہ بن صعب بن علی بن بکر بن وائل سے ہے۔

(۲) خلیفہ ابوجعفر یا ابوالقاسم ہارون بن معتصم بن رشید، واثق باللہ سے مشہور تھے۔ پانچ سال چند مہینے خلیفہ رہے، یہ ادیب اور شاعر بھی تھے۔ ۲۳۲ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔

سبب یہ تھا کہ ایک باندی نے درج ذیل شعر گاتے وقت ''رجلا'' کو منصوب پڑھا:

أَ ظُـلَيـمُ إِنَّ مُـصَـابَـكُـمْ رَجُلاً　　أَهْـدَى السَّـلامَ تَـحِيَّةً ظُلْمُ (۱)

اے ظالم! جس شخص نے ہدیۂ سلام پیش کیا ہے تمھارا اس کو ستانا ظلم ہے۔

لوگوں نے ''رجلا'' کو منصوب پڑھنے سے منع کیا، کیوں کہ ان کا خیال تھا کہ ''رجلا'' إِنّ کی خبر ہے۔ جب کہ وہ مصدر ''مُـصَـابَـكُـم'' کا مفعول ہے اور ''مُصَابَكُم'' ''اِصابتكم'' کے معنی میں ہے اور إِنَّ کی خبر ''ظلم'' ہے، باندی نے کہا کہ میں تمھاری بات نہیں مانوں گی، یا یوں کہا کہ میں شعر میں ترمیم نہیں کروں گی؛ اس لیے کہ میں نے بصرہ کے سب سے بڑے عالم ابو عثمانؒ المازنی کو اسی طرح پڑھتے ہوئے سنا ہے؛ چناں چہ مازنیؒ کو حاضر کرنے کا حکم دیا گیا۔ (مازنی آئے تو انہوں نے رجلًا کو مفتوح پڑھا)

پھر توزی واثق کے محل میں بلائے گئے اور ان سے مذکورہ شعر پڑھا یا گیا تو انہوں نے بھی إِنَّ مُـصَـابَـكُـمْ رَجُلٌ (بضم اللام) پڑھا، ان کا خیال تھا کہ ''مصابكم'' اسم مفعول ہے اور اِنَّ کا اسم ہے، اور ''رجلٌ'' إِن کی خبر ہے۔

مازنیؒ نے توزی سے پوچھا کہ پھر آپ إِنَّ ضربك زَيداً ظلمٌ کیوں کہتے ہیں؟ توزِّیؒ نے فرمایا کہ میرے لیے اتنا اشارہ کافی ہے، میں آپ کی منشاء سمجھ گیا۔

امام مازنی کی امیر المؤمنین کے دربار میں حاضری:

ابو العباسؒ محمد بن یزید سے مازنیؒ نے بیان کیا کہ میں غارِ ''سُرَّ من رأى'' آتے وقت امیر المؤمنین کے پاس آیا، انہوں نے مجھ سے فرمایا: مازنی! اپنے پیچھے کسے چھوڑ کر آئے ہو؟ میں نے جواب دیا: امیر المومنین! میری ایک پیاری بہن ہے جو مجھ سے چھوٹی ہے، میں اسے اولاد کی طرح رکھتا ہوں، امیر المومنین نے پوچھا کہ آپ

(۱) یہ شعر حارث بن خالد بن عاص بن ہشام مخزومی کا ہے۔ جو شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ شریف النفس انسان تھے، یزید بن معاویہؓ نے انھیں مکہ کا گورنر بنایا تھا۔

کی روانگی کے وقت اس نے کیا کہا تھا؟ میں نے کہا کہ وہ میرے ارد گرد گھومی اور روتے ہوئے کہنے لگی: بھائی! میں آپ سے وہی کہتی ہوں، جو اعشی کی لڑکی نے اپنے باپ سے کہا تھا:

تَقُولُ ابنَتي حينَ جَدَّ الرَّحيلُ أَرانَا سَواءً وَمَنْ قَدْ يَتِمْ

أَبانَا فَلا رِمْتَ مِنْ عِنْدِنا فَإِنَّا بِخَيرٍ إِذَا لَمْ تَرِمْ

نَرَانَا إِذَا أَضْمَرَتْکَ الْبِلا دُنُجْفَى وَيُقْطَعُ منَّا الرَّحِمْ

روانگی کے وقت میری لڑکی کہنے لگی کہ ابا جان! میرے نزدیک ہم دونوں برابر ہیں (یعنی ہم دونوں ایک جان دو قالب کے مانند ہیں، لہٰذا ہم میں سے) کوئی الگ نہیں رہ سکتا۔

ابا جان! آپ ہمیں چھوڑ کر نہ جایئے، آپ نہیں جائیں گے تو ہم خیر و عافیت سے رہیں گے۔

ہمارا خیال ہے کہ آپ کے دور جانے سے ہم بے تعلق ہو جائیں گے، اور رشتہ ناطہ ٹوٹ جائے گا۔

امیر المومنین نے مجھ سے پوچھا کہ پھر تم نے ان سے کیا کہا؟ مازنی نے کہا کہ میں یہ کہہ آیا ہوں کہ بہن! میں بھی تم سے وہی کہتا ہوں جو جریر نے اپنی لڑکی سے کہا تھا:

ثِقي بِاللّٰه لَيسَ لَهُ شَرِيكٌ وَمِنْ عِنْدِ الْخَلِيفَةِ بِالنَّجَاحِ

بیٹی! تو اللہ پر بھروسہ رکھ جس کا کوئی شریک نہیں ہے اور خلیفہ کی جانب سے مراد برآری کی امید رکھ۔

امیر المومنین نے کہا: لا جرم؛ إِنَّها ستنجح (یقیناً وہ عنقریب کامیاب ہوگی۔ یہ کہہ کر) میرے لیے تیس ہزار درہم عطیے کا حکم دیا۔

خلیفہ سے امام مازنی کی ایک اور ملاقات:

ایک دوسری روایت میں یہ ہے کہ مازنی امیر المومنین کے پاس آئے، امیر المومنین نے ان سے فرمایا: باسمک؟ یعنی ما اسمک؟ (آپ کا نام کیا ہے؟) مازنی کہتے ہیں کہ امیر المومنین یہ بتلانا چاہ رہے تھے کہ تمھاری زبان میں میم کو باء سے بدلا جاتا ہے، اور مجھے اس کا علم ہے، میں نے جواب دیا کہ بکر بن محمد المازنی، امیر نے پوچھا کہ مازنِ شیبان یا مازنِ تمیم؟ میں نے جواب دیا کہ مازن شیبان! خلیفہ نے فرمایا کہ کہیے کیا کہنا ہے؟ میں نے کہا کہ امیر المومنین! میں آپ کے رعب کی وجہ سے گفتگو نہیں کر پا رہا ہوں؛ حالاں کہ راجز نے یہ شعر کہا ہے: (یعنی میں یہ شعر سنانا چاہتا ہوں۔)

لا تَقْلُوَاهَا وَادْلُوَاهَا دَلْوَا   إِنَّ مَعَ الْيَوْمِ أَخَاه غَدُوَا

تم سواری کو ہنکاتے وقت سختی سے کام مت لو، سواری کو نرمی سے چلاؤ، کیوں کہ بلاشبہ اسے آج کے ساتھ کل بھی چلنا ہے۔

خلیفہ نے فرمایا کہ ہمیں اس کا مطلب بتاؤ، میں نے کہا کہ لا تَقْلُوَاهَا کے معنی ہیں: لَا تُعَنِّفَاهَا فِيْ السَّيْرِ (سواری کو ہنکانے میں سختی مت کرو۔) اس لیے کہ جب کوئی سواری کو چلاتے وقت سختی کرتا ہے تو "قلوته" کہا جاتا ہے، اور "دلوته" اس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی سواری کو نرمی سے چلائے۔

ابوعبیدہ نحویؒ کے شاگرد ابوغسان دَمَّاذؒ نے فنِ نحو میں "واؤ" اور "فا" کے بیان تک پڑھا اور امام خلیلؒ اور ان کے تلامذہ کے اشعار کا یہ ٹکڑا پڑھا؛ جسے ابوغسان دماذ سمجھ نہیں پائے:

أَنَّ مابعدها ينتَصِبُ بإضمار أَن

(اس واقعے کی تفصیل اس طرح ہے کہ) عبداللہ بن حیان نحوی نے بیان کیا

کہ دماذ نے مازنی کو یہ اشعار لکھے:

فَكَّرتُ فِيْ النَّحوِ حتَّى مَلِلْتُ　　وَأتْعَبْتُ نفْسي لَهُ والْبَدَنْ
وَأَتْعَبْتُ بَكْراً وَأَصْحَابَهُ　　بِطُوْلِ الْمَسَائِلِ فِيْ كلِّ فنْ
فَكُنْتُ بِظَاهِرِهِ عَالِماً　　وَكُنْتُ بِبَاطِنِهِ ذَا فطَنْ
خَلا أَنَّ بَابًا عَلَيْهِ الْعَفَا　　ءُ لِلْفَاءِ يَا لَيْتَهُ لَمْ يَكُنْ
وَلِلْوَاوِ بَابٌ إِلَى جَنْبِهِ　　مِنَ الْمقْتِ أَحْسبُهُ قَدْ لُعِنْ
إذَا قُلْتُ هَاتُوا: لِمَاذَا يُقَا　　لُ لَسْتُ بِآتِيكَ أَوْ تَأْتِيَنْ
أَجِيْبُوا لِمَا قِيْلَ هذا كذا　　عَلَى النَّصْبِ؟ قالوا: لإِضْمارِ أَنْ
فَقَدْ كِدْتُ يا بكْرُ مِنْ طُوْلِ مَا　　أُفَكِّرُ فِي بَابِهِ أنْ أُجَنْ

میں علم نحو میں غور وفکر کرتے کرتے اکتا گیا، فن نحو کی خاطر میں نے اپنا وجود کھپا دیا۔

فن نحو کی تمام اصناف میں، مسائل کی تفصیل کر، کر کے میں نے بکر اور اس کے ساتھیوں کو تھکا دیا۔ یعنی عام طور پر جو زید عمر اور بکر وغیرہ کی مثال پیش کی جاتی ہے، اسی کی طرف اشارہ ہے۔

جس کی بناء پر میں فن نحو کے نشیب وفراز سے خوب واقف ہو گیا۔

مگر ''فاء کے بیان'' کا ناس ہو، وہ رہ گیا، اے کاش وہ نہ ہوتا۔

ہاں ''فاء'' کے ساتھ ''واؤ'' بھی رہ گیا ہے، مجھے اس سے بھی عداوت ہے، میں تو سمجھتا ہوں کہ اس پر لعنت بھیجنی چاہیے۔

لَسْتُ بِآتِيكَ أَوْ تَأْتِيَنْ کے بارے میں جب میں نے پوچھا کہ ''تأتین'' منصوب کیوں ہے؟ اس کا جواب دو! تو نحات نے جواب دیا کہ ''تأتین'' سے پہلے ''اَن'' مقدر ہے، (اس لیے منصوب ہے۔)

بکر! میرا خیال ہے کہ ''واؤ اور فاء کے بیان'' کے بارے میں سوچتے

سوچتے میں دیوانہ ہوجاؤں گا۔

(یہاں "تأتین" کی اصل "تأتینی" ہے، وزن شعری کی وجہ سے یائے متکلم گرگئی اور نون وقایہ ساکن ہوگیا۔ "تأتین" سے پہلے أو، إلا کے معنی میں ہے، اصل عبارت یوں ہے: لَستُ بِآتیکَ اِلّا أن تأتِینِي.)

ایک مقولہ:

ابوعثمان مازنیؒ بڑے عالم ہونے کے ساتھ ساتھ کثیر الروایہ عالم تھے۔

مازنی عن عتبی، عن ابیہ نقل کرتے ہیں کہ عتبی کے والد احنف بن قیس کا یہ قول نقل کرتے تھے: الکامل من عُدَّتْ سَقَطاتُهُ (جس کی لغزشوں کو شمار کیا جائے، وہ کامل ہوجاتا ہے۔)

موت کے وقت ایک عورت کی وصیت:

امام مازنی، ابوالحسن (۱) مدائینی سے روایت کرتے ہیں کہ موت کے وقت بنی نمیر کی ایک عورت سے کہا گیا: أوصي بثلثک؛ فإنّ ذاکِ لکِ (اپنے تہائی مال کی وصیت کردے؛ اس لیے کہ تہائی مال (اب بھی) تمھارا ہے، اس عورت نے پوچھا کہ میں کیا وصیت کروں؟ میں کچھ وصیت نہیں کرتی؛ اس سے کہا گیا کہ اس مال کے ذریعے اللہ کا تقرب حاصل کرلے، اس عورت نے پوچھا کہ درج ذیل شعر کس کا ہے؟

لَعَمْرُکَ ما رِماحُ بنِي نُمَيْرٍ بِطَائِشَةِ الصُّدورِ ولا قِصَارِ

تیری زندگی کی قسم! بنی نمیر کے نیزے نہ تو نشانہ چوکتے ہیں، نہ کوتاہ ہیں۔

لوگوں نے بتایا کہ یہ شعر اموی شاعر (۲) زیاد اعجم کا ہے۔ کہنے لگی کہ وہ کس قبیلے کا تھا؟ لوگوں نے بتایا کہ عبد قیس سے تھا، اس عورت نے کہا کہ تب میرا تہائی مال عبد قیس کے لیے ہے۔

(۱) ابوالحسن علی بن محمد بن عبداللہ بن ابی سیف مدائینی ادیب اور اخباری ہیں۔ ان کی بہت سی تصانیف ہیں۔ ۲۲۴ھ میں بغداد میں ان کا انتقال ہوا۔

(۲) زیاد بن سلمی، یا زیاد بن جابر بن عمرو بن عامر۔ زبان میں لکنت ہونے کی بناء پر زیاد اعجم سے مشہور ہوئے، عہد اموی کے شاعر۔ ۱۰۱ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

حضرت حسن بصریؒ کا واقعہ:

امام مازنی، اصمعی سے روایت کرتے ہیں کہ عیسی بن عمر نے فرمایا کہ ہم لوگ حسن(۱) بصریؒ کے ساتھ تھے، ہمارے ساتھ عبداللہؓ بن ابی اسحاق بھی تھے، حسنؒ بصری نے فرمایا: (حادثوا هذه النّفوس؛ فإنّها طُلَعَةٌ......) تم لوگ اپنے نفس کو (ذکر و عبادت سے) روشن رکھا کرو؛ اس لیے کہ نفس خواہشات پر چلتا ہے، انھیں چھوڑ ومت، کہیں وہ تمھیں شر کی انتہاء تک نہ پہنچادیں، راوی کہتے ہیں کہ عبداللہؓ بن ابی اسحاق نے اپنی تختیاں نکال کر اس بات کو لکھا اور فرمایا: ابوسعید! ہمیں آپ سے لفظ "طُلَعَة" کے معنی معلوم ہو گئے۔ (۲)

امام مازنی سے ابوزید نے بیان کیا کہ حسن بصری سے پوچھا گیا: یا أبا سعید ! أيُدالكُ الرجل امرأته؟ اے ابوسعید! کیا آدمی کو اپنی بیوی سے بھی ٹال مٹول کرنے کی گنجائش ہے؟ فرمایا: لابأس إذا كان مُلْفَجًا جب کوئی شخص مفلس ہو جائے، تو بیوی سے ٹال مٹول کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

رؤبہ بن عجاج کے تفسیر اقوال:

امام مازنی سے رؤبہ(۳) بن عجاج کا یہ قول منقول ہے:

"ما في القرآنِ أغربُ من قوله تعالیٰ: فاصْدَعْ بمَا تُؤْمَر" (قرآن کریم میں فرمان باری تعالی "فاصدع بما تؤمر" سے زیادہ غرابت والا کوئی لفظ نہیں ہے)۔

امام مازنی سے ابوزید نے بیان فرمایا کہ میں نے رؤبہؒ کو آیت "فأمّا

---

(۱) حضرت حسن بصریؒ اپنے دور کے نامور محدث، مفسر اور عالمِ دین ہیں۔ ان کا نام: ابوسعید حسن بن ابوالحسن بصری ہے۔ یہ امام، عابد، فصیح، عالم اور حجۃ اللہ فی الارض ہیں۔ ۱۱۰ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

(۲) مذکورہ گفتگو الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ کئی جگہ مذکور ہے۔

(۳) ابوالجحاف رؤبہ بن عجاج کا تعلق بنی مالک بن سعد بن زید مناۃ بن تمیم سے ہے۔ یہ فصیح و بلیغ راجز تھے۔ ۱۴۵ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

الزَّبدُ فَیَذھب جُفاءً" میں "جفاءً" کے بہ جائے "جفالا" پڑھتے ہوئے سنا، ابوزیدؒ نے کہا کہ یہ "جفاء" ہے، تو رؤبہ کہنے لگے کہ نہیں! یہ "جُفاء نہیں ہے، کیوں کہ إِنَّما تَجْفَلُه الرِّیحُ أي: تَقلعُهُ استعمال ہوتا ہے (جھاگ کو ہوا بہا لے جاتی ہے، اور یہاں یہی معنی مراد ہے) اس لیے "جُفالاً" (۱) ہونا چاہیے۔

امام مازنی سے منقول چند روایتیں:

امام مازنی، عیسی بن عمرؒ کا درج ذیل شعر نقل کرتے ہیں:

حُیِّیْتَ عَنَّا أَیُّھا الْوَجْهُ وَلِغَیْرِکَ الْبُغْضَاءُ وَالنَّجْهُ

اے قوم کے سردار! ہم آپ کو زندہ رہنے کی دعا دیتے ہیں اور آپ کے غیروں کے لیے عداوت اور بدترین سلوک ہے۔

امام مازنی سے منقول ہے کہ سعید بن مسلم نے ابوزید کلابی سے کہا کہ ھَلُمَّ أُنَاضِلکَ (آیئے! میں آپ سے دو، دو ہاتھ کرلوں) ابوزیاد نے جواباً یہ شعر پڑھا:

لاعھد لِيْ بِتَنضَالِ کَفَّايَ کالشَّنِّ البَالِيْ

میرا مقابلہ آرائی سے کوئی تعلق نہیں ہے، میری ہتھیلیاں پرانے مشکیزے کی

---

(۱) زبد، جفاء اور جُفال تینوں تقریباً ہم معنی ہیں۔ جَفَاءُ القدر: ہانڈی کے جھاگ نکالنا۔ جفل کے معنی بھی پھینکنے کے آتے ہیں۔ رؤبہ بن عجاج کی زبان میں جفأ القدر اور جفأ السیل استعمال نہیں ہوتا، جفل استعمال ہوتا ہے؛ اس لیے وہ مذکورہ آیت میں جُفالا پڑھتے تھے۔ لیکن ان کی یہ قراءت غیر مقبول ہے، حضرت ابوحاتمؒ سے مروی ہے کہ وہ رؤبہ کی قراءت نہیں پڑھتے تھے؛ لأنَّهٗ کان یأکل الفار، بمعنی أنَّهٗ کان أعرابیا جافیا۔ اور ابوحاتم سے (جو بڑے قاری ہیں) یہ بھی مروی ہے کہ قرآن کریم میں بدوؤں کی قراءات معتبر نہیں ہیں۔ (مع حاشیۂ د۔ ابراہیم ۹۱)

(۲) احمد بن عبداللہ السدوسی کی وفات ۲۵۲ھ میں ہوئی۔

(۳) یہ یزید بن عبداللہ بن الحر بدوی اعرابی تھے۔ خلیفہ مہدی کے زمانے میں دیہات سے بغداد آکر مقیم ہوگئے اور اپنی وفات تک ۴۰/سال وہیں رہے، یہ فصیح شاعر اور لغوی تھے، انہوں نے اپنے پیچھے کئی ساری تصانیف چھوڑیں، ان میں سے مشہور ترین "نوادر" ہے۔

طرح ہیں۔یعنی میرے اندر زیادہ دم خم نہیں ہے۔

كفِّي كالشَّنِّ البَالِي (میری ہتھیلی پرانے مشکیزے کی طرح ہے۔) یہ ایک تعبیر ہے جسے ایک بار امام مازنی نے بھی استعمال فرمایا تھا۔

شبیب بن شیبہ اور ایک دیہاتی کا واقعہ:

ابومزاحمؒ سے اسی سند سے ابوعثمانؒ مازنی نے نقل کیا کہ بنوذہل بن ثعلبہ کے ایک شخص عثمان بن ثُرُمَدَہ فرماتے ہیں کہ میں شبیب بن شیبہ(۱) کے پاس گیا تھا، وہاں ایک دیہاتی تھا، شبیب اسے اس کے خاندان کی کسی عورت سے نکاح کے خطبے میں درازنفسی سے کام لے رہے تھے۔جب کہ دیہاتی کو پیش آمدہ ایک ضرورت کھینچے جارہی تھی، دیہاتی کو اس کے فوت ہونے کا اندیشہ تھا؛ اس لیے اس نے شبیب بن شیبہ سے معترضانہ انداز میں کہا: اے شخص! جو بک بک کرتا ہے اور زیادہ بولتا ہے، اسے گفتگو کا حق نہیں ہے، مختصر اور درست گو لوگوں کو گفتگو کا حق ہے اور میں مختصر گفتگو کرتا ہوں، پھر اس دیہاتی نے مندرجۂ ذیل مختصر خطبہ پڑھا:

الحمد لله ربِّ العالمين، وصلَّى الله على محمّد سيّد المرسلين، وخاتم النَّبِيّين.

أمَّا بعد! فقد أدليتَ بقَرابَةٍ، وذكرتَ حقاً، وعَظَمْتَ مرعيًّا،فقولك مسموع، وحبلك موصول، وبذُلك مقبول، وقد زَوَّجنا صاحبَك على اسم الله.

تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں، جو سارے جہانوں کا پالن ہار ہے اور درود نازل ہو رسولوں کے سردار خاتم النبیین محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر۔

حمد وصلاۃ کے بعد عرض یہ ہے کہ تم نے بطور سفارش رشتے داری کا واسطہ دیا،

(۱) شبیب بن شیبہ فصیح وبلیغ ادیب اور اخباری تھے، حضرت حسن بصریؒ اور ابن سیرینؒ سے روایت کرتے تھے۔۱۶۱ھ کے قریب ان کی وفات ہوئی۔

ایک حق کا ذکر کیا اور چراگاہ کو عظیم سمجھا؛ چناں چہ تمہاری بات سن لی گئی، آپ کی رسی جوڑ دی گئی، تمہاری کوشش رنگ لے آئی، ہم نے اللہ کا نام لے کر آپ کے ساتھی سے آپ کا رشتہ کر دیا۔

مازنی کا ایک شعر کی تصحیح کرنا:

ابوعثمان مازنیؒ فرماتے ہیں کہ ہم سے اصمعیؒ نے درج ذیل شعر کے بارے میں پوچھا:

يَـا بِـئْـرُ يَا بِئْرَ بَنِيْ عَـدِيٍّ لَيُـمْـخَـضَـنُ جَـوُفُـكِ بِالدِّلِيِّ
حَتَّـى تَـعُـوُدِيْ أقْـطـعَ الـوَلِـيِّ

اے کنوے! اے بنی عدی کے کنویں! تیرا اندرون ڈول ڈالنے کی وجہ سے ہلتا رہتا ہے؛ یہاں تک کہ کھینچے ہوئے پانی کو کنویں میں موجود پانی سے بے تعلق کر کے لوٹتا ہے۔ یعنی کنویں کے پانی کو نکالے ہوئے پانی سے الگ کر دیتا ہے۔

مازنیؒ فرماتے ہیں: میں نے کہا: قائل کو "تعودي" کے ساتھ "أقطع" کے بجائے "قطعاء الوليّ" مؤنث استعمال کرنا چاہیے تھا۔

امام مازنی کی شان میں عبدالصمد بن معذل کا ہجائیہ کلام:

امام مازنیؒ نے عبدالصمد بن معذّل کی کسی بات کی تردید کی، یا ان کے بارے میں کوئی (ناگوار) بات کہہ دی، جس سے عبدالصمد کو ٹھیس پہنچی؛ چناں چہ عبدالصمد نے امام مازنیؒ کی شان میں بڑے فحش انداز میں درج ذیل ہجائیہ کلام کہا:

بِـنْـتُ ثَـمَـانِيْـنَ بِـفِيْـهَـا لَثَـغَـهْ شَـوْهَـاءُ وَرْهاءُ كَطِيْنِ الرَّدغَهْ
مَـمشُوْطَةٌ لِمَّتُهَـا الـمُثَـمَّـغَـهْ مَـلُوِيَّةٌ أصْبَـاغُهَـا الـمُصَـمَّـغَـهْ
مَـخُـضُـوُبَـةٌ فِـي قُـمُصٍ مُصَبَّغَهْ مِثْلَبَةٌ لِـلـصَّـاحِـبِ مِـنْـزَغَـهْ
فِيُهَـا يُـعَـافُ الْـخَـفِرَاتُ مِيلَغَـهْ مِـلُسبَةٌ بِـالـنَّـاقِرَاتِ مِلدَغَـهْ

أعــارَهــا الـغُـصُـوْنَ مـنه الوَزَغَهْ　　　والـظَّـرِبــانُ كَشْحَـهُ وَأرُفُغَـهْ
والدِّيُکُ أحُذَی الجِيدَ منها النُّغُنُغهْ　　　ألُقَتُ حُلَيُساً لِيُ وألُقَتُ مَرُدَغَهْ
وَهَـامَسَـتُـنِـيُ بِـحَـديـثٍ فَغُفَغَـهْ　　　وَحَـلِفٍ مـنهـا وإفُکٍ مَـغُمَغَهْ
إنَّکَ إنُ ذُقُتَ حَـمِدتَ المُضَغَهْ　　　فَـقُلُتُ مَا هَاجَکِ؟ قَالَتُ دَغُدَغَهْ
فَـقُلُتُ مَنُ أَنُتِ؟ فَقَالَتُ لِي دُغَهْ　　　وابُـنِي أبو عُثُمانَ ذُوُ عِلُمِ اللُّغهْ
فَـاطُـوِ حَـدِيُثِي دُوُنَـهُ أنُ يَبُلُغَـهْ　　　هَـمَـمُـتُ أَعُـلُو رأسَها فأدُمغَهْ

وہ اسی سالہ عورت ہے جس کی زبان میں لکنت ہے بے ڈھنگی اور مٹی کی طرح بدشکل ہے۔

اس کے مہندی لگے بال کانوں سے لمبے ہیں، اس کے گوند سے چپکے بال لپٹے پڑے ہیں۔

وہ رنگ برنگے کرتوں سے رنگین ہے، وہ معیوب عورت اپنے ساتھی کو برائی پر آمادہ کرتی ہے۔

وہ بے عزتی کرتی ہے، اس سے باحیاء عورت نفرت کرتی ہے، وہ طعن وتشنیع کے نشتر لگانے والی ہے۔

اس کے چہرے کی شکن چھپکلی کی کھال کی طرح ہیں، اس کی کوکھ گوہ کی سی ہے، (کوکھ چھوٹی ہے جو عورتوں میں پسندیدہ نہیں مانی جاتی۔) اس کے جسم پر گوہ کی طرح میل کچیل جما رہتا ہے۔

(آگے شاعر یہ ظاہر کرنا چاہ رہا ہے کہ میرا ابوعثمان مازنی کی والدہ سے غلط تعلق قائم ہے۔)

اس کی گردن مرغے کی سی ہے، اس کے حلق کا گوشت لٹکا ہوا ہے، میرے لیے اس نے ایک ٹاٹ بچھایا اور میرے لیے اپنے سینے کا حصہ بڑھا دیا۔

وہ مجھ سے گھل مل کر سرگوشی کرنے لگی، وہ مجھ سے عہد لے کر گڈ مڈ باتیں

کرنے لگی۔

اگر تو اسے چباتا تو اچھی طرح چباتا۔ میں نے اس سے پوچھا: کیوں پریشان ہو چلی ہے؟ کہنے لگی: گدگدی ہو رہی ہے۔

میں نے پوچھا: تیرا نام کیا ہے؟ کہنے لگی: میرا نام ''دُغہ'' ہے اور میرا لڑکا ابوعثمان مازنیؒ زبان وادب میں ماہر ہے۔

میرے لڑکے سے میری بات چھپا کر رکھنا۔ (شاعر کہتا ہے کہ) میں نے سوچا کہ اس کا سر اٹھا کر اس کا بھیجا کچل دوں۔)

ابوعثمان مازنیؒ کو اس واقعے کی خبر ہوئی تو فرمایا: اس جاہل (عبدالصمد بن مُعذّل) سے پوچھو کہ اس نے ''أدمغه'' کو نصب کیوں دیا ہے؟

مازنی نے مزید فرمایا: عبدالصمد! کاش تو اہل علم کی صحبت اختیار کرتا تو تجھے کچھ فائدہ ہوتا۔

عبداللہ بن محمد توزی کے حالات م ۲۳۰ھ (۱)

توزی کا نام عبداللہ بن محمدؒ ہے، یہ قریش کے مولی ہیں، ابوالعباسؒ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ توزی کو محمد قرشی کے نام سے بلاتے تھے، توزیؒ نے سیبویہؒ کی **''الکتاب''** ابوعمر جرمیؒ سے پڑھی ہے، ابوالعباسؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ابومحمد توزی سے بڑا شاعر نہیں دیکھا، توزی ریاشیؒ اور مازنیؒ سے بڑے عالم تھے، یہ ابوعبیدہؒ کے بالمقابل کثیر الروایہ ہیں، انھوں نے اصمعیؒ وغیرہ سے پڑھا ہے۔

ایک شعر کی مراد:

ہم سے ابوعلی صفّار، اور ان سے ابوالعباس محمد بن یزید فرماتے ہیں کہ میں

حاشیہ: (۱) عبداللہ بن محمد توزی کے حالاتِ زندگی کے لیے ملاحظہ فرمائیں: مراتب النحویین (ص: ۷۵) الفہرست (ص: ۱۱۶) طبقات الزبیدی (ص: ۹۹) الانباہ (ج: ۲ ص: ۱۲۶) وغیرہ۔

نے عمارہ (۱) بن عقیل بن ہلال بن جریر سے جریر کے کلام کا وہ حصہ پڑھا ہے، جسے ابومحمد توزیؒ نے جمع کیا ہے، جس کا پہلا شعر یہ ہے:

طَرِبَ الحَمَامُ بِذِي الأَرَاكِ فَشَاقَنِي
لازِلْتَ فِي فَنَنٍ وأَيْكٍ نَاضِرِ

پیلو کے درخت کا کبوتر خوشی سے جھوم اٹھا، چناں چہ اس نے مجھے بھی مشتاق بنادیا۔

اے کبوتر! تم سدا سیدھی، تروتازہ گھنی شاخوں میں رہو۔

میں پڑھتے، پڑھتے یہاں تک پہنچ گیا:

أَمَّا الفُؤَادُ فَلن يَزَالَ مُوَكَّلاً   بِهَوَى جُمَانَةَ أَوْ بِرِيَّا الْعَاقِرِ!

دل ہمیشہ بنجر زمین پر پڑے (دونوں کنکروں) ریا اور جمانہ کی محبت کا شیدا رہے۔

توزی نے عمارہ بن عقیل سے پوچھا کہ شعر میں جمانۃ اور ریا کا تذکرہ ہے، یہ دونوں کون ہیں؟ انہوں نے کہا کہ آپ کے شاگرد ابوعبیدہ کیا کہتے ہیں؟ توزی نے جواب دیا کہ وہ دوعورتیں ہیں، اس پر عمارہ ہنس پڑے اور فرمایا کہ بخدا! وہ دوریزے ہیں، جو میرے گھر کے دائیں بائیں پڑے ہیں، توزی نے فرمایا کہ آپ یہ مطلب لکھ دیجیے، عمارہ بن عقیل نے ابوعبیدہ کی عظمت شان کی بناء پر توزی کی فرمائش کو اہم سمجھا، توزی نے ان سے پھر کہا کہ آپ میرے لیے لکھ دیجیے؛ اس لیے کہ اگر ابوعبیدہ یہاں موجود ہوتے تو وہ بھی آپ کے بیان کردہ معنی کو قبول کرتے۔

ایک اور شعر کی تشریح:

توزیؒ نے عمارہ سے فرزدق کے مندرجۂ ذیل شعر کی تشریح کے بارے میں

---

(۱) عمارہ بن عقیل بن بلال بن جریر جیسا کہ ظاہر ہے، جریر کے پوتوں میں ہیں، عمارہ بہترین نحوی اور فصیح شاعر تھے، بصرہ کے دیہات میں رہتے تھے، نحات ان سے استفادے کے لیے وہیں حاضر تھے، ۲۳۹ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

سوال کیا:

وَمِنَّا غَدَاةَ الرَّوعِ فِتْيَانُ غَارَةٍ إِذَا مَتَعَتْ بَعْدَ الأَكُفِّ الأَشَاجِعُ

جنگ کی صبح جب ہتھیلیوں کی رگیں سرخ ہو جاتی ہیں، اس وقت ہمارے جوان غارت گر بن جاتے ہیں۔

عمارہ خاموش رہے اور کوئی جواب نہیں دیا۔توزی کہتے ہیں کہ میرے علم کے مطابق فرزدق کے اس شعر کے علاوہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ عمارہ سے فرزدق کا کوئی شعر پوچھا گیا ہو اور انھوں نے جواب نہ دیا ہو، پھر توزی نے خود تشریح فرمائی کہ ''مَتَعَتْ'' کے معنی ہیں: احمَرَّت من الدَّم (خون سے سرخ ہو جانا) چناں چہ زیادہ سرخ نبیذ کے لیے: نبیذٌ ماتِعٌ استعمال ہوتا ہے۔

توزی امام اصمعی کے شاگرد ہیں:

ابوالعباسؒ سے توزیؒ نے فرمایا کہ میں اور حبان (۱) اصمعیؒ سے پڑھتے تھے، حبّان کا لقب ''عینین'' ہے، توزیؒ کہتے ہیں کہ جب امام اصمعیؒ ہم دونوں کو دیکھتے، تو بطور تمثیل یہ شعر پڑھتے تھے:

وَشَرِيكَينِ فِيْ كثيرٍ من الوُدِّ وَكَانَا مُحَالِفَيْ إِقْلالِ

وہ دونوں بہت سی محبتوں میں شریک (تھے) دونوں نے تھوڑے پر قناعت کرنے کا معاہدہ کر رکھا تھا۔

توزی کا ابوذکوان کی والدہ سے شادی کرنا:

توزیؒ نے ابوذکوان (۲) نحوی کی والدہ سے شادی کر لی تھی؛ اس لیے جب ابوذکوان نحوی سے کوئی پوچھتا کہ توزی آپ کے کیا لگتے ہیں؟ تو فرماتے: کانَ أَبَا إِخوتي

(۱) اگر یہ حبان بن ہلال ہیں، تو ان کی وفات ۲۱۹ھ میں ہوئی ہے۔ (حاشیۂ د۔ ابراہیم ص: ۹۷ بحوالۂ الإنباه، والعبر، وتهذيب التهذيب، فراجعها۔)

(۲) ابوذکوان قاسم بن اسماعیل نحوی امام مبردؒ کے طبقے میں شمار ہوتے ہیں۔

وہ میرے بھائیوں کے والد ہیں۔(راست یہ نہیں کہتے تھے کہ وہ میرے والد ہیں)۔
توزی واثق باللہ کے حلقہ بگوشوں میں سے تھے۔

ابوالاسحاق زیادی کے حالات (۱) م۲۹۴ھ

نام ونسب:

زیادی کا نام: ابواسحاق ابراہیم بن (سفیان) سلیمان بن ابی بکر بن عبد الرحمان بن زیاد بن ابیہ ہے، انھوں نے سیبویہ کی ''**الکتاب**'' پڑھی؛ لیکن پوری نہیں پڑھی، بعد میں ''**الکتاب**'' پر انھوں نے تنقید کی اور چند جگھوں پر امام سیبویہؒ سے اختلاف بھی کیا۔ مصنف کتاب، شارح کتابِ سیبویہ شیخ عبداللہ سیرافیؒ نے زیادی کے اختلافات اور استدراکات کو ''**الکتاب**'' کی شرح میں بیان کیا ہے، زیادی نے امام اصمعیؒ اور دوسرے علماء سے تعلیم حاصل کی۔

مکری نسل کا اونٹ:

زیادی نے بیان کیا کہ میں ایک مرتبہ امام اصمعیؒ سے اونٹوں کے اوصاف پڑھ رہا تھا، میں نے ایک خاص نسل ''مُکرّی'' کے بارے میں معلوم کیا (کہ مُکری (۳) کونسی نسل ہے؟) آپ نے جواب دیا کہ یہ ملتانی یعنی سندھی نسل ہے (ملتان آج کل پاکستان کا ایک شہر ہے، یہ نسل وہاں تھی۔) امام اصمعیؒ نے مزید فرمایا کہ اس کا تذکرہ قُطامی کے شعر میں (بھی) ہے:

وكُلُّ ذٰلك مِنها كُلَّما رَفَعَتْ
مِنُها الُمُكَرِّى، ومنها اللّين السَّادي

---

(۱) ابواسحاق زیادی کے حالاتِ زندگی کے لیے ملاحظہ فرمائیں: مراتب النحويين (ص: ۷۹-۷۵) الفهرست (ص:۸۶) طبقات الزبيدى (ص:۹۶) الإنباه (ج:۱ص: ۱۶۷-۱۶۶) معجم الادباء (ج:۱ص:۱۶۱-۱۵۸)

(۳)

(۲) یہ نسل نرم رو ہے؛ لیکن سست رفتار ہے

مذکورہ ساری قسم ان اونٹوں میں پائی جاتی ہیں، چناں چہ جب یہ سر اٹھاتے ہیں، تو مکری نسل کے اور نرم رو کشادہ قدم والے اونٹ نظر آتے ہیں۔

زیادی کے استاد اصمعی کی مزاحاً ایک شعر میں تصحیف:

ابو العباسؒ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں نے امام اصمعیؒ کے سامنے مندرجۂ ذیل شعر پڑھا:

أَغْنَيتُ شأْنِي، فأغنُوا اليومَ شأنَكمُ
واستَحمِقُوا فِي لقاءِ الْحَرْبِ أَوْ كِيسُوا

میں اپنے معاملے کے لیے کافی ہو گیا، اب تم اپنے معاملے کے لیے کافی ہو جاؤ اور جنگ میں پڑ کر بے وقوف بنے رہو، یا (جنگ ختم کر کے) سمجھداری کا ثبوت پیش کرو۔

میں نے اس میں تصحیف کر کے کہا: أَغْنَيتُ شأْتِي پڑھا (میں اپنی بکری کے لیے کافی ہو گیا) تو امام اصمعی نے (مزاحًا) فرمایا کہ فأغنُوا اليومَ تَيسَكم (چناں چہ آج تم اپنے بکرے کے لیے کافی ہو جاؤ۔)

ابو الفضل ریاشی کے حالات م ۲۵۷ھ(۱)

تعارف:

ریاشی کا نام ابو الفضل عباس بن الفرج ہے، یہ محمد بن سلیمان بن علی ہاشمی کے مولی تھے، رِیاش: جُذام قبیلے کے ایک شخص تھے، ابو الفضل عباس ان کے غلام تھے، اس لیے ان کی طرف منسوب ہو کر ریاشی کہلائے۔

(۱) ابو الفضل عباس بن الفرج ریّاشی کے حالات کے لیے دیکھیں: مراتب النحويين (ص:۷۵) الفهرست (ص:۸) طبقات الزبيدى (ص:۹۹-۹۷) الإنباه (ج:۲ص:۳۷۳-۳۶۷) معجم الأدباء (ج:۱۲ص:۴۶-۴۴)

اساتذہ اور تلامذہ:

ابوالفضل عباس علم لغت اور علم عروض کے ماہر تھے، انہوں نے اصمعیؒ وغیرہ سے بہت روایات نقل کی ہیں اور ان سے ابوالعباسؒ محمد بن یزید اور ابوبکرؒ بن دُرید نے علم حاصل کیا ہے۔

ابوبکرؒ بن ابی الازہر کو (ریاشی کے احوال کا بڑا علم تھا) وہ مجھ سے بیان کرتے ہیں کہ ہم نے ریاشی کو دیکھا کہ وہ ابوالعباس مبرد کے لیے بصرہ سے بکریوں کا ریوڑ لا رہے تھے، اسی دوران ان سے ابوالعباس ثعلب کوفی آ ملے جو ریاشی کا احترام کرتے تھے اور ان کو دوسروں پر فوقیت دیتے تھے۔

ریاشی کا ایک شخص پر طنز:

ابوبکرؒ بن دُرید نے بصرہ میں کتب فروشوں کی مجلس میں ایک آدمی کو دیکھا جو یعقوب بن سکیت کی کتاب المنطق کو اور کوفیوں کو کچھ زیادہ ہی اہمیت دے رہا تھا، ریاشی کتب فروشوں کی اس مجلس میں موجود تھے، انھیں اس شخص کی بات بتائی گئی تو ریاشیؒ نے فرمایا کہ ہم نے زبان گوہ (۱) کا شکار کرتے پھرنے والوں اور چوہے کھاتے پھرنے والوں سے حاصل کی ہے اور ان لوگوں نے دہی چٹنی کھانے والے دیہاتیوں سے زبان حاصل کی ہے، یا اس جیسی کوئی بات فرمائی تھی یعنی اس شخص پر طنز کیا۔

(۱) گوہ: کھردری اور موٹی کھال والا ایک چھوٹا جانور ہے، جو چالاک ہونے کے ساتھ، ساتھ بہت مضبوط ہوتا ہے، پہلے زمانے میں چور، ڈاکو گوہ کو فصیل وغیرہ پر چمٹا کر اس سے لٹک کر نقب زنی کرتے تھے، عرب کے جنگلات میں یہ زیادہ پایا جاتا ہے۔ اس کو شکار کرنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ جس پتھر کے نیچے گوہ ہوتی ہے اس کو رگڑا جاتا ہے، گوہ سمجھتی ہے کہ یہ اژدہا ہے، چناں چہ اپنی دم باہر نکال لیتی ہے، جس کی بنا پر شکار ہو جاتی ہے۔ جس طرح آج کل تھانوں میں ماتحت علاقے کے ہتھیار درج رہتے ہیں، اسی طرح پہلے پولیس محکمے میں گوہ کا اندراج رہتا تھا۔

امام مبرد کی ریاشی سے پہلی ملاقات:

ابوالعباس محمد بن یزید کہتے ہیں کہ میں نے ریاشیؒ کو جب پہلی بار دیکھا تو وہ مالک(۱) بن اسماء بن خارجہ کے یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

يَـالَيْـتَ لِـيْ خُـصًّـا بـدارِكُـمُ　　بَـدَلاً بِـدَارِيْ فِـي بنِـيْ أَسَـدِ

الـخُـصُّ فيـه تـقَـرُّ أعْيُـنُنَـا　　خَيـرٌ مـنَ الآجُـرِّ وَالْـكَـمَـدِ

اے کاش! میرے بنی اسد کے گھر کے بدلے، تمھارے گھر میں مجھے لکڑی کی جھونپڑی (ہی) میسر آ جاتی۔

جس جھونپڑی سے آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں، وہ چونے اور سے بہتر ہے۔

ریاشی نے مبرد کو مالک بن اسماء کے یہ اشعار بھی سنائے، جن میں وہ اپنے بھائی عیینہ کو مخاطب کر رہے ہیں:

(جن کا پس منظر یہ ہے کہ مالک بن اسماء کے بھائی عیینہ اپنی بہن ہند بنت اسماء کی ایک باندی سے پیار کرتے تھے۔ عیینہ نے بہن کو راضی کرنے کے سلسلہ میں اپنے بھائی مالک بن اسماء سے مدد چاہی۔ عیینہ نے بھائی سے سفارش کروانے میں ذرا تاخیر کر دی۔ مالک بن اسماء نے ان اشعار میں اسی کو بیان کیا ہے۔)

أَعُيَيْـنَ هَلَّا إِذَا شُـغِـفْـتَ بهـا　　كُـنْـتَ اسْـتَغَثْتَ بِفارِغِ العَقلِ

أَرْسَـلْـتَ تَبغِي الغَوْثَ مِنْ قِبَلِيْ　　والـمُـسْـتَـغَـاثُ إِلَـيْـهِ فِي شُغُلِ

عیینہ! جب تم اس پر فریفتہ تھے، اس وقت تم نے خالی الذہن ہو کر مدد طلب کیوں نہیں کی تھی؟

اب تم نے مجھ سے مدد چاہنے کے لیے پیغام بھیجا ہے؛ جب کہ مستغاث الیہ ایک مشغلے میں پڑا ہوا ہے۔

---

(۱) مالک بن اسماء بن خارجہ اسلامی شاعر ہیں، ان کی شاعری میں تغزل اور ظرافت کا پہلو نمایاں ہے۔

ہم سے ابوبکرؒ بن سراج نے، ان سے ابوالعباسؒ محمد بن یزید نے اور ان سے ریاشیؒ نے بیان کیا: (مصنف کا خیال ہے کہ ریاشی اصمعیؒ سے روایت کرتے ہیں۔) روایت یہ ہے:

رؤبہ بن عجاج اور ان کے والد کی سلیمان بن عبدالملک کی خدمت میں حاضری:

ریاشی کہتے ہیں کہ رؤبہ اپنے والد کے ساتھ سلیمان بن عبدالملک کے پاس جانے کے ارادے سے نکلے، جب وہ کچھ دور پہنچ گئے تو ان کے والد نے ان سے کہا: (أبوک راجز، وجدّک کان راجزاً، وأنت مفحم) تمھارے باپ رجز یہ خواں ہیں، تمھارے دادا راجز تھے لیکن تم گونگے معلوم ہوتے ہو (باشاہ کے سامنے کیا پیش کروگے؟) رؤبہ نے کہا کہ میں کچھ پیش کروں؟ ان کے والد نے کہا کہ ضرور پیش کرو! چناں چہ رؤبہ نے یہ اشعار رجز یہ پڑھے:

کَمْ حسَرْنا مِنْ عَلاۃٍ عَنْسِ......

ان کے والد نے کہا: اسکت، فضَّ اللّٰہ فاک! (خاموش رہو! خدا تمھارے دانت گرائے (تم ٹھیک سے بول نہ سکو) رؤبہ کہتے ہیں کہ جب ہم سلیمان بن عبدالملک کے پاس پہنچے تو انھوں نے میرے والد سے کہا کہ تم نے کیا کلام تیار کیا ہے؟ اس پر والد نے میرے ہی رجز یہ اشعار سنا دیے، جن پر سلیمان بن عبدالملک نے انھیں دس ہزار درہم دینے کا حکم دیا، جب ہم ان کے پاس سے نکلے تو میں نے کہا کہ آپ مجھے تو خاموش کررہے تھے اور خود میرے ہی رجز یہ اشعار پڑھ دیے، والد نے کہا کہ تیرا ناس ہو! خاموش رہ؛ فإنّک أرجز النّاس (تو سب سے بڑا رجز یہ خواں ہے۔) پھر رؤبہ نے اپنے والد سے کہا کہ آپ نے میرے اشعار سے جو رقم حاصل کی ہے اس میں سے میرا حصہ دے دیں، والد نے اس میں سے کچھ بھی دینے سے انکار

کر دیا، رؤبہ نے اختلاف کی بنا پر ان سے تعلقات ترک کر دیے، اس پر ان کے والد نے یہ اشعار کہے:

لـطالما أَجْرى أبو الجَحَّاف (۱) لِـنِيَّةٍ بَـعِيـدةِ الإِيـجـافِ

نَـاءٍ عَـنِ الأَهْـلِيْـنَ وَالأُلَّافِ سَـرْهَفْتُهُ ماشِئْتُ مِنْ سِرْهَافِ

حَتَّـى إذَا مَـا آضَ ذَا أَعْـرَافِ كَالْكَوْدَنِ الْمَشْدُوْدِ بالإِكَافِ

قَالَ الَّـذِي عِنْدَکَ لِي صَوافِ مِنْ غَيْرِ مَا كَسْبٍ وَلا احْترافِ

ابوالجحاف (رؤبہ) بسا اوقات دور جانے کی نیت سے تیز چلا ہے۔

وہ گھر والوں اور ملنے جلنے والوں سے دور رہا، میں نے اس کو اپنی منشاء کے مطابق خوب عمدہ غذا دی۔

حتی کہ جب وہ مرغے کی سی (کلغی) لے کر، اس خچر کی طرح لوٹا، جو کجاوے سے بندھا ہو تو کہنے لگا کہ تیرے پاس جو سامان ہے وہ بغیر کمائی اور پیشہ گری کے میرا ہے۔یعنی جوانی اور طاقت کا زور دکھانے لگا۔

اس کے جواب میں رؤبہ نے یہ اشعار کہے:

إِنَّکَ لَـمْ تُـنْصِفْ أَبَا الْجَحَّافِ وَكَـانَ يَرْضَى مِنْکَ بِالإِنْصَافِ

ظَـلَـمْتَنِيْ غَيْرُک ذُوْ الإِسْرَافِ يَالَيتَ حَظِّيْ مِنْ نَدَاکَ الضَّافِي

والـفَـضْـلُ أن تَتْـرُكَـنِي كَفَـافِ

اے والد! آپ نے ابوالجحاف کے ساتھ انصاف نہیں کیا، جب کہ وہ آپ سے انصاف پر راضی تھا۔(حق سے زیادہ کا مطالبہ نہیں کر رہا تھا۔)

آپ نے میرے اوپر ظلم کیا ہے، زیادتی کرنے والے آپ نہیں ہیں، اے کاش! آپ کی چھلکتی سخاوت میں میرا حصہ ہوتا۔

اگر آپ مجھے برابر سرابر بھی چھوڑ دیں تو آپ کا احسان ہے۔

---

(۱) یہ رؤبہ بن عجاج کی کنیت ہے۔

ریاشی کی وفات:

ابوبکرؒ بن درید کی روایت کے مطابق ریاشیؒ کی وفات ۲۵۷ھ میں بصرہ میں ہوئی، ان کو ایک حبشی نے قتل کیا تھا۔

ابوحاتم سجستانی کے احوال م۲۵۵ھ(۱)

اساتذہ اور مقام:

ابوحاتم کا نام سہل بن محمد ہے۔ یہ ابوزیدؒ، ابوعبیدہؒ لغوی اور اصمعیؒ سے بکثرت روایت کرتے ہیں، یہ لغوی اور شاعر تھے، انہوں نے ابوالعباسؒ سے فرمایا کہ میں نے اخفشؒ سے دو مرتبہ سیبویہؒ کی ''**الکتاب**'' پڑھی ہے۔

ابوحاتم ؒ علم عروض کے بہترین عالم تھے، معموں کو بہت اچھی طرح حل کرتے تھے، اچھے معنی پر مشتمل عمدہ اشعار کہتے تھے، یہ فن نحو میں (زیادہ) ماہر نہیں تھے، ابوالعباسؒ مبرد کے بقول اگر یہ بغداد آجاتے تو وہاں انھیں کوئی نحوی اہمیت نہ دیتا، فن نحو میں انھوں نے ایک کتاب بھی تصنیف کی ہے۔

ابوالعباسؒ مبرد کے بقول جب عیسی بن جعفر ہاشمی کے گھر پر ابوحاتم سجستانی اور مازنیؒ کی ملاقات ہوتی تو سجستانی ادھر، ادھر کی چیزوں میں مشغول ہوجاتے، یا جلد بازی کرنے لگتے، انھیں ڈر رہتا کہ کہیں مازنیؒ ان سے فن نحو کا کوئی سوال نہ کرلیں۔

سجستانی کے پاس بہت ساری کتابیں جمع تھیں، یہ ان میں غوطہ زنی کرتے تھے، سجستانی نے زبان وادب پر بہت ساری کتابیں تصنیف کی ہیں۔

(۱) ابوحاتم سہل بن محمد بن عثمان بن یزید جشمی سجستانی کے حالاتِ زندگی کے لیے ملاحظہ فرمائیں: مراتب النحويين (ص:۸۲-۸۱)الفهرست (ص:۸۷-۸۶)طبقات الزبيدی (ص: ۹۵-۹۴)الإنباه (ج:۲ص:۶۴-۵۸)معجم الأدباء (ج:۱۱ص:۲۶۵-۲۶۳)

ابوحاتم سجستانی کی ذہانت اور حاضر دماغی کا ایک واقعہ:

ابوالعباسؒ فرماتے ہیں کہ میں جوانی کے عالم میں سجستانی کے پاس آیا، میں نے کچھ وجوہات کی بنا پر ایک زمانے کے لیے ان کا حلقۂ درس چھوڑ دیا؛ میں دوبارہ ان کے پاس گیا اور ہارون رشیدؒ کا ایک شعر معمہ بنا کر پیش کیا، اور ابوحاتم معمہ کو بہترین طریقے پر حل کرتے (ہی) تھے، چناں چہ سجستانی نے جواب دیا:

أيـا حَسنَ الـوجـهِ قدْ جِئْتَنَا — بِـدَاهيَةٍ عَـجَـبٍ فِيْ رَجَـبْ
فَـعَـمَّـيـتَ بيتًـا وأخـفيتَـهُ — فلَمْ يَخْفَ بَل لاحَ مِثْلَ الشُّهُبْ
فـأظهـرَ مَـكْـنُـونَـهُ الطِّيْطوىَ — وَهتَّکَ عَـنْهُ الْحَمَامُ الْحُجُبْ
فَـذَلَّـل مَـا كَـانَ مُسْتَصْعَباً — لَـنَـا فَتَنَـاوَلْتُـهُ مِنْ كَثَبْ
أيـا مَـنْ إذَا مـا دَنَـوْنَـا لَـهُ — نَـأى وَإذا مـا نَـأيْنَـا اقْتَرَبْ
عَـذَرْنَاکَ إِذا كُنْتَ مُسْتَحْسَناً — وَبيتُکَ ذُو الطَّيرِ بيتٌ عَجَبْ
سَلامٌ عـلَـى النَّـازِح المُغْتَرِبْ — تَـحِيَّةَ صَـبٍّ بِــهِ مُـكْـتَـئِبْ

اے حسین مرد! تم رجب کے مہینے میں میرے پاس ایک عجیب آزمائش لے کر آئے ہو۔

تم نے ایک شعر کو معمہ بنا کر مخفی رکھا ہے؛ لیکن وہ مجھ سے مخفی نہیں ہے؛ بلکہ روشن چمک دار ستاروں کی مانند ظاہر ہے۔

طیطوی نامی پرندے نے اس کی پوشیدگی دور کر دی اور کبوتر نے اس سے پردے ہٹا دیے۔

اور ہماری مشکل آسان کر دی، میں نے اس کو قریب سے برتا، جانچا اور پرکھا ہے۔

تم اس شخص کی مانند ہو جس سے ہم قریب ہوں تو دور ہوتا ہے اور ہم دور ہوں تو وہ قریب ہوتا ہے۔

جب تم اچھے تھے، تمھیں ہم نے معذور سمجھا تھا، تمھارے گھر میں پرندے

رہتے ہیں وہ حیرت انگیز گھر ہے۔تارک وطن پردیسی پر ایسے عاشق کا سلام ہو جو محبت میں پڑ کر شکستہ خاطر ہے۔

درج ذیل اشعار بھی ابو حاتم سجستانی کے ہیں، جو ابو العباس مبردؒ نے ابوبکر ابن السراج کو سنائے تھے:

كَبِدَ الْحَسُوْدِ تَقَطَّعِيْ　　قَدْ بَاتَ مَنْ أَهْوِی مَعِيْ

اے حاسد کے جگر! تو (جل جل کر) ٹکڑے ٹکڑے ہو جا۔ یقیناً میرے محبوب نے میرے ساتھ رات گذاری ہے۔

یہ اشعار بھی سجستانی کے ہیں:

نفسي فِداؤُک یا عُبَیْـــدَاللّٰهِ حلَّ بک اعْتِصَامِيْ
فَارْحَمْ أخاکَ فإنَّهُ　　نَزْرُ الْكَرَی بَادي السَّقَامِ
وأنِلْهُ مَادُوْنَ الْحَرَامِ　　فَلَيْسَ يَقصِدُ لِلحَرامِ

اے عبیداللہ! میری جان آپ پر قربان! میں نے آپ کا دامن تھام لیا ہے۔

آپ اپنے بھائی پر رحم کیجیے، وہ بے خوابی میں مبتلا ہے۔اس کی بیماریاں سب پر عیاں ہیں۔(وہ تنگیوں اور بیماریوں کا مارا ہے۔اس کی مدد کیجئے، یہاں مراد خود شاعر کی ذات سے ہے۔)

اسے حرام مال کے علاوہ کچھ دیجیے، اسے حرام مال کی چاہت نہیں ہے۔

ابو حاتم کی وفات:

ابوبکر بن دُریدؒ زبان وادب میں ابو حاتم سجستانی پر بھروسہ کرتے تھے، ابوبکر بن دُریدؒ کے بہ قول ابو حاتمؒ کی وفات ۲۵۵ھ میں ہوئی۔(۱)

اسی طبقے کی ایک اور جماعت

اس طبقے میں نحات کی ایک جماعت اور ہے؛ مگر وہ مذکورہ اعلام نحو کی طرح ماہر نہیں ہے؛ اس لیے ہم نے ان کا تذکرہ نہیں کیا۔

(۱) ابن خلکان کے مطابق ابو حاتمؒ کی وفات ۲۴۸ھ میں ہوئی ہے۔(حاشیۂ د۔ابراہیم ص:۱۰۴)

ابوالعباس امام مُبرّد کے حالات م ۲۸۵ھ (۱)

امام مبرد اپنے زمانے کے سرخیل تھے:

جرمیؒ اور مازنیؒ کے طبقے کے بعد ابوالعباسؒ محمد بن یزید ازدی المعروف (۲) بالمبرد فنِ نحو کے سرخیل شمار ہوتے تھے، یہ ازد کے قبیلے ثمال سے ہیں۔ ہم سے ابوبکرؒ بن سراج نے، ابوالعباسؒ کے حوالے سے عبدالصمد بن مُعذّل کے مندرجۂ ذیل اشعار بیان کیے جن میں عبدالصمد نے ابوالعباسؒ پر ناراضگی کا اظہار کیا ہے۔

سَأَلْنا عَنْ ثُمالَةَ كُلَّ حيٍّ　　　فقال القائِلُون وَمَنْ ثُمالَهْ؟

فَقُلْتُ مُحَمَّدُ بْنُ يَزِيْدَ مِنهُمْ　　　فقالُوا: زِدْتَنا بِهِمْ جَهالَهْ

ہم نے ثمالہ کی بابت ہر محلے میں پوچھ لیا۔ لوگ پوچھتے ہیں: کون ثمالہ؟

میں نے کہا: وہ ثمالہ جن میں سے محمد بن یزید ہیں، انھوں نے کہا کہ (انھیں تو کوئی بالکل نہیں جانتا، ان کا نام لے کر) آپ نے مزید جہالت پیدا کر دی۔

امام مبرد کا ایک مزے دار قصہ خود انہی کی زبانی:

ابوالعباسؒ مبرد خود اپنا ایک مزے دار قصہ سناتے ہیں کہ ایک بار امام مازنیؒ نے مجھ سے پوچھا کہ ابوالعباس! میرے علم میں یہ بات آئی ہے کہ آپ یہاں سے جانے کے بعد قید خانوں اور پاگل خانوں میں جاتے ہیں، جہاں ان لوگوں کا علاج ومعالجہ ہوتا ہے، آپ وہاں کیوں جاتے ہیں؟ ابوالعباسؒ نے کہا: اللہ آپ کو عزت دے، یہ لوگ بہترین اور تعجب خیز باتیں بتلاتے ہیں، مازنیؒ نے فرمایا کہ تم نے پاگلوں

(۱۸۱) ابوالعباس مبردؒ کے حالاتِ زندگی کے لیے درجِ ذیل کتابیں ملاحظہ فرمائیں: مراتب النحويين (ص:۸۳) الفهرست (ص:۸۸-۸۷) طبقات الزبيدی (ص:۱۱۰-۱۰۱) الإنباه (ج:۳ص:۲۵۳-۲۴۱) معجم الأدباء (ج:۱۹ص:۱۱۵)

(۲) جمهرة انساب العرب میں ہے کہ امام مبردؒ کی پیدائش شب عیدالاضحیٰ ۲۱۰ھ میں اور وفات بروز پیر ۲۷/ذی الحجہ ۲۸۶ھ میں ہوئی۔ بغداد میں باب الکوفہ کے پاس ان کی تدفین ہوئی۔

کا سب سے زیادہ تعجب خیز جو واقعہ دیکھا ہو، وہ بیان کرو، ابوالعباس نے عرض کیا کہ ایک دن میں نے پاگل خانے میں دیکھا کہ ان کے مراتب ان کی مصیبتوں اور آزمائشوں کے بقدر ہیں، کچھ لوگ کھڑے تھے، جن کے ہاتھ دیوار کے ساتھ بیڑیوں سے بندھے ہوئے تھے۔ (ان کا جرم یہ تھا کہ) جس گھر میں انھیں چوری کرنی تھی، انھوں نے اس کے بغل والے گھر میں نقب لگایا تھا، ان کا علاج یہ تجویز ہوا تھا کہ وہ رات دن کھڑے رہیں گے، نہ لیٹیں گے، نہ بیٹھیں گے۔ کچھ کے سر پر دودھ ڈالا جا رہا تھا اور ان کی چادروں میں تیل لگایا جاتا تھا۔ کچھ کو بار بار سیراب کیا جا رہا تھا اور بار بار بقدر ضرورت دوا پلائی جا رہی تھی۔

ایک دن میں ابن ابی خمیصہ کے ساتھ اندر گیا، جو ان کے نان و نفقے اور خبر گیری پر مامور تھے، لوگوں نے ہمیں دیکھا تو ابن ابی خمیصہ کے مرتبے کے لحاظ میں اپنی ڈیوٹی موقوف کردی، میں ایک بوڑھے کے پاس سے گذرا جس کے بال اڑ جانے کی بنا پر سر کی کھال ظاہر ہو رہی تھی، ان کی پیشانی تیل کی وجہ سے چمک رہی تھی، وہ صاف ستھرے ٹاٹ پر بیٹھے ہوئے تھے، ان کا چہرہ قبلے کی طرف تھا، شاید وہ نماز پڑھ رہے تھے، میں ان سے آگے بڑھ گیا، انھوں نے مجھے پکار کر کہا: سبحان اللہ! سلام و دعا کہاں گئی؟ پاگل تم ہو یا میں؟ مجھے ان کی بات سے شرم آگئی، میں نے کہا: السلام علیکم! انھوں نے کہا کہ اگر ابتداء آپ کرتے تو میرے اوپر اس سے بہتر جواب واجب ہوتا، لیکن چوں کہ میرے پیش نظر یہ کہاوت ہے: إِنَّ لِلدَّاخل علی القَومِ دهشة (آنے والے کا لوگوں پر رعب پڑتا ہے) اس لیے میں آپ کی بے ادبی کو عذر پر محمول کرتا ہوں۔

اللہ تمھیں عزت بخشے! ہمارے پاس بیٹھو، یہ کہہ کر وہ اپنے ٹاٹ کے ایک حصے کو جھاڑ کر اس کی طرف اشارہ کرنے لگے، وہ اسے میرے لیے کشادہ کر رہے تھے، میں نے اس کے پاس جانے کا ارادہ کیا تو ابن ابی خمیصہ نے مجھے آواز دی: دور

رہو، دور رہو، میں رک گیا، اور کونے میں ٹھہرے، ٹھہرے اس سے مخاطبت اور استفادے کی درخواست کرنے لگا، اس نے میرے پاس دوات دیکھ کر کہا کہ میں تمھارے پاس دو شخصوں کا سامان دیکھ رہا ہوں، میرے خیال میں تم انہیں میں سے کوئی ہو، تم نے یا تو نحیف ولاغر محدثین کی مجالست اختیار کر رکھی ہے؟ یا تم نحوی ہو یا پھر شاعر؟ اس نے یہ بھی کہا کہ کیا تم ابو عثمان مازنیؒ کو پہچانتے ہو؟ میں نے کہا: نعمْ! معرفةً ثاقبةً (ہاں! اچھی طرح جانتا ہوں۔) کہنے لگا کہ جس نے مازنیؒ کے بارے میں یہ اشعار کہے ہیں، تم اسے جانتے ہو؟

وفَتىً مِنْ مَّازِنٍ سَادَ أهْلَ البصرَهْ
أُمُّه مَعْرِفَةٌ وأَبُوهُ نَكِرَهْ

مازن کا ایک نوجوان اہل بصرہ کی قیادت کرنے لگا؛
اس کی ماں معرفہ اور اس کا باپ نکرہ ہے۔ (ماں مشہور ہے، باپ مجہول ہے ہے۔)

میں نے شاعر کے تعلق سے لاعلمی ظاہر کی۔ اس نے پوچھا کہ تو پھر مازنیؒ کے غلام کو جانتے ہو جو دور حاضر کے ماہر نحات میں سے ہے؟ نیز اچھے حافظے اور ذہن کا مالک ہے، جسے فن نحو میں نمایاں مقام حاصل ہے، جو اپنے آقا کی مخصوص مجالس میں شرکت کرتا ہے جسے لوگ مبرد کے نام سے جانتے ہیں، میں نے کہا: واللّٰہ أنا عينُ الخَبِيْرِ به (بخدا! میں اس سے پوری طرح باخبر ہوں۔) اس نے کہا کہ میں تمھیں اس کے کچھ عبث اور بے کار اشعار سناؤں؟ میں نے کہا کہ میں نہیں سمجھتا کہ وہ اچھے اشعار کہتے ہیں، اس نے کہا: سبحان اللہ! کیا یہ اشعار اسی کے نہیں ہیں؟

حَبَّذا مَاءُ العَنَاقِيْـ دِ بِرِيقِ الغَانِيَاتِ
بِهِمَا يَنبتُ لَحْمِیْ وَدَمِي أيَّ نَبَاتِ
أَيُّهَا الطَّالِبُ أَشْهَی مِنْ لَذِيذِ الشَّهَواتِ
كُلْ بِمَاءِ الْمُزْنِ تُفَّـ احَ خُدُوْدِ النَّاعِمَاتِ

مغنیہ عورتوں کے لعاب کے ساتھ، انگور کے خوشوں کا رس کتنا خوشگوار ہوتا ہے۔
میرے گوشت اور خون کے نمو کا دار و مدار انھیں دونوں چیزوں پر ہے۔
لذیذ ترین خواہشات کے طلب گار!
تم پانی بھرے بادلوں کے پانی کے ساتھ نرم و نازک رخساروں کے سیب کھاؤ۔

میں نے کہا کہ یہ اشعار میں نے حضرت انسؓ کی مجلس میں سنے ہیں، اس نے کہا: سبحان اللہ! کعبے کے پاس ایسے اشعار پڑھتے ہوئے شرم نہیں آتی؟ پھر اس نے پوچھا کہ تمھیں معلوم ہے کہ لوگ اس کے نسب کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ میں نے کہا کہ اسے از دشنوءۃ کے قبیلۂ ثمال سے بتاتے ہیں۔

اس نے کہا کہ اللہ اسے غارت کرے، بڑا ہوشیار آدمی ہے، تمھیں اس کے بارے میں کہے گئے ان اشعار کا علم ہے؟

سَأَلْنا عَنْ ثُمالَةَ كلَّ حيٍّ　　فقال القائلون وَمنْ ثُمالَهْ؟
فَقُلْتُ مُحمَّدُ بْنُ يَزِيْدَ مِنهُمْ　　فقالُوا: زِدْتَنا بِهِمْ جَهالَهْ
فَقال لِي المُبَرّدُ: خَلِّ قَوْمِي　　فَقَوْمِي مَعْشَرٌ فِيْهِمْ نَذالَه

ثمالہ کے بارے میں ہم نے ہر قبیلے سے پوچھا، لوگوں نے کہا: ارے کون ثمالہ؟
میں نے کہا: وہ ثمالہ جن میں سے محمد بن یزیدؒ (مبرد) بھی ہیں، لوگوں نے کہا: (انھیں تو کوئی بالکل نہیں جانتا) ان کا نام لے کر آپ نے مزید جہالت پیدا کر دی۔
مبردؒ نے مجھ سے کہا: میری قوم کمینی ہے؛ اس لیے تو اسے چھوڑ دے۔

میں نے کہا کہ میرے علم کے مطابق یہ اشعار عبد الصمد بن معذل کے ہیں، اس نے یہ اشعار مبردؒ کے بارے میں کہے ہیں۔ وہ کہنے لگا کہ (ہاں! یہ اشعار عبد الصمد بن معذل ہی کے ہیں) اگر کوئی ان کے علاوہ کا بتائے گا تو جھوٹا قرار پائے گا، (سچ یہ

ہے کہ) یہ اشعار غیر ثابت النسب شاعر کے ہیں، ان اشعار سے وہ اپنا سلسلۂ نسب ثابت کرنا چاہتا ہے۔ میں نے کہا کہ آپ تو حقیقت حال سے پوری طرح باخبر ہیں۔ اس کے بعد اس نے کہا کہ تم اپنی خوش طبعی اور فصاحت کی بنا پر میرے دل پر چھا گئے ہو۔ مجھے شروع ہی میں آپ کا تعارف پوچھنا چاہیے تھا؛ لیکن تاخیر ہوگئی، اللہ آپ کو خوش رکھے! آپ کی کنیت کیا ہے؟ میں نے کہا: ابوالعباس! اس نے پوچھا: نام کیا ہے؟ میں نے کہا: محمد! اس نے کہا: اور باپ کا نام؟ میں نے کہا: یزید! اس نے کہا: تمھارا ناس ہو! میں اتنی دیر سے آپ کا تذکرہ کررہا ہوں، (اور آپ نے مجھے محسوس تک نہیں ہونے دیا) آپ نے مجھے معذرت پر مجبور کردیا۔ پھر اس نے اپنے ہاتھ کھول کر مجھ سے مصافحہ کے لیے جست لگائی، میں نے دیکھا کہ اس کے پیروں میں بیڑیاں پڑی ہیں، جو زمین میں گڑی ہوئی ایک لکڑی سے بندھی ہوئی ہیں؛ اس لیے میں اس مجنون کے فتنے سے محفوظ رہا۔ آخر میں اس نے کہا: ابوالعباس! آئندہ ایسی جگہ نہ چلے جانا؛ اس لیے کہ آپ کو ہر بار میرے جیسا آدمی نہیں ٹکرائے گا جس کی حالت اچھی ہو۔ آپ ہی مبرد ہیں نا! یہ کہہ کر وہ تالی بجانے لگا، یہاں تک کہ خوشی سے اس کی آنکھیں پلٹ گئیں اور اس کا حلیہ بدل گیا، اور میں (وہاں سے) جلدی سے کھسک گیا، مجھے ڈر تھا کہ کہیں جلد بازی میں اس سے میرے متعلق کوئی ناسمجھی کی بات نہ نکل جائے، میں نے اس کی یہ بات گرہ باندھ لی اور دوبارہ پاگل خانہ جیسی جگہوں پر نہیں گیا۔

اساتذہ:

ابوالعباس مبرد نے فن نحو جرمیؒ اور مازنیؒ وغیرہ سے حاصل کیا ہے، مبرد اپنے استاد امام مازنیؒ کے علم پر اعتماد کرتے تھے، انہوں نے "**الکتاب**" شروع سے آخر تک امام مازنیؒ سے پڑھی ہے۔

امام مبرد کا مقام:

قاضی اسماعیلؒ (۱) بن اسحاق مالکی کی پیدائش مبردؒ سے پہلے کی ہے، انہوں نے بصرہ میں لوگوں سے کہا تھا: مَا رَأَى مُحَمَّدُ بنُ يَزِيدَ مثلَ نَفْسِهِ. (محمد بن یزید نے خود اپنے جیسا آدمی نہیں دیکھا۔) معلوم ہوا کہ مبرد کے زمانے کے اکابر بھی ان کی تعظیم کرتے تھے۔

مصنف سے ابوبکرؒ بن مجاہد نے فرمایا کہ قرآن کے معانی میں جہاں متقدمین سے کوئی قول مروی نہ ہو، وہاں میری نظر میں مبرد سے زیادہ بہتر کلام کرنے والا کوئی نہیں ہے۔

مصنف سے ابوبکرؒ بن مجاہد ہی نے فرمایا کہ امام ثعلب کوفی کے عہد و پیمان کو پورا کرنے کی وجہ سے میں بہت سارا علم حاصل نہ کرسکا، مزید فرمایا کہ میں نے نفطویہ (۲) نحوی سے سنا ہے کہ حفظِ روایات میں ابوالعباسؒ مبرد اور ابوالعباسؒ بن فرات سے آگے میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔

اسی طرح محمد بن خلفؒ (۳) وکیع نے بیان کیا کہ ابوالعباسؒ مبرد نحوی بصری اور ابوالعباسؒ ثعلب نحوی کوفی کے مابین مقابلہ آرائی رہتی تھی، جو کسی سے مخفی نہ تھی، لیکن اکثر اہل علم ابوالعباس مبردؒ کو ترجیح دیتے تھے۔

---

(۱) ابواسحاق اسماعیل بن اسحاق بن اسماعیل بن حماد بن یزید ازدی بصری، مالکی فقیہ تھے، بغداد میں قاضی رہے، انہوں نے فن قراءت، حدیث، فقہ، احکامِ قرآن اور اصول میں تصانیف فرمائی تھیں، زبان وادب کے بھی امام تھے، ۲۸۲ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

(۲) ابوعبداللہ ابراہیم بن محمد بن عرفہ شاعر اور نحوی تھے، نفطویہ سے مشہور تھے، ان کا نسب مہلب بن ابی صفرہ تک جاتا ہے، انہوں نے فنِ نحو وغیرہ میں کئی تصنیفات فرمائی ہیں۔ یہ بغداد میں رہے، اور ۳۲۳ھ میں وہیں وفات پائی۔

(۳) محمد بن خلف بن وکیع عالم اور اخباری تھے، ان کی بھی کئی تصانیف ہیں، ۳۰۶ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

امام مبرد کی شان میں احمد بن عبد السلام کے مدحیہ اشعار:

احمدؒ بن عبد السلام نے (۱) محمدؒ بن یزید کے بارے میں یہ اشعار کہے:

رأيتُ محمَّدَ بنَ يزيدَ يَسمُو إِلى الخَيرَاتِ فِي جاهٍ وَقَدْرِ
جَلِيسَ خَلائِفٍ وَغذِيِّ مُلْكٍ وأعْلَمَ مَنْ رَأَيتُ بكُلِّ أَمرِ
وَفِتيَانِيَّةُ الظُّرَفَاءِ فِيهِ وَأُبَّهَةُ الكَبِيرِ بِغَيرِ كِبرِ
وَيَنشُرُ إِنْ أَجَالَ الفِكرَ دُرًّا وَينشر لُؤلؤًا مِنْ غَيرِ فِكرِ
وكانَ الشِّعرُ قَدْ أودَى فأحيَا أبُو العبَّاسِ داثِرَ كُلِّ شِعرِ
وقالُوا ثَعْلَبٌ رجلٌ عَليمٌ وأيْنَ النَّجمُ مِنْ شَمسٍ وَبَدرِ
وقالُوا ثَعْلَبٌ يُفتِي وَيُملِي وأيْنَ الثَّعْلَبانُ مِنَ الهِزَبرِ
وهذا فِي مقالك مُستحِيلٌ تُشبِّهُ جَدولاً وَشَلاً بِبَحرِ

میں دیکھ رہا ہوں کہ محمد بن یزید (مبرد) جاہ ومرتبہ اور شان وشوکت کے ساتھ بھلائیوں کی طرف بڑھ رہے ہیں۔

مبرد، ملک بھر کو غذا فراہم کرنے والے سچے خلیفہ کا ہم نشین ہے، (میں نے اب تک) جن لوگوں کو دیکھا ہے، ابوالعباس ان میں ہر چیز کے بارے میں زیادہ جانکار ہیں۔

ابوالعباس میں زیرک وہوشیار لوگوں کی سی جوانی اور بڑے لوگوں کی شان اور خوبی ہے، لیکن وہ متکبر نہیں ہیں۔

مسائل پر تبادلۂ خیال کرتے وقت وہ موتیاں بکھیرتے ہیں، اور برجستہ بات کرتے وقت بھی موتی لٹاتے ہیں۔ یعنی ہر وقت علم کا دریا بہاتے ہیں۔

(۱) احمد بن عبد السلام بڑے ادیب اور شاعر تھے۔ یہ دوسرے شعراء کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ ان کا دیوان صفوة الأدب ونخبة ديوان العرب کے نام سے مطبوع ہے، جو دیوانِ حماسہ کے طرز پر ہے، اور ديوان الحماسة المغربيه کے نام سے مشہور ہے۔

اشعار کی دنیا کے تباہ ہونے کے بعد ابوالعباس نے تمام گم نام اشعار کو زندہ کر دیا۔

لوگوں کے بقول ثعلب ایک عالم ہیں، مگر ستارے کا چاند اور سورج سے کیا مقابلہ؟ (شاعر نے امام ثعلب کوفی کو ستارے سے اور مبرد کو چاند اور سورج سے تشبیہ دی ہے۔)

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ثعلب کوفی فتوی دیتا اور اسباق املا کراتا ہے، بہت سے ثعلبوں (لومڑیوں) کا بھی ببر شیر (مبردؒ) سے کیا مقابلہ؟

تم کم پانی والی نہر کو سمندر سے تشبیہ دے رہے ہو، تمھاری گفتگو میں یہ ایک محال امر ہے۔

انہی کے مزید اشعار:

امام مبرد کی شان میں احمدؒ بن عبدالسلام نے یہ اشعار بھی کہے:

وأنت الّذِيْ لايَبْلُغُ الوَصْفُ مَدْحَهُ وإِنْ أَطْنبَ المُدَّاحُ معَ كلِّ مُطْنِبِ

رأَيْتُکَ وَالْفُتْحَ (۱) بْنَ خَاقانَ رَاكِباً وأَنتَ عَدِيلُ الفَتحِ في كلِّ مَوكِبِ

وكانَ أَمِيرُ الـمُـؤمِـنِيْنَ إِذَا رنَا إِلَيْکَ يُطِيْلُ الفِكْرَ بَعْدَ التَّعجُّبِ

وأُوْتِيتَ عِلماً لاتُحِيْطُ بِكُنْهِهِ علُوْمُ بني الدُّنيا ولا نَحوُ ثَعْلَبِ

يَـرُوْحُ إِلَيْکَ الـنَّـاسُ حَتّـى كأَنَّهُمْ
بِبَـابِکَ فِيْ أَعْلَى مِنًى (۲) وَالْـمُحَصَّبِ

اے ابوالعباس! آپ کی تعریف سے وصفِ بیانی قاصر ہے، اگر چہ مداح

---

(۱) ابن خاقان باکمال ادیب وشاعر تھے، یہ عباسی خلیفہ المتوکل باللہ کے وزیر رہے تھے۔ اپنے زمانے میں سر خیل تھے۔ ۲۴۷ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

(۲) منی اور محصَّب دونوں حجاز کے مشہور مقام ہیں، منی میں تو رمی جمرات ہوتی ہے اور محصب: مکہ اور منی کے درمیان ایک جگہ ہے، جو منی سے زیادہ قریب ہے۔

تمام طول بیانی کرنے والوں کے ساتھ دراز نفسی سے کام لیں۔

میں نے آپ کو اور فتح بن خاقان کو سوار ہونے کی حالت میں دیکھا ہے، آپ ہر قافلے میں فتح بن خاقان کے ہم پلہ نظر آتے ہیں۔

امیر المومنین آپ کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھتے ہیں اور تعجب سے دیر تک سوچتے رہتے ہیں۔

اہل دنیا کے علوم اور ثعلب کا فن نحو آپ کے علوم کی حقیقت کے ادراک سے قاصر ہیں۔

صبح سویرے لوگ آپ کے دروازے پر طلب علم کی خاطر اس طرح آتے ہیں جیسے وہ مقام منی اور مقام محصب کے اگلے حصے میں ہوں۔(جس طرح مقام منی اور محصب کی طرف لوگ تیزی سے بڑھے چلے جاتے ہیں اور اگلے حصے میں بھیڑ لگا لیتے ہیں، اسی طرح آپ کے دروازہ پر بھاگے چلے آتے ہیں اور بھیڑ لگا لیتے ہیں۔)

امام مبرد کی شان میں ابوبکر بن الأزہر نحوی کے اشعار:

امام مبرد کی شان میں یہ اشعار ابوبکر بن الازہر نے کہے:

شَكَا مَا بِهِ مِنْ هوًى مُنْصِبِ — إِلى إِلْفِهِ الأَوْصَبِ الأَنْصَبِ
فباتا يَخُدَّان حُرَّ الخُدُودِ — بِفَيْضِ دُموعِها السُّكَّبِ
وَيَعْتَنِقَانِ وَقَلْبَاهُمَا — على مِثْلِ جَمْرِ الغَضى المُلْهَبِ
إلى أن بَدا فِيِ الدُّجى ساطعٌ — مِن الصُّبحِ يَسطُوُ عَلى الغيهَبِ
فَيَا حُسْنَهَا لَيلةً لَوْ تُمدُّ — طَوَالَ الدُّهُوْرِ فَلَمْ تَذْهَبِ
وهل ترجِعَنَّ بِلَذَّاتِها — على حالِ أَمْنٍ مِنَ الرُّقَّبِ
أيا طالِبَ العِلْمِ لا تَجْهَلنْ — وعُذْ بالمُبرّدِ أوْ ثَعْلَبِ
تَجِدْ عِنْدَ هذيْنِ عِلْمَ الوَرى — ولاتكُ كالجَمَلِ الأَجْرَبِ
عُلُومُ الخَلائِقِ مَقْرُونَةٌ — بِهذيْنِ بِالشَّرقِ والمَغْرِبِ

اس نے اپنے عشق کا شکوہ کیا ہے، عشق کی بنا پر وہ اپنے بے خود اور مانوس عاشق کو ٹوٹ کر چاہتا ہے۔

ان دونوں نے اس عالم میں رات گذاری کہ اپنے رخساروں کے ظاہری حصے پر آنسوؤں کے بہاؤ کے نشانات چھوڑ دیے۔

بغل گیر ہوتے وقت ان دونوں کے دل جھاؤ کے درخت کے دہکتے انگاروں پر تھے۔

یہاں تک کہ تاریک رات کے بعد گھٹا ٹوپ اندھیروں پر حملہ کرتی ہوئی صبح کی روشنی نمودار ہوئی۔

تو اس رات کے حسن کا کیا کہنا! کاش کہ وہ ہمیشہ کے لیے دراز ہو جاتی اور کبھی ختم نہ ہوتی۔

کیا رُقَّبْ نامی ستارے سے مامون ہونے پر تم اس کی لذتوں کو یقینی طور پر چھوڑ دو گے؟

اے علم کے طلب گار! تم (غلط مشاغل میں پڑ کر) جاہل مت رہو، ثعلب یا مبرد کی پناہ میں آجاؤ۔

تمہیں ان کے پاس مخلوق کے برابر علم ملے گا، (اس لیے) تم خارش زدہ اونٹ کی طرح (کم تر اور جاہل) مت رہو۔

یہ دونوں حضرات مشرق و مغرب میں پچھلی مخلوق کے علوم کا سرچشمہ ہیں۔

ولی عہدِ بغداد محمد بن عبداللہ کے خط کا جواب:

محمدؒ بن (۱) عبداللہ بن طاہر کے کاتب طاہر بن حارث نے ابوالعباسؒ کو چٹھی

---

(۱) ابوالعباس محمد بن عبداللہ بن طاہر بن حسین خزاعی متوکل باللہ کے زمانے میں بغداد کے ولی عہد تھے۔ یہ اچھے عالم، بہترین شاعر اور زیرک و ہوشیار انسان ہونے کے ساتھ، ساتھ بہادر اور سخی بھی تھے۔ ۲۵۳ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

لکھی، جس کی پشت پر کچھ ایسے اسباب ذکر کیے تھے جن کی وجہ سے طاہر بن حارث نے حال ہی میں ایک شہر کو فتح کیا تھا اور اس پر قبضہ مستحکم کر کے فارغ ہی ہوئے تھے، وہ خط نصر نامی غلام نے پہنچایا تھا، ابوالعباس چوں کہ بڑے ظریف الطبع انسان تھے، اس لیے انہوں نے اس رقعے کا جواب دیا اور خط میں یہ اشعار لکھے:

بِـنَفْسِي أَخٌ بَرٌّ شَدَدْتُ بِهِ أَزْرِيْ ۔۔۔ فَـأُلْفِيْتُهُ حُرًّا عَلى العُسْرِ وَالْيُسْرِ

أَغِيْـبُ فَـلِـي مِـنْـهُ ثَـنـاءٌ وَمِدْحَةٌ ۔۔۔ وأُحْضُرُ مِنهُ أُحْسَنَ القَوْلِ والْبِشْرِ

وَمَـا طَـاهِـرٌ إِلَّا جَـمَـالٌ لِصَحْبِهِ ۔۔۔ ونَـاصِرُ عَافِيَةٍ على كَلَبِ الدَّهْرِ

تَـفَـرَّدْتَ يَا خَيْرَ الوَرى فَكَفَيْتَنِي ۔۔۔ كِتَـابٌ أَتَانِي مُدْرَجًا بِيَدَيْ نَصْرِ

وقـلـتُ رعاكَ اللّٰهُ مِنْ ذِيْ مَوَدَّةٍ ۔۔۔ فَقَدْ فُتَّ إِحْسانًا وَقَصَّرَ بِي شُكْرِي

میری ذات کی قسم! طاہر بن حارث (میرا) نیک صفات بھائی ہے، میں اس سے مضبوطی حاصل کرتا ہوں، میں نے اس کو تنگ دستی اور خوش حالی دونوں حالتوں میں شریف پایا۔

میری عدم موجودگی میں وہ میری خوب تعریف کرتا ہے اور میری موجودگی میں خوش کلامی اور خوش اسلوبی سے پیش آتا ہے۔

وہ مصاحبین کے لیے باعث زینت ہے، ناصر اس کو مصائب زمانہ کے گھاٹ پر اتارنا چاہتا ہے۔

مخلوق کے بہترین شخص! تمھاری ہستی نمایاں ہے، ایک برے مطالبے میں آپ میرے قائم مقام ہو گئے تھے، (آپ نے میری مدد کر دی ورنہ) اس مطالبے کی وجہ سے میرا کلیجہ منہ کو آ رہا تھا۔

میرے پاس نصر لپٹی ہوئی تحریر لائے جو محبوب کے چہرے اور اس کے وصال سے زیادہ حسین ہے۔

میں اس تحریر کے آنے سے خوش ہو گیا ہوں، میرا گمان ہے کہ میں خط کی آمد سے غنی ہو گیا، اگر چہ خط شہر کی جانب تھا۔(اگر خط میری ہی طرف آتا تو کیا ہی کہنے تھے۔)

اللہ آپ کی حفاظت کرے! یہ دعا محبت کرنے والے کی طرف سے ہے، آپ نے (مجھ پر) ایک احسان کر چھوڑا ہے، اور مجھ سے شکریہ ادا کرنے میں کوتاہی ہوئی ہے)

امام مبرد کی وفات:

ابوبکرؒ بن سراج اور علیؒ بن صفّار کے مطابق ابوالعباس مبردؒ کی پیدائش ۲۱۰ھ میں اور وفات ۲۸۵ھ میں ہوئی۔

امام مبرد کے ہم پلہ لوگ:

امام مازنیؒ سے جن لوگوں نے سیبویہ کی "**الکتاب**" پڑھی ہے، ان میں امام مبردؒ جیسے علماء موجود تھے، لیکن وہ مبردؒ کی طرح ماہر نہیں تھے: جیسے: ابوذکوانؒ وغیرہ، ابوذکوانؒ حبشی کے زمانے میں سیراف آگئے تھے۔ یہ توزی کی والدہ کے شوہر تھے۔

عَسَلؒ (۱) بن ذکوان بھی امام مبرد کے درجے کے نہیں تھے، یہ اہواز کی طرف نکل گئے تھے اور اہواز کے علاقے میں مقام "عسکر" میں مقیم ہو گیے تھے۔

نیز ابویعلیؒ بن ابوذرعہ (۲) بصری بھی امام مبرد کے ہم رتبہ نہیں تھے۔ یہ مازنیؒ کے شاگردوں میں ابوالعباس مبردؒ سے مقدم تھے، انھوں نے فن نحو میں ایک کتاب بھی لکھی تھی، جسے پوری نہیں کر پائے تھے۔

---

(۱) عسل بن ذکوان کے حالات کے لیے دیکھیے: الإنباہ (ج:۲ص:۲۸۳)

(۲) ابویعلی محمد بن ابوذرعہ باہلی کا انتقال ۲۵۷ھ میں ہوا۔

امام مبردؒ کے تلامذہ

ابوالعباسؒ محمد بن یزید کے شاگردوں میں: ابواسحاق ابراہیم بن السّرّی الزجاجؒ (۱)، ابوالحسنؒ بن کیسان (۲) وغیرہ کا نام آتا ہے، ابوالعباسؒ محمد بن یزید کے بعد فن نحو کی پیشوائی ان دونوں پر ختم ہوجاتی ہے، ابواسحاقؒ بصریین کے مذہب کے بڑے پابند تھے اور ابن کیسانؒ کوفہ اور بصرہ دونوں کے مذاہب کو ملا جلا کر عمل کرتے تھے۔

مصنف کتاب قاضی ابوسعید سیرافی کے اساتذہ:

ان دونوں کے بعد ابوبکر محمد بن السری ؒ، (۳) المعروف بابن السّرّاج اور ابوبکرؒ محمد بن علی المعروف بہ مُبرمان (۴) کا نمبر آتا ہے۔

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ میں نے زیادہ تر فن نحو انھیں سے پڑھا ہے اور انھیں دونوں سے میں نے ''**الکتاب**'' پڑھی ہے، ان دونوں کے طبقے میں ابوبکرؒ (۵) بن شُقَیر اور ابوبکرؒ بن خیاط (۶) کا شمار ہوتا ہے، ان دونوں کے یہاں کوفی اور بصری دونوں مکاتبِ فکر میں امتیاز نہیں تھا، بلکہ یہ دونوں پر عمل کرتے تھے۔

---

(۱) ابن السری زجاج کے حالات کے لیے دیکھیے: طبقات الزبیدی (ص:۱۱۱-۱۱۲)

(۲) ابوالحسن بن کیسان نحویؒ کے حالات کے لیے دیکھیے: دکتور ابراہیم کا مقالہ بہ نام ابن کیسان نحوی، طبقات الزبیدی (ص:۱۵۳)

(۳) ابوبکر محمد بن السراج کے حالات کے لیے دیکھیے: طبقات الزبیدی (ص:۱۱۳-۱۱۲) الإنباہ (ج:۳ص:۱۵۰-۱۴۵)

(۴) ان کے حالاتِ زندگی کے لیے دیکھیے: طبقات الزبیدی (ص:۱۱۴) الإنباہ (ج:۳ ص:۱۹۰-۱۸۹)

(۵) ابوبکر بن شقیر نحوی کے حالات کے لیے دیکھیے: الإنباہ (ج:۱ص:۳۵-۳۴/ ج:۲ص:۱۳۵)

(۶) ابن خیاط کے حالات کے لیے دیکھیے: الإنباہ (ج:۳ ص:۵۴) معجم الأدباء (ج:۱۷ص:۱۴۱-۱۴۲)

ماجاء في آخر النّسخة الخطيّة

قلمی مخطوطے کا خاتمہ

اللہ تعالی کے فضل وکرم سے کتاب پوری ہوگئی اور کتاب کا اصل سے مقارنہ وموازنہ کرلیا گیا ہے۔اس کتاب کی کتابت علی بن شاذان رازی نے ماہِ جمادی الاولی ۳۷۶ھ میں کی۔

الحمد للّٰه كِفَاءَ أفْضَالِه وصلّى اللّه على محمّد وآله تمّ بعونِ اللّٰهِ المنّانِ وفضلِ اللّٰهِ الوهّابِ. الحمدللہ اس مبارک کتاب کے ترجمہ کی تکمیل آج بروز منگل ۲ جون ۲۰۲۰ء مطابق ۸/شوال ۱۴۴۱ھ بوقت سحر ۴:۲۵ پر ہوئی۔
اللہ تعالی اصل کی طرح ترجمے کو بھی خوب مقبول اور نافع بنائے، آمین یا رب العالمین!

کفیل احمد غفرلہٗ

تدریب فی التدریس دارالعلوم/دیوبند ۱۴۴۱ھ

اشاریہ

Index

☆شخصیات

☆مقامات

☆کتابیات

نوٹ: یہ اشاریہ مقدمے اور اصل کتاب دونوں حصوں پر مشتمل ہے۔

شخصیات

مقامات

کتابیات

الفلاح اکیڈمی کی دیگر مطبوعات

(۱) تحفۃ الحرمین

افادات: نمونۂ اسلاف حضرت مفتی محمود حسن صاحب بلند شہری زید مجدہم
مفتی دار العلوم دیو بند و خلیفہ و مجاز حضرت فقیہ الامت علیہ الرحمہ

حج مذہب اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ایک عظیم الشان رکن ہے، اس رسالے میں حج وعمرہ کے فضائل ومسائل، روضۂ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حاضری کے سلیقے، درود وسلام پیش کرنے کے طریقے اور سفر کے آداب نہایت آسان اور سہل انداز میں بیان کئے گئے ہیں۔ صفحات: ۸۸ قیمت ــــــ

(۲) ہدیۃ الحرمین

افادات: نمونۂ اسلاف حضرت مفتی محمود حسن صاحب بلند شہری زید مجدہم
مفتی دار العلوم دیو بند و خلیفہ و مجاز حضرت فقیہ الامت علیہ الرحمہ

حرمین شریفین کی محبت ہر مسلمان کے دل میں ودیعت ہے اسی لئے حرمین شریفین کی عظمت وتقدس اور ارض پاک کا سفر فضائل ومسائل کے ساتھ آداب وتہذیب اور سلیقے وشائستگی کا بھی لازماً متقاضی ہے۔ اس رسالے میں زائر حرمین کے لئے آداب وہدایات نہایت سہل اور آسان انداز میں پیش کئے گئے ہیں نیز قرآن وحدیث میں وارد دعائیں اور درود وسلام بھی رسالے میں شامل ہیں۔

صفحات: ۵۵ قیمت ــــــ

(۳) تحفۃ المومنین (پاکٹ سائز)

افادات: نمونۂ اسلاف حضرت مفتی محمود حسن صاحب بلند شہری زید مجدہم
مفتی دار العلوم دیوبند وخلیفہ ومجاز حضرت فقیہ الامت علیہ الرحمہ

قرآن وحدیث میں وارد دعائیں انتہائی جامع ہونے کے ساتھ ساتھ دنیا وآخرت کی بھلائی اور تمام شرور وفتن سے حفاظت کی ضامن ہیں۔ اس رسالے میں صبح وشام کی مسنون دعائیں اور منزل شامل ہے تاکہ پڑھنے والا نظر بد، حسد، آفات وبلیات، بھوت پریت اور خبیث شیاطین وجنات سے محفوظ رہ سکے۔

صفحات: ۵۲ قیمت ۔۔۔۔

(۴) ہدیۂ رمضان (سوال وجواب کے آئینے میں)

افادات: نمونۂ اسلاف حضرت مفتی محمود حسن صاحب بلند شہری زید مجدہم
مفتی دار العلوم دیوبند وخلیفہ ومجاز حضرت فقیہ الامت علیہ الرحمہ

روزہ اسلام کا بنیادی اور اہم رکن ہے، جس میں اللہ رب العزت کی بے شمار نعمتیں اس کے بندوں پر برستی ہیں۔ اس رسالے میں روزے کے فضائل ومدلل مسائل شامل ہیں تاکہ روزے دار روزے کو صحیح طریقے پر ادا کرنے اور مفاسد سے بچنے کی کوشش کرے۔

صفحات: ۷۲ قیمت ۔۔۔۔

(۵) کبھی امت کے جوان ایسے بھی تھے

افادات: نمونۂ اسلاف حضرت مفتی محمود حسن صاحب بلندشہری زید مجدہم
مفتی دارالعلوم دیوبند وخلیفہ ومجاز حضرت فقیہ الامت علیہ الرحمہ

نوجوان کسی بھی قوم کے قیمتی ترین اثاثہ اور جوانی انسانی عمر کا سب سے گراں قدر اور قیمتی زمانہ ہوتا ہے۔اسلام نے انسانی عمر کے اس جوہر بیش بہا کی قدر ومنزلت، حفاظت اور صحیح استعمال کی ظرف توجہ دلائی ہے۔اسلامی تاریخ غیور نوجوانوں کے کارناموں سے بھری پڑی ہے جنھوں اپنی جوانی کا صحیح استعمال کیا اور اپنی صلاحیتوں کو اللہ کے دین کی راہ میں لگایا۔اس رسالے میں قرآن وحدیث میں وارد جوانی کی اہمیت اور اس کی قدر ومنزلت کو بیان کیا گیا ہے تاکہ امت کا نوجوان اپنی حیثیت اور وقعت کو پہچان کر اپنی طاقت وقوت اور فکر کا صحیح استعمال کر سکے۔

صفحات: قیمت۔۔۔۔۔

(۶) مدلل کیفیت نماز احادیث کی روشنی میں

افادات: نمونۂ اسلاف حضرت مفتی محمود حسن صاحب بلندشہری زید مجدہم
مفتی دارالعلوم دیوبند وخلیفہ ومجاز حضرت فقیہ الامت علیہ الرحمہ

کلمۂ شہادت کے بعد اسلام کا دوسرا رکن نماز ہے یہ ایک روحانی عمل ہے جس سے انسان بتدریج خدا تک پہنچتا ہے، نماز بندے کو خدا سے ملاتی ہے اور بندہ نماز میں خدا سے مناجات کرتا ہے اس لیے ضروری ہے کہ نماز کو احادیث شریفہ کے مطابق ادا کریں۔اس رسالے میں نماز سے متعلق امور کو احادیث شریفہ کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔

صفحات: قیمت۔۔۔۔۔

(۷) ماں باپ کی نافرمانی ایک سنگین جرم

افادات: نمونۂ اسلاف حضرت مفتی محمود حسن صاحب بلند شہری زید مجدہم
مفتی دارالعلوم دیوبند وخلیفہ ومجاز حضرت فقیہ الامت علیہ الرحمہ

ہمارے مذہب اسلام میں ماں باپ اور والدین کا مقام بہت بلند ہے، ان کی خدمت، اان سے پیار ومحبت اور انکو نظر عقیدت ومحبت سے دیکھنا مقبول حج کی طرح باعث اجر وثواب ہے۔ ایسے ہی ان کی ناقدری، نافرمانی اور قطع رحمی کا وبال اور عذاب بھی ناقابل بیان ہے۔ اس رسالے میں قرآن وحدیث میں وارد والدین کی نافرمانی کرنا کتنا سخت گناہ ہے اس کو بیان کیا گیا ہے تاکہ ان کو پڑھ کر جو بچے اپنے والدین کے نافرمان ہیں وہ راہ راست پر آجائیں۔

صفحات: قیمت-----

(۸) میراث نہ دینے کا وبال

افادات: نمونۂ اسلاف حضرت مفتی محمود حسن صاحب بلند شہری زید مجدہم
مفتی دارالعلوم دیوبند وخلیفہ ومجاز حضرت فقیہ الامت علیہ الرحمہ

مسلمانوں میں مالی معاملات کے بارے میں جو بڑی کوتاہیاں اور غلطیاں ہورہی ہیں ان میں سے ایک میراث کا اللہ تعالیٰ اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے احکام وارشادات کے مطابق تقسیم نہ کرنا، بلکہ ایک وارث یا چند وارثوں کا اسے ہڑپ کرجانا اور دوسرے وارثوں کو محروم کردینا ہے۔ اسی بات کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ رسالہ مرتب کیا گیا، جس میں پہلے مختصراً احکام میراث اور میراث نہ دینے پر جو وعیدات قرآن وحدیث میں وارد ہوئی ہیں انکو ذکر کیا گیا ہے تاکہ مسلمان میراث کی اہمیت کو سمجھیں اور اس سخت گناہ سے بچیں۔

صفحات: ۳۲ قیمت-----